

حُسنِ مُصطفیٰ کی ایک منفرد جھلک

# مُصطفیٰ ﷺ

مؤلف:

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیفم

طبِ قرآن محل

مکینہ سٹرک نمبر 5، منشی محلہ، مین پور بازار فیصل آباد  
041-2624007, 0300-6628021



حسین مصطفیٰ کی ایک منفرد جھلک

# حسین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف:

ڈاکٹر تقضیل احمد ضیفم

طیب قرآن محل

کے سنٹر کی نمبر 5 قشعی محلہ امین پور بازار لعل آباد  
041-2624007, 0300-6628021

جملہ حقوق بحق طیب قرآن محل محفوظ ہیں

نام کتاب

مُصْطَفَى  
عِصَّةِ  
الرَّسُولِ  
صَلَّى  
اللَّهُ  
عَلَيْهِ  
وَاٰلِهِ  
سَلَّمَ

مؤلف

ڈاکٹر تفضیل احمد ضیفم

297.992  
58160

۱۵۲۶۹۶

حافظ محمد ابوبکر

با اہتمام

اپریل 2016ء

طبع اول

1100

تعداد

قیمت

طیب قرآن محل

مکہ سنٹر گلی نمبر 5 منشی محلہ امین پور بازار فیصل آباد

041-2624007, 0300-6628021

اسٹاکسٹ

مکتبہ محمدیہ

قذافی سٹریٹ، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Tel: 042-37114650 Cell: 0300-4826023

Email: maktabah\_muhammadiyah@yahoo.com  
& maktabah\_m@hotmail.com

## فہرست

10	گہائے عقیدت	1
15	قرآن میں اختلاف کرنے والوں پر غصہ -	2
16	حضرت عمر اور ہشام بن حکیم <small>رضی اللہ عنہما</small> کا سورۃ فرقان پر اختلاف	3
17	حضرت عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small> کا ایک آدمی سے سورۃ احقاف پر اختلاف	3
18	حضرت عبداللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا سورۃ رحمن پر اختلاف	3
19	حضرت ابی بن کعب <small>رضی اللہ عنہ</small> کا دو آدمیوں سے اختلاف	3
26	امیر کی بے ادبی پر غصہ	3
32	اطاعت امیر کا حکم	3
33	نافرمانی کے امور میں اطاعت نہیں	3
35	اپنے دوست حضرت ابوبکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی خاطر غصہ	4
36	کائنات بھر کے لوگوں کے نام پیغام	4
39	مختصر مناقب ابی بکر <small>رضی اللہ عنہ</small>	4
45	شرافت و نجابت	4
48	غیرت ابی بکر <small>رضی اللہ عنہ</small>	4
49	خاندان ابی بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کی برکات	4
50	روشن ستارے کی مانند	4
51	ہجرت کے ساتھی	4
55	تدبر و حکمت	4
59	حضرت ابوبکر <small>رضی اللہ عنہ</small> کے علاوہ کسی اور سے نہ امانت کروانے پر غصہ	5
65	حضرت علی <small>رضی اللہ عنہ</small> کی خاطر غصہ	6

67	حضرت علیؓ سے محبت ایمان کا حصہ ہے
68	حضرت علیؓ کی محبت سے اللہ کی محبت ملتی ہے
68	اللہ اور اس کے رسول کو علیؓ سے محبت ہے
72	کافر قوم سے مشابہت پر غصہ
74	کافر قوم کی مشابہت
77	عبادت میں دوسروں کے لیے تنگی پیدا کرنے پر غصہ
79	خود کو رسی سے باندھ کر عبادت کرنے والی
81	دن بھر روزہ اور رات بھر قیام
83	دھوپ میں روزہ مکمل کرنے کی نذر
84	رسی باندھ کر طواف کرنے والا
85	عبادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل
89	فرضی نماز میں والدہ کا خیال
90	صحابہ جنی اللہ کا عمل
92	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ عمل
94	سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر عبادت کرنے والوں پر غصہ
96	عبادت میں سنت کی اہمیت
105	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا
107	ریشمی لباس پہننے والے پر غصہ
108	ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے
109	ریشمی لباس پہننے کی چند صورتیں
112	مردوں کا لباس
115	لباس میں چار اہم ترین امور
119	عورتوں کا لباس

120	لباس میں صفائی کا حکم	
124	زرد لباس پہننے والے پر غصہ	10
125	رسول اللہ ﷺ کے لباس	
125	سفید لباس	
129	سیاہ لباس	
130	سرخ لباس	
131	سبز لباس	
132	حاشیہ دار چادر اوڑھنا	
134	غیر ملکی لباس	
136	منقش پردہ اور غصہ مصطفیٰ ﷺ	11
143	مجرم کی سفارش پر غصہ	12
144	آپ ﷺ کے انصاف پر مبنی چند فیصلے	
160	رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر اعتراض اور آپ ﷺ کا غصہ	13
161	رسول اللہ ﷺ کے حقوق	
162	آپ ﷺ پر ایمان لانا	
162	ایمان پر قائم رہنا	
164	رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا	
168	اطاعت	
173	عزت و احترام	
179	آپ ﷺ کی خاطر لڑنا مرنا	
181	آپ ﷺ کی عزت کا دفاع	
185	غصہ ملی مسکراہٹ	14
193	نیکی میں جلدی کرنے کا حکم	

194	چند مثالیں احادیث سے	15
203	خوشخبری رد کرنے پر غصہ	
205	خوشخبری اور اس کے اصول و ضوابط	
205	اللہ تعالیٰ کا خوشخبری دینا	
209	رسول اللہ ﷺ کا خوشخبری دینا	
209	انفرادی خوشخبری	
209	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خوشخبری	
211	حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو خوشخبری	
212	حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو خوشخبری	
214	اجتماعی طور پر حاضرین کو خوشخبری	
218	خوشخبری کے مختلف مواقع	
237	تعریف میں مبالغہ آرائی پر غصہ	16
238	تعریف کی اقسام	
238	مدح محمود	
241	مدح مذموم	
241	اپنی تعریف خود کرنا	
244	اپنی تعریف کرنا کب جائز ہے	
248	دوسروں کی تعریف کرنا	
250	قابل تعریف مدح	
251	رسول اللہ ﷺ کی تعریف	
253	فوت شدگان کی تعریف	
254	تعریف کا دوسرا رخ تنقید	
254	مثبت تنقید	



265	منفی تنقید	
267	والدین کی خدمت میں کوتاہی کرنے پر غصہ	17
268	والدین سے حسن سلوک انبیاء کی صفت ہے	
270	ہجرت بھی والدین کی اجازت سے	
271	والدین کی خدمت پر انعام	
277	والدین کی نافرمانی کا گناہ	
277	کبیرہ گناہ	
278	عزت میں کمی	
279	نظر رحمت سے محرومی	
280	والدین کے ساتھ حسن سلوک کی صورتیں	
280	جن کے والدین زندہ ہیں	
280	جن کے والدین وفات پا چکے ہیں	
281	دعا کرنا	
282	صدقہ جاریہ	
285	قرض کی ادائیگی	
286	والدین کی طرف سے حج کرنا	
287	نذر کے روزوں کی قضاء	
289	درود پڑھنے میں کوتاہی کرنے والے پر غصہ	18
291	صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کو ہدیہ	
293	درود کے فوائد	
293	رحمت و سلامتی کا حصول	
293	فرشتوں کی دعائیں	
294	شفاعت کا حصول	

294	رنج و غم کا ازالہ	19
295	درود پڑھنے کے اوقات	20
298	صحیح احادیث سے ثابت شدہ درود	21
303	گم شدہ اونٹ	
308	بے مقصد سوالات پر غصہ	
316	مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے والوں پر غصہ	
318	تقدیر پر چند اہم امور	
332	تقدیر اور اسباب	
341	مجھے غریب کیوں بنایا.....؟	22
348	فقر وفاقہ میں سردار دو جہاں کی زندگی	
351	فقر وفاقہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی	
356	تقدیر پر ایمان کے فوائد	
360	کم ہمتی پر غصہ	23
363	ہمت برقرار رکھنے کے فوائد	
364	قوت عمل	
365	ہمت میں نقصان کی تلافی ہے	
366	منزل تک رسائی	
367	کم ہمتی کے نقصانات	
372	جھوٹی گواہی پر غصہ	24
372	جھوٹ کی تباہ کاریاں	
380	جھوٹ چھوڑنے والے کے لیے انعام	
381	مصادر و مراجع	25



وہ مسائل  
 کس قدر حساس ہوں گے  
 جن پر  
 رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 غصہ کا اظہار فرمایا



## گہائے عقیدت

چھوٹے تالاب میں پتھر پھینکا جائے تو ایک شور مچا ہوتا ہے۔ جبکہ سمندر میں پہاڑ بھی گر جائے تو سمندر کی روانی متاثر نہیں ہوتی۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ وہ رحمت کے بحر بیکراں ہیں۔ ان کی شخصیت سے پہاڑوں جیسے مصائب ٹکرائے لیکن وہ تو سمندر تھے۔ پہاڑوں نے اپنا وجود کھودیا۔ اگر راستوں میں کانٹے بچھائے گئے تو ان کے پاؤں نے سفر نہیں روکا، نفرتیں ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ وہ خوشبو بن کے پھلتے چلے گئے، روشنی بن کے بکھرتے چلے گئے۔ اس روشنی کو روکنے کے لیے مکہ کے کافروں نے کبھی نفرتوں کا سہارا لیا اور کبھی ناگوار رویوں کو اپنا ہتھیار بنایا، کبھی گالیوں اور بدتمیزیوں سے ان کا راستہ روکنا چاہا اور کبھی اوچھے ہتھکنڈوں کو حربہ کے طور پر استعمال کیا۔ لیکن یہ ساری چیزیں تاجدارِ مدینہ کو کبھی غصہ نہ دلا سکیں۔ اس لیے کہ وہ تو آسمان کا چاند تھا۔ بھلا زمین پر اڑنے والا گرد و غبار بھی چاند کو گہنا سکا ہے۔ گرد و غبار تو فضا کی وسعتوں کو بھی نہیں چھو پاتا۔ چند لمحات بعد زمین کی دھول اس کا مقدر ہوتی ہے۔ چاند پوری آب و تاب سے چمکتا اور اڑنے والے گرد و غبار پر مسکراتا رہتا ہے۔ وہ یونہی مسکراتے رہے۔ اپنے سفر پر گامزن رہے۔ انہیں اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا تھا۔ اسلام کا نور چار دانگ عالم میں پھیلانا تھا، پس انہوں نے سفر جاری رکھا۔ اس راہ میں وہ زخم کھاتے رہے، مسکراتے رہے۔ لوگوں کا تلخ سے تلخ رویہ بھی ان کی شخصیت سے ٹکرا کے ان کے اخلاق کی مٹھاس میں اپنا وجود کھودیتا تھا۔ وہ کبھی ایسے رویوں سے نہ تھکے، نہ تنگ دل ہوئے اور نہ انہیں غصہ آیا..... پھر کتاب کا عنوان..... غصہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم..... یہ غصہ انہیں کب آیا؟ جو مالی باغ پر محنت کر رہا ہو وہ دن رات یہی دُعا مانگتا ہے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری اُمیدوں کا  
جگر کاخوں دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

ایسا مالی ایک ایک بوٹے اور پھول کی حفاظت کرتا ہے اور چمنستان کی خوبصورتی و رعنائی میں اضافہ کے لیے کبھی باغ میں اُگ آنے والی خود رو جڑی بوٹیوں کو اُکھاڑ پھینکتا ہے، کبھی درختوں کی ٹہنیاں تراشتا ہے، کبھی الجھے ہوئے پتوں کو سنوارنے کے لیے تراش تراش کرتا ہے، کبھی مٹی کے سینے کو پھاڑتا اور اسے نرم کرتا ہے تاکہ وہ بیج کے لیے موزوں ہو جائے۔ مالی، باغ میں جو بھی توڑ پھوڑ یا تراش تراش کرتا ہے وہ باغ کی بربادی کے لیے نہیں بلکہ اس کی آبادی کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اسلام کا باغ تیار کیا جس کے پھول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ آپ ﷺ کا غصہ اس چمن کی خوبصورتی کے لیے تھا۔ آپ ﷺ نے جب بھی اس باغ میں فاسد عقیدہ کی لہریں محسوس کیں یا اخلاقیات کو متاثر کرنے والے شیطانی امور دیکھے، آپ ﷺ غصہ میں آگئے۔ آپ ﷺ نے گلستان رسالت میں اُگنے والے پھولوں کو گرد و غبار سے صاف کیا اور اس غصہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شخصیات کو سنوارا اور انہیں ایسی بہترین جماعت میں بدل دیا کہ فلک لاکھوں گردشیں بدلے تو بھی ایسی جماعت کی جھلک نہیں دکھا سکتا۔

غصہ غیرت کی بھی علامت ہے۔ ایک غصہ وہ ہے جو تلخ بات سن کے آجاتا ہے۔ تلخ باتوں، کڑوے جملوں اور ناگوار رویوں سے آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہیں آیا۔ لفظ کے تیر ہوں یا زہر بھرے رویے، یہ کبھی آپ ﷺ کی پیشانی پر شکن نہ ڈال سکے۔ یہ آپ ﷺ کی بہادری تھی۔ ایک غصہ وہ ہے جس کا آنا ایمانی غیرت اور نہ آنا بزدلی ہے۔ یہ وہ غصہ ہے جو غیر شرعی امور کو دیکھ کر آتا ہے۔ جیسے ایک مومن آدمی گھر میں اللہ کی نافرمانی دیکھ کر غصہ میں آجاتا ہے۔ اگر وہ نافرمانی دیکھ کر بالکل بھی غصہ اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرے تو یہ اس کی بزدلی اور ایمانی کمزوری ہے۔ آپ ﷺ نے جہاں بھی غصہ کیا، کسی غیر شرعی امر کی وجہ سے کیا۔ اللہ کی نافرمانی دیکھ کر یا تربیتی امور کو متاثر کرنے والی چیز پر آپ ﷺ کو غصہ آجاتا تھا۔ یہ آپ ﷺ کی ایمانی غیرت اور بہادری تھی جبکہ لوگوں کی باتیں ان کے رویے اور الفاظ کے نشتر کبھی آپ ﷺ کو غصہ نہ دلا سکے۔ یہ آپ ﷺ کی اخلاقی بہادری تھی۔ آپ ﷺ میں ایمانی جرأت بھی تھی اور اخلاقی جرأت بھی۔ آپ ﷺ ایمان کے بلند ترین مقام پر فائز تھے اور اخلاق کے بھی بلند

ترین مقام پر متمکن تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے کامل تھے۔  
 رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ  
 نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں  
 اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عجب حسن سے نوازا تھا۔ آپ مسکراتے تو جیسے چاندنی  
 بکھر جاتی، غصہ میں آتے تو حسن اور نکھر جاتا۔ وہ جس راستہ سے گزر جاتے راستہ مہک اٹھتا اور  
 خوشبودیر تک ان کے گزرنے کا پتہ دیتی۔ وہ رک جاتے تو جیسے سمندر کی لہریں تھم جاتیں، وہ چل  
 پڑتے تو جیسے بہار کے قافلے ہمرکاب ہوتے، وہ بولتے تو جیسے پھول جھڑتے، وہ زلف لہراتے تو  
 جیسے گھٹا چھا جاتی۔ ہاں اُن کا حسن الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ الفاظ کا دامن ایسی وسعت  
 سے خالی ہے جو حسن مصطفیٰ کا احاطہ کر سکے۔ اسی لیے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کے  
 بات کو ختم کر دیا تھا

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنِ  
 وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءَ  
 خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ  
 كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

”آنکھ نے کبھی تجھ سے بڑھ کے حسین کا دیدار نہیں کیا اور نہ عورتوں نے کبھی تجھ سے بڑھ  
 کے خوبصورت کو جنم دیا ہے۔ تجھے تمام عیوب سے پاک پیدا کیا گیا ہے (تیرے رخِ زیبا کو دیکھ  
 کر یوں لگتا ہے) جیسے تجھے تیری چاہت کے مطابق بنایا گیا ہے۔“  
 وہ مسکراتے بھی خوبصورت دکھائی دیتے تھے اور غصہ میں بھی حسین لگتے تھے۔ چاند  
 خوبصورت ہی دکھائی دیتا ہے خواہ وہ شفاف نٹھری رات کا چاند ہو یا ساون کے بادلوں سے آنکھ  
 مچولی کر رہا ہو۔ موسم گرمی کا ہو یا سردی کا، چاند کا حسن نہ موسم گہنا پاتے ہیں نہ بادل بلکہ مختلف  
 مناظر اس کے حسن کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ یہ تو آسمان کا چاند ہے اور ایک عرب کا چاند ہے اور  
 عرب کا چاند وہ ہے کہ آسمان کا چاند اس کے حسن کا کروڑواں حصہ بھی نہیں بلکہ آسمان کا چاند تو اس  
 کی انگلی کا اشارہ بھی برداشت نہ کر سکا اور دو ٹکڑے ہو گیا۔ حسنِ یوسف کو دیکھ کر مصر کی حسیناؤں

نے انگلیاں کاٹ لی تھیں۔ یقیناً حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جگر کاٹ لیتیں، اس لیے کہ ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

غصہ میں حسن مصطفیٰ کی جھلک آپ اس کتاب میں دیکھ پائیں گے۔ یہ کتاب اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں ان حساس امور کو جمع کیا گیا ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور وہ مسائل کس قدر حساس ہوں گے جن پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا۔ ہر مسلمان کے لیے ان سے آگاہی نہایت ضروری ہے۔ ہم اللہ رحیم و کریم کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ ہمارا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوکروں میں درج فرمادے۔ اگر یہ سعادت مل جائے تو بادشاہت سے بڑھ کے ہے۔

تفضیل احمد ضعیف

۲۸ محرم ۱۴۳۷ھ

۲۰۱۵-۱۱-۱۰ء

يا صاحب الجمال و يا سيد البشر  
 من وجهك المنير لقد نور القمر  
 لا يمكن الثناء كما كان حقه  
 بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر



## قرآن میں اختلاف کرنے والوں پر غصہ

قرآن اتحاد اُمت کا مظہر ہے۔ قرآن حکیم کا نزول تمام دنیا کے انسانوں کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنے کے لیے ہوا ہے۔ قرآنی آیات امن و سلامتی کا منبع ہیں اور تا حشر اخوت و مودت اور امن و آشتی کا سرچشمہ رہیں گی۔ قرآن حکیم میں اختلاف کرنا جائز نہیں ہے، ایسا اختلاف جس میں آیات قرآنیہ آپس میں متعارض نظر آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں اختلاف کرنے والوں کو ناپسند کیا ہے اور ان پر شدید غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ جَلَسْتُ أَنَا وَأَخِي مَجْلِسًا مَا أَحِبُّ أَنْ لِي بِهِ حُمْزَ النَّعْمِ أَقْبَلْتُ أَنَا وَأَخِي وَإِذَا مَشِيخَةٌ مِنْ صَحَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ جُلُوسٌ عِنْدَ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِهِ، فَكَرِهْنَا أَنْ نَفْرَقَ بَيْنَهُمْ، فَجَلَسْنَا حَجْرَةً، إِذْ ذَكَرُوا آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ، فَتَمَارَوْا فِيهَا، حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُغْضَبًا، قَدْ احْمَرَّتْ وَجْهَهُ، يَزْمِيهِمْ بِالثَّرَابِ، وَيَقُولُ: مَهْلَا يَا قَوْمٍ، بِهَذَا أَهْلَكْتَ الْأُمَّةَ مِنْ قَبْلِكُمْ، بِاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ، وَضَرْبِهِمُ الْكُتُبَ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ، إِنَّ الْقُرْآنَ لَمْ يَنْزِلْ يُكَذِّبُ بَعْضُهُ بَعْضًا، بَلْ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، فَمَا عَرَفْتُمْ مِنْهُ، فَأَعْمَلُوا بِهِ، وَمَا جَهِلْتُمْ مِنْهُ، فَرُدُّوهُ إِلَى عَالِمِهِ (۱)

”میں اور میرے بھائی ایسی مجلس میں بیٹھے ہیں کہ اس کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی ملنا پسند نہیں ہے۔ پھر میں اپنے بھائی کے ساتھ آیا تو کچھ بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کے کسی دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ان کے درمیان گھس کر تفریق کرنے کو اچھا نہیں سمجھا اس لیے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کی ایک آیت کا تذکرہ چھیڑا اور اس میں ان کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ نبی ﷺ غصے کی حالت میں باہر نکلے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا

۱۔ صحیح۔ مسند احمد تعلق شعيب الارنؤوط، مسند عبد الله بن عمرو، رقم ۷۶۰۲

تھا اور آپ ﷺ مٹی پھینک رہے تھے اور فرما رہے تھے لوگو! رُک جاؤ، تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے سامنے اختلاف کیا اور اپنی کتابوں کے ایک حصے کو دوسرے حصے پر مارا۔ قرآن اس طرح نازل نہیں ہوا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کی تکذیب کرتا ہو، بلکہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے، اس لیے تمہیں جتنی بات کا علم ہو، اس پر عمل کر لو اور جو معلوم نہ ہو تو اسے اس کے عالم سے معلوم کر لو۔“

### غصہ کی وجہ

آپ ﷺ نے قرآن میں اختلاف کرنے والوں پر غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے کہ قرآنی آیات تو اتفاق و اتحاد کی تعلیم پر مشتمل ہیں اور اگر لوگوں نے قرآنی آیات پر ہی اختلاف شروع کر دیا تو پھر اتحاد کا درس کہاں سے لیں گے؟ دیگر احادیث کو سامنے رکھیں تو اس جانب راہنمائی ملتی ہے کہ اس اختلاف سے مراد قرأتوں کا اختلاف تھا کہ قرأتوں کے اختلاف میں بحث کرنے اور ایک دوسرے کو جھٹلانے کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ اس ضمن میں چند روایات درج کی جا رہی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کے حوالہ سے اختلاف مختلف قرأتوں کے اختلاف پر تھا جبکہ قرآن حکیم کے مضامین اس کی حقانیت اور اس کے منزل من اللہ ہونے پر سب کا اتفاق تھا۔

### حضرت عمر اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما کا سورہ فرقان پر اختلاف

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلِمَ، فَلَتَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قَالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. فَقُلْتُ: كَذَبْتَ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْتُ، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقْوَدُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لِي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ بِسُورَةِ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُرْسِلُهُ: أَقْرَأَيَا هِشَامَ فَقَرَأَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَذَلِكَ أَنْزَلْتُ. ثُمَّ

قَالَ: أَقْرَأُ يَا عَمْرُؤُ، فَقَرَأْتُ الْقِرَاءَةَ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَذَلِكَ أَنْزَلْتُ  
إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْزَفٍ فَأَقْرَأُوا مَا تيسَّرَ مِنْهُ (۱)

”نبی کریم ﷺ کی زندگی میں، میں نے ہشام بن حکیم کو سورۃ الفرقان نماز میں پڑھتے سنا، میں نے ان کی قرأت کو غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ سورت میں ایسے حروف پڑھ رہے ہیں کہ مجھے اس طرح نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھایا تھا، قریب تھا کہ میں ان کا سر نماز ہی میں پکڑ لیتا لیکن میں نے بڑی مشکل سے صبر کیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی چادر ان کی گردن میں ڈال کر پوچھا یہ سورت جو میں نے ابھی تمہیں پڑھتے ہوئے سنی ہے، تمہیں کس نے اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسی طرح پڑھائی ہے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ خود نبی کریم ﷺ نے مجھے اس سے مختلف دوسرے حروف سے پڑھائی جس طرح تم پڑھ رہے تھے۔ آخر میں انہیں کھینچتا ہوا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اس شخص سے سورۃ الفرقان ایسے حروف میں پڑھتے سنی جن کی آپ نے مجھے تعلیم نہیں دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر! تم انہیں چھوڑ دو اور اے ہشام! تم پڑھ کے سناؤ۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے بھی ان ہی حروف میں پڑھا جن سے میں نے انہیں نماز میں پڑھتے سنا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے سن کر فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا عمر! اب تم پڑھ کر سناؤ میں نے اس طرح پڑھا جس طرح نبی کریم ﷺ نے مجھے تعلیم دی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے بھی سن کر فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے پس تمہیں جس طرح آسان ہو پڑھو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک آدمی سے سورۃ احقاف پر اختلاف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُورَةَ مِنَ الثَّلَاثِينَ، مِنْ آلِ حَمٍ قَالَ: يَعْنِي الْأَحْقَافَ قَالَ:  
وَكَانَتِ السُّورَةُ إِذَا كَانَتْ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ آيَةً سُمِّيَتِ الثَّلَاثِينَ، قَالَ: فَرَحْتُ إِلَى  
الْمَسْجِدِ، فَإِذَا رَجُلٌ يَقْرَأُهَا عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأَنِي، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعة احرف، رقم ۴۹۹۲

ﷺ قَالَ: فَقُلْتُ لِأَخْرَ: أَقْرَأَهَا، فَقَرَأَهَا عَلَيَّ غَيْرَ قِرَاءَتِي وَقِرَاءَةِ صَاحِبِي، فَأَنْطَلَقْتُ بِهِمَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذَيْنِ يُخَالِفَانِي فِي الْقِرَاءَةِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ، وَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ: إِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْإِخْتِلَافُ - قَالَ: قَالَ زُرُّ: وَعِنْدَهُ رَجُلٌ - قَالَ: فَقَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ كَمَا أُقْرَى، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْإِخْتِلَافُ قَالَ قَالَ: عَبْدُ اللَّهِ: فَلَا أُدْرِي أَشَيْئًا أَسْرَهُ إِلَيْهِ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، أَوْ عَلِمَ مَا فِي نَفْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: وَالرَّجُلُ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ (۱)

”میں نے ایک آدمی کو سورۂ احقاف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، وہ ایک مختلف طریقے سے قرأت کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی دوسرے طریقے سے اسے پڑھ رہا تھا جو اس کے ساتھی سے مختلف تھا اور میں اسے تیسرے طریقے سے پڑھ رہا تھا جس پر وہ دونوں پڑھ رہے تھے۔ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور انہیں اس کی اطلاع دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا، چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا اختلاف نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

زر کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص قرآن کی تلاوت اسی طرح کیا کرے جیسے اسے پڑھایا گیا ہے۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو اختلاف ہی نے ہلاک کیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان ہی سے بیان فرمائی تھی یا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات معلوم ہو گئی؟ اور راوی نے بتایا کہ وہ آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سورۂ رحمن پر اختلاف

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُورَةَ الرَّحْمَنِ فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ عَشِيَّةً، فَجَلَسَ إِلَيَّ رَهْطٌ، فَقُلْتُ لِرَجُلٍ: أَقْرَأْ عَلَيَّ، فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ أَحْرُقَالًا أَقْرَوُهَا، فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ؟

۱۔ حسن۔ مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وقال شعيب، اسنادہ حسن، رقم: ۲۹۸۱

قَالَ: أَقْرَأَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، قُلْتُ: اخْتَلَفْنَا فِي قِرَاءَتِنَا، فَإِذَا وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِيهِ تَغْيِيرٌ، وَوَجَدَ فِي نَفْسِهِ حِينَ ذَكَرْتُ الْإِخْتِلَافَ، فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ بِالْإِخْتِلَافِ فَأَمَرَ عَلِيًّا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ كَمَا عَلِمَ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ قَبْلَكُمْ الْإِخْتِلَافُ، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا وَكُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَحْزَنًا لَا يَقْرَأُ صَاحِبُهُ. (۱)

”رسول اللہ ﷺ نے مجھے سورہ رحمن پڑھائی، پھر میں رات کے وقت مسجد میں گیا تو میرے پاس کچھ لوگ بیٹھ گئے میں نے ایک آدمی سے کہا میرے سامنے قرأت کرو۔ چنانچہ وہ کچھ ایسے حروف پڑھنے لگا جو میں نے نہیں پڑھے تھے تو میں نے کہا تمہیں کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں چلے اور نبی اکرم ﷺ کے پاس جا ٹھہرے۔ میں نے عرض کیا ہمارا ہماری قرأت میں اختلاف ہو گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور جب میں نے اختلاف کا ذکر کیا تو آپ نے اسے اپنے دل میں محسوس کیا اور فرمایا: درحقیقت تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر آدمی اسی طرح پڑھے جس طرح اُسے سکھایا گیا ہے۔ یقیناً تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے۔ پس ہم چل دیئے اور ہم میں سے ہر آدمی اس طریقے پر پڑھتا جو اس کا ساتھی نہیں پڑھتا تھا۔“

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دوا آدمیوں سے اختلاف

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، فَدَخَلَ رَجُلٌ قَرَأَ آيَةَ أَنْكُرْتُهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ دَخَلَ آخَرَ قَرَأَ آيَةَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ دَخَلَ جَمِيعًا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذَا قَرَأَ آيَةَ أَنْكُرْتُهَا عَلَيْهِ، ثُمَّ قَرَأَ الْآخَرَ قِرَاءَةَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ لَهُمَا

۱۔ حسن۔ التعليقات الحسان على صحيح ابن حبان للالباني، كتاب الرقائق، باب قراءة القرآن،

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اقْرَأْ، فَقَرَأَ، [فَقَالَ]: أَحْسَنْتُمَا، أَوْ، قَالَ: أَصَبْتُمَا، قَالَ: فَلَمَّا، قَالَ لَهُمَا  
الَّذِي، قَالَ، كَبَّرَ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ ﷺ مَا غَشَيْنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ  
إِلَى رَبِّي فَرَقًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا أَبُي: إِنَّ رَبِّي أَرْسَلَ إِلَيَّ: أَنْ اقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى  
حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ: أَنْ هَوِّنْ عَلَيَّ مَرَّتَيْنِ، فَرَدَدْتُ عَلَيَّ: أَنْ اقْرَأْهُ عَلَيَّ سَبْعَةَ أَحْرَفٍ،  
وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَّتْهَا مَسْأَلَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي، ثُمَّ أَخْرَجْتُ الثَّانِيَةَ إِلَى  
يَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ فِيهِ الْخَلْقُ حَتَّى أَبْرَهُمْ (۱)

”میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک آدمی اندر داخل ہوا اور اس نے اس انداز سے  
قرأت کی جو میرے لیے اجنبی تھی، پھر ایک اور آدمی اندر داخل ہوا اور اس نے اپنے ساتھی کے  
علاوہ اور انداز سے قرأت کی، پس جب اس نے نماز کو مکمل کر لیا تو وہ دونوں آدمی اکٹھے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس آدمی نے اس انداز سے قرأت  
کی جس کو میں نے اجنبی سمجھا اور پھر دوسرے نے اپنے ساتھی کے علاوہ اور انداز سے قرأت کی۔  
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں پڑھو، چنانچہ انہوں نے پڑھا تو  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں نے اچھا پڑھا ہے یا فرمایا: تم دونوں نے ٹھیک پڑھا ہے،  
چنانچہ جب آپ نے ان سے یہ بات فرمائی تو مجھے یہ بات بڑی شاق گزری، پس جب نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کو دیکھا جو مجھے پیش آئی تھی تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا گویا  
کہ میں اپنے رب کو سامنے دیکھنے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی! میرے رب  
نے مجھے یہ پیغام بھیجا ہے کہ تم قرآن ایک قرأت پر پڑھو اور میں نے اللہ سے اپنی امت کے  
لیے سوال کیا کہ تو میری امت پر دو مرتبہ آسانی فرما! تو اللہ تعالیٰ نے مجھے جواب دیا کہ تم اسے  
سات قرأتوں پر پڑھو اور تمہارے لیے میرے ہر جواب کے بدلے بھی قیامت کے دن سوال  
ہوگا۔ چنانچہ میں نے عرض کیا: اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما! پھر میں نے دوسرے سوال  
کو اس دن تک مؤخر کر دیا جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت رکھے گی، حتیٰ کہ ان سب میں  
نیک ترین شخص بھی۔“

۱- صحیح- ابن حبان للالبانی، کتاب الرقائق، باب ذکر تفضل اللہ جل و علا علی صفیہ واللہ وسلم، رقم: ۷۴۰

مذکورہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں قرأتوں کا اختلاف تھا۔ لیکن حکم تھا کہ جس کو جس قرأت میں آسانی ہو اسی انداز سے پڑھ لیا کرے اور مختلف قبائل کے لب و لہجہ کے پیش نظر ان کی آسانی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو سات قرأتوں میں نازل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی خواہش تھی کہ قرآن کو ایک سے زیادہ قرأتوں میں نازل کیا جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، وَهُوَ بِأُضَاةِ بَنِي غِفَارٍ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِيَ أُمَّتَكَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ ﷺ: أَسْأَلُ اللَّهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أَوْ مَعُونَتَهُ وَمُعَافَاتَهُ، سَلْ لَهُمُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُطِيقُوا ذَلِكَ فَاَنْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِيَ أُمَّتَكَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ، فَقَالَ: أَسْأَلُ اللَّهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أَوْ مَعُونَتَهُ وَمُعَافَاتَهُ، سَلْ لَهُمُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُطِيقُوا ذَلِكَ فَاَنْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِيَ أُمَّتَكَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرَفٍ، قَالَ: أَسْأَلُ اللَّهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ، أَوْ مَعُونَتَهُ وَمُعَافَاتَهُ، سَلْ لَهُمُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُطِيقُوا ذَلِكَ، قَالَ: فَاَنْطَلَقَ ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ، فَمَنْ قَرَأَ أَحْرَفًا مِنْهَا فَهُوَ كَمَا قَرَأَ (۱)

”حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت بنو غفار کے ٹیلوں میں تھے انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن ایک قرأت پر پڑھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں یا اس کی مدد اور عفو و درگزر کا سوال کرتا ہوں، آپ بھی ان کے لیے تخفیف کا سوال کریں کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ وہ چلے گئے اور پھر واپس آئے اور کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ یہ قرآن اپنی امت کو دو قرأتوں پر پڑھائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں، یا فرمایا: اس کی مدد اور عفو و درگزر کا سوال کرتا ہوں، آپ ان کے لیے تخفیف کا

۱۔ صحیح۔ ابن حبان تعلیق الالبانی، کتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم: ۷۳۸

سوال کریں کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور واپس آ کر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو قرآن تین قرأتوں پر پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کا سوال کرتا ہوں، یا فرمایا اس کی مدد اور عفو و درگزر کا سوال کرتا ہوں آپ ان کے لیے تخفیف کا سوال کریں کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام چلے گئے پھر واپس آ کر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ سات قرأتوں پر قرآن پڑھائیں، پس انہوں نے ان میں سے جس قرأت پر بھی پڑھا تو بالکل ٹھیک پڑھا۔“

ابن حبان کی ایک اور حدیث میں ہے:

لَقِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَبْرِيْلَ ﷺ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنِّي بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمَّتِي، مِنْهُمْ الْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ، وَالْعَجُوزُ وَالشَّيْخُ الْفَانِي، قَالَ: مَرَّهُمْ فَلْيَقْرَؤُوا الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ. (۱)

”رسول اللہ ﷺ کی جبریل امین سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے ایک ان پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جس میں نو عمر بچے، بچیاں، بوڑھی عورتیں اور بوڑھے آدمی موجود ہیں۔ انہوں نے کہا آپ انہیں سات قرأتوں پر قرآن پڑھنے کا حکم دیں۔“  
قرأتوں کا یہ اختلاف مختلف قبائل کے لب و لہجہ کے مطابق ان کی آسانی کے لیے تھا اور اگر یہ اختلاف صرف عرب کی حد تک رہتا تو کوئی قباحت نہ تھی۔ وہ اپنی زبان اور لہجوں کے اختلاف کو جانتے تھے۔ لیکن یہ اختلاف پریشانی کا باعث اس وقت بنا جب اسلام عجمی ملکوں میں پھیلا اور آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مکمل قرآن پاک ایک جگہ جمع نہیں تھا بلکہ مختلف افراد کے پاس مختلف چیزوں پر لکھا ہوا تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب جنگ یمامہ میں بہت سے قراء حضرات شہید ہو گئے تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفاظت قرآن کے بارے میں فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری طرف پیغام بھیجا جب میں ان کے ہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہیں۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۱۔ صحیح۔ التعليقات الحسان علی ابن حبان للالبانی، کتاب الرقائق، باب قراءة القرآن، رقم: ۷۳۹

۱۲۲۴۹۴



إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحْرَزَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقِرَاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ  
يَسْتَحْرَزَ الْقَتْلَ بِالْقِرَاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ  
الْقُرْآنِ. قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ عُمَرُ:  
هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ  
الَّذِي رَأَى عُمَرُ.

قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابُ عَاقِلٌ لَا نَتَهْمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ  
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَّبِعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ. فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ  
الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى  
شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَتَتَّبَعْتُ الْقُرْآنَ  
أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسْبِ وَاللِّخَافِ وَصُدْرِ الرِّجَالِ حَتَّى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي  
خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ { لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا  
عَنِتُمْ } حَتَّى خَاتِمَةَ بَرَاءَةٍ، فَكَانَتْ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ  
حَيَاتِهِ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. (۱)

”یمامہ کی جنگ میں بہت بڑی تعداد میں قرآن کے قاریوں کی شہادت ہو گئی ہے اور مجھے  
ڈر ہے کہ اسی طرح کفار کے ساتھ دوسری جنگوں میں بھی قراء حضرات بڑی تعداد میں قتل ہو  
جائیں گے اور یوں قرآن کے جاننے والوں کی بہت بڑی تعداد ختم ہو جائے گی۔ اس لیے میرا  
خیال ہے کہ آپ قرآن مجید کو (باقاعدہ کتابی شکل میں) جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ایک ایسا کام کس طرح کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی  
زندگی میں) نہیں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ اللہ کی قسم! یہ تو ایک کار خیر ہے۔  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بات مجھ سے بار بار کہتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں میرا بھی سینہ  
کھول دیا اور اب میری بھی وہی رائے ہو گئی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم: ۴۹۸۶

بیان کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے زید آپ جوان اور عقلمند ہیں، آپ کو معاملہ میں متہم بھی نہیں کیا جاسکتا اور آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھتے بھی تھے، اس لیے آپ قرآن مجید کو پوری تلاش اور محنت کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیں۔ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے کسی پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے دوسری جگہ ہٹانے کے لیے کہتے تو میرے لیے یہ کام اتنا مشکل نہیں تھا جتنا کہ ان کا یہ حکم کہ میں قرآن مجید کو جمع کر دوں۔ میں نے اس پر کہا کہ آپ لوگ ایک ایسے کام کو کرنے کی ہمت کیسے کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ ایک عمل خیر ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ جملہ برابر دہراتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی ان کی اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرح سینہ کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید (جو مختلف چیزوں پر لکھا ہوا موجود تھا) کی تلاش شروع کر دی اور قرآن مجید کو کھجور کی چھلی ہوئی شاخوں، پتلے پتھروں سے، (جن پر قرآن مجید لکھا گیا تھا) اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ سورۃ التوبہ کی آخری آیتیں مجھے ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی ملیں، یہ چند آیات مکتوب شکل میں ان کے سوا اور کسی کے پاس نہیں تھیں لہذا کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم سے سورۃ براۃ (سورۃ توبہ) کے خاتمہ تک۔ جمع کے بعد قرآن مجید کے یہ صحیفے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جب تک وہ زندہ رہے اپنے ساتھ رکھا پھر وہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہے۔“

عہد عثمانی میں جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا اور بہت سے عجمی ممالک بھی اسلامی سلطنت میں داخل ہو گئے تو وہاں کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے حصول کے لیے علماء کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ چنانچہ ہر علاقہ کے لوگ اپنے ہاں موجود علماء و قراء سے قرآن پاک سیکھنے لگے۔ مختلف قراتوں پر قرآن پاک سیکھنے سے لوگوں میں قرات قرآن پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آرمینیا اور آذربائیجان کے مقام پر لوگوں میں قراتوں کے اختلاف کی بناء پر جھگڑے ہوتے دیکھے۔ اس لیے کہ شام کے لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرات پر پڑھتے تھے جب کہ اہل عراق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض جگہوں پر تو جھگڑے اتنی سنگین نوعیت کے ہوتے کہ دونوں فریق ایک

دوسرے پر کفر کے فتوے تک لگا دیتے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ ساری صورت حال رکھی اور کہا کہ امیر المؤمنین اس سے پہلے کہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح قرآن میں اختلاف کر کے مختلف فرقوں میں بٹ جائیں آپ کوئی حل تلاش کر کے اس جھگڑے کو ختم فرمادیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جید صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد قرآن پاک کو صرف ایک قرأت پر تحریر کروانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کام کے لیے انہوں نے چار بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب فرمایا۔ جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جمع شدہ صحیفہ لے کر اسے لغت قریش میں لکھ دیں۔ اس لیے کہ قرآن اصلاً لغت قریش ہی میں نازل ہوا تھا۔ پس جب لغت قریش پر مصحف کو ترتیب دے دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی مصحف پر اور نسخے تحریر کروائے اور انہیں مکہ، مدینہ، کوفہ، شام، بصرہ، یمن اور بحرین بھیجا اور حکم دیا کہ اسی ایک نسخہ کے مطابق قرآن پڑھا جائے اور باقی تمام نسخے ختم کر دیے جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے عالم اسلام کو ایک قرأت پر جمع کر دیا۔ مختلف قرأتوں میں پڑھنا کوئی فن نہیں بلکہ ہر قبیلہ کی ضرورت اور آسانی کے لیے تھا اور جب اختلافات بڑھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہی مناسب سمجھا کہ سب لوگ ایک قرأت پر اکٹھے ہوں۔ آج مکہ و مدینہ سے لے کر تمام عالم اسلام میں اسی قرأت پر قرآن پڑھا جاتا ہے۔ لیکن بعض حضرات مختلف قرأتوں پر تلفظ بدل بدل کر پڑھنا فن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگ ایک قرأت پر جمع ہو چکے ہیں۔ اسی پر ان کا اتحاد ہے۔ اس اتحاد کو برقرار رکھنا چاہیے۔ پھر مختلف قرأتوں کا نزول لوگوں کی آسانی کے لیے تھا تا کہ تمام قبائل آسانی سے قرآن پڑھ سکیں۔ موجودہ دور میں مصحف عثمانی کی قرأت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکی ہے۔ اسی قرأت میں ان کے لیے آسانی ہے۔ اس لیے دیگر قرأتوں پر پڑھنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی کم علم آدمی دیگر قرأتوں پر پڑھنے میں احتیاط کا دامن چھوڑ بیٹھے۔

## امیر کی بے ادبی پر غصہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مَوْتَةَ فَرَأَقْنِي مَدْدٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ، فَنَحَرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جُزُورًا فَسَأَلَهُ الْمَدْدِيُّ طَائِفَةً مِنْ جِلْدِهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَاتَّخَذَهُ كَهَيْئَةِ الدَّرَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشَقَرٌ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذْهَبٌ وَسِلَاحٌ مُذْهَبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يُغْرِي بِالْمُسْلِمِينَ، فَقَعَدَ لَهُ الْمَدْدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرَّ قَبْ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ فَقْتَلَهُ وَحَازَ فَرَسَهُ وَسِلَاحَهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلْبِ. قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ. قُلْتُ: لَتَرَدَّنَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لَا عَزَّ فَتَنَكَّهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدْدِيِّ وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا خَالِدُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ اسْتَكْثَرْتُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا خَالِدُ رُدَّ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ. قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ لَهُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَمَا ذَلِكَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أَمْرًا يِي؟ لَكُمْ صَفْوَةٌ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدْرُهُ (۱)

”میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں نکلا تو اہل یمن میں سے ایک مددی میرے ساتھ ہو گیا، اس کے پاس ایک تلوار کے سوا کچھ نہ تھا، پھر ایک مسلمان نے کچھ اونٹ ذبح کئے تو مددی نے اس سے تھوڑی سی کھال مانگی، اس نے اسے دے دی، مددی نے اس کھال کو ڈھال کی شکل کا بنا لیا، ہم چلے تو رومی فوجیوں سے ملے، ان میں ایک شخص اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا، اس پر ایک سنہری زین تھی، ہتھیار بھی سنہرا تھا، اور وہ لوگوں کو مسلمانوں کے

۱- صحیح- سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الامام یمنع القاتل السلب ان رأی، رقم: ۲۷۱۹

خلاف لڑنے کے لیے اکسانے لگا تو مددی اس سوار کی تاک میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا، وہ رومی ادھر سے گزرا تو مددی نے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے، وہ گر پڑا، اور مددی اس پر چڑھ بیٹھا اور اسے قتل کر کے گھوڑا اور ہتھیار لے لیا، پھر جب اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح دی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مددی کے پاس کسی کو بھیجا اور سامان میں سے کچھ لے لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے کہا: خالد! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کے لیے سلب کا فیصلہ کیا ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، میں جانتا ہوں لیکن میں نے اسے زیادہ سمجھا، تو میں نے کہا: تم یہ سامان اس کو دے دو، ورنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ کا ذکر کروں گا، لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے لوٹانے سے انکار کیا۔ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے تو میں نے آپ سے مددی کا واقعہ اور خالد رضی اللہ عنہ کا سلوک بیان کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خالد! تم نے جو یہ کام کیا ہے اس پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟“ حضرت خالد نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے اسے زیادہ جانا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خالد! تم نے جو کچھ لیا تھا واپس لوٹا دو۔“ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: خالد! کیا میں نے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ کیا ہے؟“ عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے وہ قصہ آپ سے بتایا۔ عوف کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے، اور فرمایا: ”خالد! واپس نہ دو، کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میرے امیروں کو چھوڑ دو کہ وہ جو اچھا کام کریں اس سے تم نفع اٹھاؤ اور بری بات ان پر ڈال دیا کرو۔“

یہی روایت صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ حَمِيرٍ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ، فَأَرَادَ سَلْبَهُ، فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لِيخَالِدٍ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُعْطِيَهُ سَلْبَهُ؟ قَالَ: اسْتَكْثَرْتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: اذْفَعُهُ إِلَيْهِ، فَمَرَّ خَالِدٌ بِعَوْفٍ، فَجَزَّ بِرِدَائِهِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَعْصَبَ، فَقَالَ: لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أَمْرًا نِي؟ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتُرِعِيَ إِبِلًا، أَوْ غَنَمًا، فَرَعَاهَا، ثُمَّ تَحَيَّنَ سَقِيهَا، فَأَوْرَدَهَا

حَوْضًا، فَشَرَعَتْ فِيهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَهُ، وَتَرَكَتْ كَدْرَهُ، فَصَفَّوهُ لَكُمْ، وَكَدَّرُوهُ عَلَيْهِمْ (۱)

”حمیر (قبیلہ) کے ایک شخص نے دشمنوں میں سے ایک شخص کو مارا اور اس کا سامان لینا چاہا لیکن سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) لشکر کے سردار تھے نے نہ دیا۔ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے اس کو سامان کیوں نہ دیا؟ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ سامان بہت زیادہ تھا (تو میں نے وہ سب دینا مناسب نہ جانا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سامان اس کو دے دو۔ پھر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ، سیدنا عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے، تو سیدنا عوف رضی اللہ عنہ نے ان کی چادر کھینچتے ہوئے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آخر وہی ہوانا (یعنی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو شرمندہ کیا کہ آخر تمہیں سامان دینا پڑا) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی اور غضبناک ہو کر فرمایا: اے خالد! اس کو مت دے اے خالد! اس کو مت دے۔ کیا تم میرے سرداروں کو چھوڑنے والے ہو؟ تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے اونٹ یا بکریاں چرانے کو لیں، پھر ان کو چرایا اور ان کی پیاس کا وقت دیکھ کر حوض پر لایا، تو انہوں نے پینا شروع کیا۔ پھر صاف صاف پی گئیں اور تلچھٹ چھوڑ دیا، تو صاف (یعنی اچھی باتیں) تو تمہارے لئے اور بری باتیں سرداروں پر ہیں (یعنی بدنامی اور مواخذہ ان سے ہو)۔“

### غصہ کی وجہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے ایک اصولی بات کی تھی کہ مسلمان میدانِ جہاد میں جس کافر کو جہنم واصل کرے گا اس کے سلب شدہ سامان کا حقدار ٹھہرے گا اور اس بات پر انہوں نے امیر لشکر سے اختلاف بھی اسی لیے کیا تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ یہی اصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایات اس موقف کی دلیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا التَّقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا  
مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى جَبَلٍ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب استحقاق القاتل سلب القتل، رقم: ۱۷۵۳

فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِجْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقَالَ مَالِكُ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلْبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَهَا اللَّهُ إِذَا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُعْطِيكَ سَلْبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطِيهِ فَأَعْطَانِيهِ فَاثْبَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمْةَ فَإِنَّهُ لِأَوَّلِ مَالٍ تَأْتَلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ. (۱)

”غزوہ حنین کے لیے ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب جنگ ہوئی تو مسلمان ذرا ڈر گئے (یعنی آگے پیچھے ہو گئے)۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان کے اوپر غالب ہو رہا ہے، میں نے پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار ماری اور اس کی زرہ کاٹ ڈالی۔ اب وہ مجھ پر پلٹ پڑا اور مجھے اتنی زور سے بھینچا کہ موت کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی، آخر وہ مر گیا اور مجھے چھوڑ دیا۔ پھر میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہی اللہ عزوجل کا حکم ہے۔ پھر مسلمان پلٹے اور (جنگ ختم ہونے کے بعد) نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے لیے کوئی گواہ بھی رکھتا ہو تو اس کا تمام سامان و ہتھیار اسے ہی ملے گا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے لیے کون گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ نے دوبارہ یہی فرمایا۔ اس مرتبہ پھر میں نے دل میں کہا کہ میرے لیے کون گواہی دے گا؟ اور پھر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر اپنا فرمان دہرایا تو میں اس مرتبہ کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ فرمایا کیا بات ہے، اے ابو قتادہ! میں نے آپ ﷺ کو بتایا تو ایک صاحب (اسود بن خزاعی سلمی) نے کہا کہ یہ سچ کہتے ہیں اور ان کے مقتول کا سامان میرے پاس ہے۔ آپ میرے حق میں انہیں راضی کر دیں (کہ سامان مجھ سے نہ لیں) اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، اللہ کی قسم! اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر، جو اللہ اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین إذا عجبتمکم کثرتکم، رقم: ۴۳۲۱

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑتا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حق تمہیں ہرگز نہیں دے سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے سچ کہا، تم سامان ابوقنادہ کو دے دو۔ انہوں نے سامان مجھے دے دیا۔ میں نے اس سامان سے قبیلہ سلمہ کے محلہ میں ایک باغ خریدا اسلام کے بعد یہ میرا پہلا مال تھا، جسے میں نے حاصل کیا تھا۔“

۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا وَقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنظَرْتُ عَنْ يَمِينِي وَشِمَالِي فَإِذَا أَنَا بِغَلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةَ أَسْنَانُهُمَا تَمَنِّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعٍ مِنْهُمَا فَعَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمَّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ رَسُولَهُ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يَفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَبْتُ لِذَلِكَ فَعَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ قُلْتُ أَلَا أَنْ هَذَا صَاحِبُكُمْ الَّذِي سَأَلْتُمَانِي فَاثْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهِ رَسُولَهُ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ قَتَلَهُ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرْنَا فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَا كَمَا قَتَلَهُ سَلْبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ وَكَانَا مُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ. (۱)

”بدر کی لڑائی میں، میں صف میں کھڑا تھا۔ میں نے جو دائیں بائیں دیکھا، تو میرے دونوں طرف قبیلہ انصار کے دونوں عمر لڑ کے تھے۔ میں نے آرزو کی کاش! میں ان سے زبردست زیادہ عمر والوں کے بیچ میں ہوتا۔ ایک نے میری طرف اشارہ کیا، اور پوچھا چچا! آپ ابو جہل کو بھی پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں! لیکن بیٹے تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے؟ لڑ کے نے جواب دیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے وہ مل گیا تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہ ہوں گا جب تک ہم میں سے کوئی جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مرنے جائے، مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے نے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الخمس، باب من لم یخمس الا سلاب، رقم: ۳۱۴۱



ابو جہل دکھائی دیا جو لوگوں میں (کفار کے لشکر میں) گھومتا پھر رہا تھا۔ میں نے ان لڑکوں سے کہا کہ جس کے متعلق تم لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے، وہ سامنے ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سنبھالیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی، نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے قتل کیا ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا اپنی تلواریں تم نے صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے دونوں تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ اور اس کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا۔ وہ دونوں نوجوان معاذ بن عمرو اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔“

۳۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَتَى النَّبِيَّ وَاللَّهُ رَسَلَهُ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْقَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ وَاللَّهُ رَسَلَهُ اَطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ فَقَتَلَهُ فَنَقَلَهُ سَلْبَهُ. (۱)

”نبی کریم ﷺ کے پاس سفر میں مشرکوں کا ایک جاسوس آیا۔ (آپ ﷺ غزوہ ہوازن کے لیے تشریف لے جا رہے تھے) وہ جاسوس صحابہ کی جماعت میں بیٹھا باتیں کہیں، پھر وہ واپس چلا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے تلاش کر کے مار ڈالو۔ چنانچہ اسے (سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے) قتل کر دیا اور آپ ﷺ نے اس کے ہتھیار اور وغیرہ قتل کرنے والے کو دلوادیے۔“

مذکورہ روایات پر غور کریں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوقنادہ، معاذ بن عمرو اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم کو ان کافروں کا مال دلویا جنہیں انہوں نے قتل کیا تھا۔ پس یہ اصول رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متعین کردہ ہے کہ میدانِ جہاد میں مسلمان جس کافر کو قتل کرے گا اس کا سلب شدہ سامان قتل کرنے والے کو دے دیا جائے گا۔ اس لیے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وہ سامان واپس کرنے کا کہا تھا جو انہوں نے یمنی مجاہد سے لیا تھا اور جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو انہوں نے نبی ﷺ کی عدالت میں یہ مسئلہ رکھ دیا، چونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا موقف درست نہیں تھا اس لیے آپ ﷺ نے ان کے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الحربی إذا دخل دار السلام بغير امان، رقم: ۳۰۵۱

خلاف فیصلہ دے دیا۔ عدالت جب حقدار کو اس کا حق دے دے پھر حقدار کو مزید بولنے کی گنجائش نہیں ہوتی اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو باور کرایا کہ انہوں نے جو کہا تھا وہ کر کے دکھا دیا۔ ان کے اس رویہ میں امیر کی بے ادبی کا پہلو پایا جاتا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور ارشاد فرمایا کہ مال دوبارہ واپس لے لیا جائے۔ اس واقعہ میں نصیحت کا پہلو یہ ہے کہ اسلام نے امیر کی نافرمانی یا بے ادبی کو کسی طور پر بھی پسند نہیں کیا۔ اس لیے کہ امیر کی اطاعت میں اتحاد و اتفاق قائم رہتا ہے اور امیر کی بے ادبی یا نافرمانی سے تنظیم کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

### اطاعت امیر کا حکم

امیر کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اطاعت اور اس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ يُطِيعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي (۱)

”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“

امیر خواہ شکل و صورت میں کم تر ہو۔ اگر وہ کتاب اللہ کے موافق عمل کرتا ہے تو لوگوں کے لیے اس کی اطاعت واجب ہے۔ ام حنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ أَمَرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ - حَسِبْتُهَا قَالَتْ: أَسْوَدٌ - يَقْوَدُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَاسْمَعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا (۲)

”اگر تم پر ہاتھ پاؤں کٹا کٹا غلام بھی امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے موافق تمہیں چلانا

۱- صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية، رقم: ۱۸۳۵

۲- صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب السمع والطاعة لمن عمل بكتاب الله، رقم: ۱۸۳۸

چاہے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

امیر سے اگر اپنے مزاج کے خلاف کچھ دیکھے تو بھی صبر کا حکم ہے کہ ایسی باتوں کو برداشت کرے اور اطاعت کا عمل جاری رکھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيُصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شَبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً. (۱)

”جو شخص اپنے امیر میں کوئی ناپسند بات دیکھے تو صبر کرے امیر کی اطاعت سے اگر کوئی بالشت بھر بھی باہر نکلا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔“

جب تک امیر نیکی اور تقویٰ کا حکم دیتا ہے اور کتاب اللہ کے موافق لوگوں کو چلاتا ہے اس کی اطاعت کرنا واجب ہے خواہ وہ امیر خوبصورت ہو یا بدصورت، غلام ہو یا آزاد، اس کی بات ماننا ضروری ہے۔

نافرمانی کے امور میں اطاعت نہیں

اگر امیر کتاب اللہ کے برعکس حکم دے یا ایسا حکم ہو جس میں شریعت کی نافرمانی کا پہلو نکلتا ہو تو ایسے امر میں اطاعت جائز نہیں ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (۲)

”مسلمان پر (امیر) کی بات سننا اور ماننا واجب ہے خواہ وہ بات اسے پسند ہو یا ناپسند مگر جب نافرمانی کی بات ہو تو اسے نہ سننا چاہیے اور نہ ماننا چاہیے۔“

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ سَرِيَّةً، فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ، فَغَضِبَ،

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الامر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن، رقم: ۱۸۳۹

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية، رقم: ۱۸۳۹

فَقَالَ: أَلَيْسَ أَمَرَ كُمْ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُطِيعُونِي؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَاجْمَعُوا لِي حَطَبًا، فَجَمَعُوا، فَقَالَ: أَوْقِدُوا نَارًا، فَأَوْقَدُوهَا، فَقَالَ: ادْخُلُوهَا، فَهَمُّوا، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا، وَيَقُولُونَ: فَرَزْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنَ النَّارِ، فَمَازَالُوا حَتَّى خَمَدَتِ النَّارُ، فَسَكَنَ غَضَبُهُ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ. (۱)

”نبی کریم ﷺ نے ایک مختصر لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر ایک انصاری صحابی (عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ) کو بنایا اور لشکریوں کو حکم دیا کہ سب اپنے امیر کی اطاعت کریں پھر امیر کسی وجہ سے غصہ ہو گئے اور اپنے فوجیوں سے پوچھا کہ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے میری اطاعت کرنے کا حکم نہیں فرمایا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تم سب لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں تو امیر نے حکم دیا کہ اس میں آگ لگاؤ اور انہوں نے آگ لگا دی۔ اب انہوں نے حکم دیا کہ سب اس میں کود جاؤ۔ وہ کود جانا ہی چاہتے تھے کہ ان میں سے بعض نے بعض کو روکا اور کہا کہ ہم تو اس آگ ہی کے خوف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے ہیں۔ ان باتوں میں وقت گزر گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ اس کے بعد امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس میں کود جاتے تو پھر قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ اطاعت کا حکم صرف نیک کاموں میں ہے۔“

آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ اطاعت کا حکم صرف اور صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔ نافرمانی میں کسی بھی امیر کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم ہے۔ گناہ اور نافرمانی میں اطاعت کرنا درحقیقت برائی میں معاونت کرنا ہے اور برائی میں معاونت کرنے والا گناہ میں حصہ دار ہوتا ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب سرية عبد الله بن حذافة السهمي، رقم: ۳۳۴۰

## اپنے دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاطر غصہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةً، فَأَغْضَبَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ، فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضَبًا، فَاتَّبَعَهُ أَبُو بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ، فَلَمْ يَفْعَلْ، حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِي وَجْهِهِ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: وَنَحْنُ عِنْدَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا صَاحِبُكُمْ هَذَا فَقَدْ غَامَرَ، قَالَ: وَنَدِمَ عُمَرُ عَلَى مَا كَانَ مِنْهُ، فَأَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَقَصَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالْخَبَرَ، قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: وَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ، يَقُولُ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ إِنِّي قُلْتُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: صَدَقْتُ (۱)

”حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ بحث ہو گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غصہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے لوٹ آئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ

بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گئے، معافی مانگتے ہوئے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معاف نہیں

کیا اور (گھر پہنچ کر) اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ اس وقت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ صاحب (یعنی

ابوبکر رضی اللہ عنہ) ناراض آئے ہیں۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے طرز عمل پر نادم

ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے اور سلام کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے۔ پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ

میں آ گئے۔ ادھر ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار یہ عرض کر رہے تھے: یا رسول اللہ! واقعی میری ہی زیادتی تھی۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً، رقم: ۴۶۴۰

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ جب میں نے کہا تھا کہ اے انسانو! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں، تم سب کی طرف، تو تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اس وقت ابو بکر نے کہا تھا کہ آپ سچے ہیں۔“

### غصے کی وجہ

علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

الدَّلَالَةُ عَلَى فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ عَلَى جَمِيعِ الصَّحَابَةِ، وَلَيْسَ يَنْبَغِي لِلْفَاضِلِ أَنْ يُغَاضِبَ مَنْ هُوَ أَفْضَلُ مِنْهُ (۱)

”یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت حاصل ہے اور اسی طرح کسی صاحب فضیلت کو یہ لائق نہیں کہ وہ اپنے سے افضل پر غصہ کا اظہار کرے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ صحابہ میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے غصے ہونا اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر چل کے گئے اور ان سے معافی مانگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا خیال نہ کرنا اور دروازہ بند کر لینا درست نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ناپسند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا رنج محسوس کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے سب سے پرانے اور گہرے دوست ہیں اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم اس دوستی کو جانتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دوستی کا بھی بھرم نہیں رکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوست کی خاطر شدید غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا: کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ نہیں سکتے ہو؟

### کائنات بھر کے لوگوں کے نام پیغام

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک بڑا

۱۔ عمدۃ القاری، شرح صحیح البخاری، ۱۶/۱۸۰

مقام ہے اور ان کے مناقب میں بہت سی احادیث زبان نبوت سے صادر ہوئیں اور آپ ﷺ نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت بھی دی۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے ان کی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کو پسند نہیں کیا اور انہیں پیغام دے دیا کہ تمہیں میری خاطر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کو چھوڑنا ہوگا اور آپ ﷺ نے جو کلمات ارشاد فرمائے قابل توجہ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي صَاحِبِي؟ ”کلمہ تارکون، ترک سے ہے ترک کے دو معانی ہوتے ہیں (۱) چھوڑنا (۲) الگ کرنا۔ اگر چھوڑنے کا معنی کریں تو مطلب ہوگا کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ سکتے ہو؟ اور اگر دوسرا معنی مراد لیں تو مطلب ہوگا کیا تم لوگ مجھے میرے ساتھی سے جدا کرنا چاہتے ہو؟ پھر ناراضگی کرنے والے اکیلے عمر رضی اللہ عنہ تھے جبکہ صیغہ استعمال کیا تارِكُونَ جو جمع کا صیغہ ہے۔ اگر اکیلا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنا ہوتا تو یوں کہتے هَلْ أَنْتَ تَارِكٌ لیکن مفرد کی بجائے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا اور اس کے شروع میں ضمیر بھی جمع مخاطب کی استعمال فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ اکیلا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں کہہ رہے بلکہ کائنات بھر کے لوگوں سے مخاطب ہو کے فرما رہے ہیں لوگو! کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ نہیں سکتے ہو؟ تم ان سے ناراضگی چھوڑ دو ان سے بغض رکھنا چھوڑ دو۔ ان کے خاندان سے دشمنی چھوڑ دو۔ اپنی زبان اور عمل سے ہر ایسا عمل چھوڑ دو جس سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچے اور دوسرے معنی کے مطابق کائنات بھر کے لوگوں سے تعجب سے پوچھا جا رہا ہے تم لوگ مجھے میرے دوست سے الگ کرنا چاہتے ہو؟ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے وہ تو میرے سفر کا ساتھی، حضر کا ساتھی، غار کا ساتھی، راز کا ساتھی اور قبر کا بھی ساتھی ہے اور کب سے آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا مَعَهُ إِلَّا خَمْسَةٌ أَعْبُدُ وَأَمْرَاتَانِ وَأَبُوبَكْرٍ (۱)

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت دیکھا ہے جب آپ ﷺ کے ساتھ (اسلام

لانے والوں میں صرف) پانچ غلام، دو عورتوں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔“

اس وقت سے لے کر آپ ﷺ کی وفات تک زندگی کے ہر موڑ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذًا خلیلاً، رقم ۳۶۶۰

آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور اس بات کی گواہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اس وقت دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا جانے والا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے گواہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَدَعَا اللَّهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وُضِعَ مِرْفَقُهُ عَلَى مَنْكِبِي، يَقُولُ: رَحِمَكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، لِأَنِّي كَثِيرًا مَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ وَفَعْلَتُ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتُ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. (1)

”سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے، اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا، اتنے میں ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آ کر میرے شانوں پر اپنی کہنیاں رکھ دیں اور (عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے) کہنے لگے اللہ آپ پر رحم کرے۔ مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہونے کی سعادت عطا کرے گا، میں اکثر رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا کرتا تھا کہ ”میں اور ابوبکر اور عمر تھے“، میں نے اور ابوبکر اور عمر نے یہ کام کیا“، میں اور ابوبکر اور عمر گئے“ اس لیے مجھے یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔“

یہ روایت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی رسول اللہ ﷺ سے دوستی کی روشن مثال ہے کہ داماد رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کے ساتھ جیسا تعلق رہا ہے وہ تعلق ایسا ہے جو وفات کے بعد بھی نہیں ٹوٹے گا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کا شرف ملے گا۔ پس

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو كنت مستخذا خليلا، رقم: ۳۶۷۷



آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تم مجھے میرے دوست سے الگ کرنا چاہتے ہو یہ تمہارے لیے ممکن نہیں ہے۔ غور کرنا چاہیے ان لوگوں کو جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ تا حشر وہ ایسا نہیں کر سکیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میری خاطر میرے دوست کو چھوڑ سکتے ہو؟ یعنی تمہیں اور نہیں تو میرا خیال تو ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہتے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کے لیے مجالس پبا کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کیا قیامت والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر ان کا خیال کریں گے؟

### مختصر مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ

لسان نبوت سے مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ پر بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک درج کی جا رہی ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي (۱) ”اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کو اپنا جانی دوست بنا سکتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے ذہنی بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔“

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام صحابہ سے بڑھ کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت تھی۔ حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں لشکر سے واپس آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا:

أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ، فَقَالَ: أَبُو هَارٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ، قَالَ: ثُمَّ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَدَّرَ رَجَالًا. (۲)

”آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ سے۔ میں

۱- صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم ۳۶۵۔

۲- صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب من فضائل ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ، رقم: ۲۳۸۴۔

نے پوچھا، اور مردوں میں؟ فرمایا کہ ان کے باپ سے۔ میں نے پوچھا، اس کے بعد؟ فرمایا کہ عمر بن خطاب سے۔ اس طرح آپ ﷺ نے کئی آدمیوں کے نام لیے۔“

(۳) رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ بعض دفعہ آپ ﷺ ان کی عدم موجودگی میں کوئی مسئلہ ذکر فرماتے تو آپ ﷺ لوگوں کے ایمان و ایقان کو مضبوط کرنے کے لیے فرماتے اس پر میرا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بھی ایمان ہے۔ یہ کسی آدمی پر گہرے اعتماد کی علامت ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں اور اس سے پوچھے اور اس کی رائے جانے بغیر کہہ دیا جائے کہ اس کا بھی اس پر ایمان ہے۔ یعنی آپ ﷺ جانتے ہیں کہ میں نے جو بھی فرما دیا ابو بکر رضی اللہ عنہ اس پر کیوں یا کیسے کا سوال ہی نہیں کریں گے بلکہ آنکھیں بند کر کے اس پر یقین کر لیں گے۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: بَيْنَمَا رَاعِي فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ، فَقَالَ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي، وَبَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقْرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا وَلَكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ، قَالَ: النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِنِّي أُوْمِنُ بِذَلِكَ وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. (۱)

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ بھیڑیا آ گیا اور ریوڑ سے ایک بکری اٹھا کر لے جانے لگا۔ چرواہے نے اس سے بکری چھڑانی چاہی تو بھیڑیا بول پڑا۔ درندوں والے دن اس کی رکھوالی کرنے والا کون ہوگا جس دن میرے سوا اور کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک شخص گائے کو اس پر سوار ہو کر لیے جا رہا تھا، گائے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ میری پیدائش اس کے لیے نہیں ہوئی ہے۔ میں تو کھیتی باڑی کے کاموں کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ وہ شخص بول پڑا۔ سبحان اللہ! (جانور انسانوں کی طرح باتیں کرے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ان واقعات پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ، لو كنت متخذًا خليلاً، رقم: ۲۶۶۳

یہی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المزارعة میں بھی نقل فرمائی اور اس کے آخر میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ اس دن ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس مجلس میں موجود نہیں تھے۔

(۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے پر متعدد روایات موجود ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ، فَقُلْتُ: لَا لَزَمَنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَلَا كُونَنَ مَعَهُ يَوْمِي هَذَا، قَالَ: فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالُوا: خَرَجَ وَوَجَّهَ هَاهُنَا فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى دَخَلَ بَيْتَ أَرِيْسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَاجَتَهُ، فَتَوَضَّأْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى بَيْتِ أَرِيْسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقِيهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبَيْتِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ، فَقُلْتُ: لَا كُونَنَ بَوَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْيَوْمَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟، فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: انْذِنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى قُلْتُ: لِأَبِي بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَعَهُ فِي الْقَفِّ وَدَلَّى رِجْلِيهِ فِي الْبَيْتِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَشَفَ عَنْ سَاقِيهِ، ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيُلْحَقُنِي، فَقُلْتُ: إِنْ يَرِدِ اللَّهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيدُ أَخَاهُ يَأْتِ بِهِ فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحْرِكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟، فَقَالَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: انْذِنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَجِئْتُ فَقُلْتُ: ادْخُلْ وَبَشِّرْكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ، فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْقَفِّ عَنْ يَسَارِهِ وَدَلَّى رِجْلِيهِ فِي الْبَيْتِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ، فَقُلْتُ: إِنْ يَرِدِ اللَّهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَأْتِ بِهِ فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُحْرِكُ الْبَابَ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟، فَقَالَ: عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقُلْتُ: عَلَى رِسْلِكَ فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: انْذِنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ، فَجِئْتُ فَقُلْتُ: لَهُ ادْخُلْ وَبَشِّرْكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقَفَّ قَدْ مَلَى فَجَلَسَ

وَجَاهَهُ مِنَ الشَّقِّ الْآخِرِ، قَالَ: شَرِيكَ بِنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَعِيدُ بِنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوْلَتْهَا قُبُورَهُمْ. (۱)

”انہوں نے ایک دن اپنے گھر میں وضو کیا اور اس ارادہ سے نکلے کہ آج دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو وہاں موجود لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے چکے ہیں اور آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا اور آخر میں نے دیکھا کہ آپ (قباء کے قریب) برار ریس میں داخل ہو رہے ہیں، میں دروازے پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب آپ قضائے حاجت کر چکے اور آپ نے وضو بھی کر لیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ برار ریس (اس باغ کے کنویں) کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی پنڈلیاں آپ نے کھول رکھی ہیں اور کنویں میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے پوچھا کہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ابو بکر! میں نے کہا تھوڑی دیر ٹھہر جائیے۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو بکر دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔ میں دروازہ پر آیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اندر تشریف لے آئیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اسی کنویں کی منڈیر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکالیے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں کو بھی کھول لیا۔ پھر میں واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں آتے وقت اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ آنے والے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا، کاش اللہ تعالیٰ فلاں کو خبر دے دیتا۔ ان کی مراد اپنے بھائی سے تھی اور انہیں یہاں پہنچا دیتا۔ اتنے میں کسی صاحب نے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم ۳۶۷۴

دروازے پر دستک دی میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ کہا کہ عمر بن خطاب۔ میں نے کہا: تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جائیے، چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہیں اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں واپس آیا اور کہا اندر تشریف لے آئیے اور آپ کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ بھی داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ اسی منڈیر پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچتا رہا کہ اگر اللہ تعالیٰ فلاں (ان کے بھائی) کے ساتھ خیر چاہے گا تو اسے یہاں پہنچا دے گا، اتنے میں ایک اور صاحب آئے اور دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ بولے کہ عثمان بن عفان میں نے کہا تھوڑی دیر کے لیے رک جائیے، میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو ان کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں دروازے پر آیا اور میں نے ان سے کہا کہ اندر تشریف لے آئیے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ وہ جب داخل ہوئے تو دیکھا چبوترے پر جگہ نہیں ہے اس لیے وہ دوسری طرف آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل لی ہے (کہ اسی طرح بنیں گی)۔“

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے واضح الفاظ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ یہی نہیں بلکہ جنت کے آٹھوں دروازوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آواز دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرِّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا عَلَيَّ مِنْ دُعِيٍّ مِنْ

تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضُرُورَةٍ، فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا، قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ. (۱)

”جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلا یا جائے گا جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلا یا جائے گا جو روزہ دار ہوگا اسے ”باب الریان“ سے بلا یا جائے گا اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازہ سے بلا یا جائے گا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں، آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلا یا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔“

جنت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آواز دے گی اس لیے بھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سردار جنت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَبُو بَكْرٍ، وَعَمْرٌ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، وَالْآخِرِينَ، إِلَّا النَّبِيِّينَ، وَالْمُرْسَلِينَ، لَا تُخْبِرُهُمَا يَا عَلِيُّ مَا دَامَا حَيَّيْنِ. (۲)

”ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نبیوں اور رسولوں کے علاوہ جملہ اولین و آخرین میں سے ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہوں گے، اے علی! جب تک وہ دونوں زندہ رہیں انہیں یہ بات نہ بتانا“

ادھیڑ عمر جنتیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ادھیڑ عمر ہو کر مرے ہیں کیونکہ جنت میں کوئی ادھیڑ عمر کا نہیں ہوگا سب جوان ہوں گے، کھول جمع ہے کھل کی، اور کھل مردوں میں وہ ہے جس کی عمر تیس سے متجاوز ہوگئی ہو، اور بعضوں نے کہا چالیس سے اور بعضوں نے تینتیس سے پچپن تک، اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان اس عمر تک پہنچ کر انتقال کر گئے ہیں یہ دونوں یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جنت میں ان کے سردار ہوں گے، یا کہولت سے کنایہ رہے عقل و شعور اور فہم و فراست کی پختگی پر

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، رقم: ۱۸۹۷

۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الایمان، باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، رقم: ۹۵

یعنی جو دانا اور فہمیدہ لوگ جنت میں ہوں گے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کے سردار ہوں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کے بعد خلافت کے مستحق یہی ہیں اس لئے کہ جب جنت میں یہ سردار ہوں گے تو دنیا کی سرداری میں کیا شک رہا۔

### شرافت و نجابت

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شرافت و نجابت کی گواہی کافر بھی دیتے تھے اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ کے لیے نکلے اس وقت مکہ کے ایک کافر سردار نے انہیں یہ کہہ کر روک لیا تھا کہ آپ جیسا معزز اور شریف آدمی مکہ کی وادی سے نہیں جاسکتا اور اس نے کہا کہ میں آپ کو اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کافر لوگ آپ کو تنگ نہیں کریں گے۔ یعنی کافر بھی سمجھتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسے لوگ مکہ کی زینت اور اس وادی کا حسن ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَلَمَّا ابْتَلَى الْمُسْلِمُونَ، خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرَكَ الْعِمَادِ، لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ، فَقَالَ: أَيَنْ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ فَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يَخْرُجُ، فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ، فَأَعْبُدَ رَبَّكَ بِيْلَادِكَ، فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَارْجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلَهُ وَلَا يَخْرُجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الْكَلَّ، وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ، فَأَنْقَذَتْ قُرَيْشُ جَوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَأَمَّنُوا أَبَا بَكْرٍ، وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مَرَّ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ، وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ، وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِهِ، فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا، قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ، وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَأَ لِأَبِي بَكْرٍ قَابِتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ، فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءَ الْمُشْرِكِينَ، وَأَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَاءً، لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى

ابن الدغنة فقدم عليهم، فقالوا له: إنا كنا أجزنا أبا بكرٍ على أن يعبد ربه في داره، وإنه جاوز ذلك، فابتنى مسجدًا ببناء داره، وأعلن الصلاة والقراءة، وقد خشينا أن يفتن أبناءنا ونساءنا فأتته، فإن أحب أن يقتصر على أن يعبد ربه في داره فعل، وإن أبى إلا أن يعلن ذلك، فسله أن يرد إليك ذمتك، فإننا كرهنا أن نخفرك ولسنا مقيرين لأبي بكرٍ الاستعلان، قالت عائشة: فأتى ابن الدغنة أبا بكرٍ، فقال: قد علمت الذي عقدت لك عليه، فإما أن تقتصر على ذلك، وإما أن ترد إلي ذمتي، فإني لا أحب أن تسمع العرب، أتني أخفرت في رجلٍ عقدت له، قال أبو بكرٍ: إني أزد إليك جوارك، وأرضى بجوار الله (١)

”جب مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف میں مبتلا کر دیا گیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک غماد کے مقام پر پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قبیلہ قارہ کے سردار مالک ابن الدغنے سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابو بکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ اس پر مالک بن الدغنے نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جاسکتا ہے۔ آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے۔ چنانچہ ابن الدغنے اپنے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابو بکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا۔ اور نہ اسے نکالا جاسکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے جو صلہ رحمی کرتا ہے، مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ قریش نے ابن الدغنے کی امان کو مان لیا۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ پھر ابن الدغنے سے کہا کہ ابو بکر کو اس کی تاکید کر دینا کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الکفالة، باب جوار ابی بکر فی عہد النبی ﷺ، رقم: ۲۲۹۸



ہی میں کر لیا کریں۔ وہاں جس طرح چاہیں نماز پڑھیں، اور قرآن کی تلاوت کریں، لیکن ہمیں ان چیزوں کی وجہ سے کوئی ایذا نہ دیں اور نہ اس کا اظہار کریں، کیونکہ ہمیں اس کا ڈر ہے کہ کہیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ ابن الدغنے نے یہ باتیں جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سنائیں تو آپ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کرنے لگے۔ نہ نماز میں کسی قسم کا اظہار کرتے اور نہ اپنے گھر کے سوا کسی دوسری جگہ تلاوت کرتے۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں بعد ایسا کیا کہ آپ نے اپنے گھر کے سامنے نماز کے لیے ایک جگہ بنالی۔ اب آپ ظاہر ہو کر وہاں نماز پڑھنے لگے۔ اور اسی پر تلاوت قرآن کرنے لگے۔ پس پھر کیا تھا مشرکین کے بچوں اور ان کی عورتوں کا مجمع لگنے لگا۔ سب حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے انہیں دیکھتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ جب قرآن پڑھنے لگتے تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اس صورت حال سے اکابر مشرکین قریش گھبرائے اور سب نے ابن الدغنے کو بلا بھیجا۔ ابن الدغنے ان کے پاس آیا تو ان سب نے کہا کہ ہم نے تو ابو بکر کو اس لیے امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت گھر کے اندر ہی کریں گے، لیکن وہ تو زیادتی پر اتر آئے اور گھر کے سامنے نماز پڑھنے کی ایک جگہ بنالی ہے۔ نماز بھی سب کے سامنے ہی پڑھنے لگے ہیں اور تلاوت بھی سب کے سامنے کرنے لگے ہیں۔ ڈر ہمیں اپنی اولاد اور عورتوں کا ہے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اس لیے اب تم ان کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اس پر تیار ہو جائیں کہ اپنے رب کی عبادت صرف اپنے گھر کے اندر ہی کریں، پھر تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر انہیں اس سے انکار ہو تو تم ان سے کہو کہ وہ تمہاری امان تمہیں واپس کر دیں۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری امان کو ہم توڑ دیں، لیکن اس طرح انہیں اظہار اور اعلان بھی کرنے نہیں دیں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے بعد ابن الدغنے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے وہ شرط جس پر میرا آپ سے عہد ہوا تھا۔ اب یا تو آپ اس شرط کی حدود میں رہیں یا میری امان مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب کے کانوں تک یہ بات پہنچے کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی لیکن وہ امان توڑ دی گئی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں میں تو بس اپنے اللہ کی امان سے خوش ہوں۔“

اس سے یہ بھی پتا چلا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نہایت عبادت گزار اور سوز و رقت سے قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے تھے اور عبادت کے معاملہ میں کسی بھی قسم کی مفاہمت کرنے والے نہیں تھے۔ پس انہوں نے ابن الدغنے کی دی ہوئی امان کو واپس کر دیا اور عبادت میں مفاہمت نہیں کی۔

### غیرتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انتہائی حلیم طبع انسان تھے۔ بڑی سے بڑی بات کو بھی ہنس کے برداشت کر لیتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کوئی تنقید برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ اس موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غصہ میں آ جاتے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ کے بھاگ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مشتعل ہو گئے اور انہوں نے عروہ بن مسعود کو گالی تک دے ڈالی۔ جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے کبھی کسی نے گالی نہیں سنی تھی لیکن عروہ کو پہلی بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے گالی اس لیے سننی پڑی کہ اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانثاری پر شک کیا تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کے کیسے بھاگ سکتے ہیں جن کے ساتھ ہمارا دین اور ایمان وابستہ ہے۔ صحیح بخاری میں عروہ بن مسعود کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکالمہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

فَقَالَ عُرْوَةُ: عِنْدَ ذَلِكَ أَيُّ مُحَمَّدٍ، أَرَأَيْتَ إِنْ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَنَحَ أَهْلَهُ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، فَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى وُجُوهًا وَإِنِّي لَأَرَى أَوْشَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُّوا وَيَدْعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِيقُ: امْضُ بَطْرَ اللَّاتِ، أَنْحُنْ نَفْرُ عَنْهُ وَنَدَعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لِأَجْبُثُكَ (۱)

”عروہ نے اس وقت کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بتائیے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام و نشان

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ ﷺ پر غالب آگئے) تو میں اللہ کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ مختلف قبائل کے لوگ ہیں۔ اس وقت یہ سب لوگ بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے امصص بظر اللات۔ (جا، لات کی شرم گاہ چاٹ) کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔“

عروہ نے کہا ابو بکر تمہارا مجھ پر ایک احسان ہے جس کا میں بدلہ نہیں چکا سکا۔ معلوم ہوا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صرف امت مسلمہ پر ہی احسانات نہیں ہیں کافر بھی ان کے احسانات کے زیر بار ہیں۔

### خاندان ابی بکر رضی اللہ عنہ کی برکات

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا خاندان ایک بابرکت خاندان تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بات معروف تھی اسی لیے جب آیات تیمم کا نزول ہوا تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا ”اے خاندان ابی بکر یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے یعنی تمہاری وجہ سے اور بھی برکات کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عَقْدُ لِي، فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَي التَّمَاثِيهِ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَي مَاءٍ، فَأَتَى النَّاسُ إِلَي أَبِي بَكْرٍ الصِّدِيقِ، فَقَالُوا: أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ؟ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَي مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَضَعَ رَأْسَهُ عَلَي فَخِذِي قَدْ نَامَ، فَقَالَ: حَبَسَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَي مَاءٍ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحْرُكِ إِلَّا مَكَانَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَي مَاءٍ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حِينَ أَصْبَحَ عَلَي غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيْمُمِ

فَتَيَمَّمُوا، فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحَضِيرِ: مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَتْ: فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعُقْدَ تَحْتَهُ. (۱)

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار کھو گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا ”عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس ہے۔“ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد (رضی اللہ عنہ) مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچو کے لگائے۔ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا۔ اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔“ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا۔ پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہمارا سی کے نیچے سے مل گیا۔“

روشن ستارے کی مانند

جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلند مقام سے نوازا ہے اسی طرح جنت میں بھی ان کا مقام ایسے ہوگا جیسے آسمان کی بلندیوں پر چمکنے والا ستارہ ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى يَرَاهُمْ مَنْ أَسْفَلَ مِنْهُمْ، كَمَا يَرَى الْكُوكَبَ الطَّالِعَ فِي الْأَفْقِ مِنَ آفَاقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعَمَرَ مِنْهُمْ، وَأَنْعَمًا. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التیمم، رقم: ۳۳۳

۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الكتاب فی الایمان، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ۹۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بلند درجے والوں کو (جنت میں) نچلے درجہ والے ایسے دیکھیں گے جس طرح چمکتا ہوا ستارہ آسمان کی بلندیوں میں دیکھا جاتا ہے، اور ابو بکر و عمر بھی ان ہی میں سے ہیں، اور ان میں سب سے فائق و برتر ہیں“

ہجرت کے ساتھی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم مرتبہ سے نوازا ہے کہ انہیں سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سفر بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دو سفر بہت اہمیت رکھتے ہیں ایک معراج کا سفر اور دوسرا ہجرت کا سفر۔ معراج کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل امین تھے اور ہجرت کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہجرت کا سفر جو انتہائی رازداری کا سفر تھا۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر جانا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد کی دلیل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے نہایت اختصار کے ساتھ اس سفر کا حال ذکر کیا ہے جس میں جا بجا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جانثاری اور وفاداری کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”ایک دن ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹھے ہوئے تھے سخت دوپہر تھی کہ کسی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر رومال ڈالے تشریف لارہے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہمارے یہاں اس وقت آنے کا نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ ایسے وقت میں آپ کسی خاص وجہ سے ہی تشریف لارہے ہوں گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اجازت دی تو آپ اندر داخل ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اس وقت یہاں سے تھوڑی دیر کے لیے سب کو اٹھا دو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہاں اس وقت تو سب گھر کے ہی آدمی ہیں، میرے باپ آپ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یا رسول اللہ! کیا مجھے رفاقت سفر کا شرف حاصل ہو سکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا

ہوں ان دونوں میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے! نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن قیمت سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر ہم نے جلدی جلدی ان کے لیے تیاریاں شروع کر دیں اور کچھ توشہ ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے پٹکے کے دو ٹکڑے کر کے تھیلے کا منہ اس سے باندھ دیا اور اسی وجہ سے ان کا نام ذات النطاقین (دو پٹکے والی) پڑ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جبل ثور کے غار میں پڑاؤ کیا اور تین راتیں گزاریں۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ رات وہیں جا کر گزارا کرتے تھے، یہ نوجوان بہت سمجھدار تھے اور ذہین بے حد تھے۔ سحر کے وقت وہاں سے نکل آتے اور صبح سویرے ہی مکہ پہنچ جاتے جیسے وہیں رات گزاری ہو۔ پھر جو کچھ یہاں سنتے اور جوان حضرات کے خلاف کارروائی کے لیے کوئی تدبیر کی جاتی اسے محفوظ رکھتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو تمام اطلاعات یہاں آپہنچاتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے تھے اور جب کچھ رات گزر جاتی تو انہیں غار میں لاتے تھے۔ آپ اسی پر رات گزارتے اس دودھ کو گرم لوہے کے ذریعہ گرم کر لیا جاتا تھا۔ صبح منہ اندھیرے ہی عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غار سے نکل آتے تھے ان تین راتوں میں روزانہ ان کا یہی دستور تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنی الدیل جو بنی عبد بن عدی کی شاخ تھی، کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لیے اجرت پر اپنے ساتھ رکھا تھا۔ یہ شخص راستوں کا بڑا ماہر تھا۔ آل عاص بن وائل سہمی کا یہ حلیف بھی تھا اور کفار قریش کے دین پر قائم تھا۔ ان بزرگوں نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ قراریہ پایا تھا کہ تین راتیں گزار کر یہ شخص غار ثور میں ان سے ملاقات کرے گا۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں اونٹنیاں لے کر (آ گیا) اب عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور یہ راستہ بتانے والا ان حضرات کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے ساحل کے راستے سے ہوتے ہوئے۔

سراقہ بن جعشم بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آئے اور یہ پیش کش کی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے یا قید کر لائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سواونٹ دیئے جائیں گے۔ میں اپنی قوم بنی مدج کی ایک مجلس میں

بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا ایک آدمی سامنے آیا اور ہمارے قریب کھڑا ہو گیا۔ ہم ابھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے کہا سراقہ! ساحل پر میں ابھی چند سائے دیکھ کر آ رہا ہوں میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی ہی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ سراقہ نے کہا میں سمجھ گیا اس کا خیال صحیح ہے لیکن میں نے اس سے کہا کہ وہ لوگ نہیں ہیں میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے ہمارے سامنے سے اسی طرف گئے ہیں۔ اس کے بعد میں مجلس میں تھوڑی دیر اور بیٹھا رہا اور پھر اٹھتے ہی گھر گیا اور لونڈی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جائے اور وہیں میرا انتظار کرے، اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پشت کی طرف سے باہر نکل آیا میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا ہوا چلا گیا اور اوپر کے حصے کو چھپائے ہوئے تھا۔ (سراقہ یہ سب کچھ اس لیے کر رہا تھا کہ کسی کو خبر نہ ہو ورنہ وہ بھی ان کے انعام میں شریک ہو جائے گا) میں گھوڑے کے پاس آ کر اس پر سوار ہوا اور صبار فتاری کے ساتھ اسے لے چلا، جتنی جلدی کے ساتھ بھی میرے لیے ممکن تھا، آخر میں نے ان کو پا ہی لیا۔ اسی وقت گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ لیکن میں کھڑا ہو گیا اور اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا اس میں سے تیر نکال کر میں نے فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال (اب بھی) وہ نکلی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ لیکن میں دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کی پرواہ نہیں کی۔ پھر میرا گھوڑا مجھے تیزی کے ساتھ دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ آخر جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت سنی، نبی کریم ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے، تو میرے گھوڑے کے آگے کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے جب وہ ٹخنوں تک دھنس گیا تو میں اس کے اوپر گر پڑا اور اسے اٹھنے کے لیے ڈانٹا میں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑا ہونے کی کوشش کی تو اس کے اگلے پاؤں سے منتشر سا غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے تیروں سے فال نکالی لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال آئی جسے میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو امان کے لیے پکارا۔ میری آواز پر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ ان تک برے ارادے کے ساتھ پہنچنے سے جس

طرح مجھے روک دیا گیا تھا اسی سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اس لیے میں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کے مارنے کے لیے سوانٹ انعام کا اعلان کیا ہے۔ پھر میں نے آپ کو قریش کے ارادوں کی اطلاع دی۔ میں نے ان حضرات کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمایا مجھ سے کسی اور چیز کا بھی مطالبہ نہیں کیا صرف اتنا کہا کہ ہمارے متعلق رازداری سے کام لینا لیکن میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے ایک امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے چمڑے کے ایک رقعہ پر تحریر امن لکھ دی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے۔ ابن شہاب نے بیان کیا اور انہیں عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سفید پوشاک پیش کی۔ ادھر مدینہ میں بھی مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی مکہ سے ہجرت کی اطلاع ہو چکی تھی اور یہ لوگ روزانہ صبح مقام حرہ تک آتے اور انتظار کرتے رہتے لیکن دوپہر کی گرمی کی وجہ سے (دوپہر کو) انہیں واپس جانا پڑتا تھا۔ ایک دن جب بہت طویل انتظار کے بعد سب لوگ آگئے اور اپنے گھر پہنچ گئے تو ایک یہودی اپنے ایک محل پر کچھ دیکھنے چڑھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا کہ چلے آ رہے ہیں۔ یہودی بے اختیار چلا اٹھا کہ اے عرب کے لوگو! تمہارے یہ بزرگ سردار آگئے جن کا تمہیں انتظار تھا۔ مسلمان ہتھیار لے کر دوڑ پڑے اور نبی کریم ﷺ کا مقام حرہ پر استقبال کیا۔ آپ نے ان کے ساتھ داہنی طرف کا راستہ اختیار کیا اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کیا۔ یہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ انصار کے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو سلام کر رہے تھے۔ لیکن جب نبی کریم ﷺ پر دھوپ پڑنے لگی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے نبی کریم ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت سب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں تقریباً دس راتوں تک قیام کیا اور وہ مسجد



(قبا) جس کی بنیاد تقویٰ پر قائم ہے وہ اسی دوران تعمیر ہوئی اور آپ نے اس میں نماز پڑھی پھر (جمعہ کے دن) نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور صحابہ بھی آپ کے ساتھ پیدل روانہ ہوئے۔ آخر آپ کی سواری مدینہ منورہ میں اس مقام پر آ کر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس مقام پر چند مسلمان ان دنوں نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ جگہ سہیل اور سہل (رضی اللہ عنہما) دو یتیم بچوں کی تھی اور کھجور کا یہاں کھلیان لگتا تھا۔ یہ دونوں بچے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھے جب آپ کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی ہمارے قیام کی جگہ ہو گی۔ اس کے بعد آپ نے دونوں یتیم بچوں کو بلایا اور ان سے اس جگہ کا سودا کرنا چاہتا کہ وہاں مسجد تعمیر کی جاسکے۔ دونوں بچوں نے کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہم یہ جگہ آپ کو مفت دے دیں گے، لیکن نبی کریم ﷺ نے مفت قبول کرنے سے انکار کیا۔ زمین کی قیمت ادا کی اور وہیں مسجد تعمیر کی۔ اس کی تعمیر کے وقت خود آپ ﷺ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹوں کے ڈھونے میں شریک تھے۔ اینٹ ڈھوتے وقت آپ فرماتے جاتے تھے کہ ”یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ کے یہاں باقی رہنے والا ہے اس میں بہت طہارت اور پاکی ہے“ اور نبی کریم ﷺ دعا فرماتے تھے کہ ”اے اللہ! اجر تو بس آخرت ہی کا ہے پس، تو انصار اور مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔“ (۱)

### تدبر و حکمت

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے تدبر و حکمت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ انتہائی نازک حالات میں بھی وہ اپنے حواس کو برقرار رکھتے۔ جس جگہ بڑے بڑے بہادر لوگ ڈمگ جاتے وہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نہیں سہارا دینے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے جس طرح مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو برقرار رکھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَاتَ وَاللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَلِكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللَّهُ فَلَيَقْطَعَنَّ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرة النبي ﷺ واصحابه الى المدينة، رقم: ۳۹۰۶

أَيْدِي رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي طُبْتُ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللَّهُ الْمَوْتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلَى رِسْلِكَ، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ فَحَمِدَ اللَّهَ أَبُو بَكْرٍ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا أَقْدَمَاتٍ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، وَقَالَ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (سورة الزمر آية ٢٠)، وَقَالَ: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ (سورة آل عمران آية ١٤٢)، قَالَ: فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُونَ، قَالَ: وَاجْتَمَعَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ، فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَنَهُ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ، يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ بِذَلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيْتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ، فَقَالَ: فِي كَلَامِهِ نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ، فَقَالَ: حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللَّهِ لَا نَفْعَ لَنَا مِنْ أَمِيرٍ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا وَلَكِنَّا الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا، فَبَايَعُوا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا، وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس وقت مقام سخ میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اللہ کی قسم اس وقت میرے دل میں یہی خیال تھا اور میں کہتا تھا کہ اللہ آپ کو ضرور اس بیماری سے اچھا کر کے اٹھائیں گے اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ کی موت کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر آپ کی نعش مبارک کے اوپر سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ

پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا۔ اس کے بعد آپ باہر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اے قسم کھانے والے! ذرا تامل کر۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھ گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: لوگو! دیکھو اگر کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پوجتا تھا (یعنی یہ سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں وفات پائیں گے) تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ کی پوجا کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ ہے اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔ (پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سورۃ الزمر کی یہ آیت پڑھی) اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ "اے پیغمبر! آپ بھی وفات پانے والے ہیں اور وہ بھی فوت ہوں گے۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَنْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں۔ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزار بندوں کو بدلہ دینے والا ہے۔" راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ راوی نے بیان کیا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہوگا (دونوں مل کر حکومت کریں گے) پھر ابو بکر، عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ان کی مجلس میں پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نے ایسا صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت پسند تھی پھر بھی مجھے ڈرتھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی برابری اس سے بھی نہیں ہو سکے گی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (جماعت انصار) وزراء ہو۔ اس پر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے کہ نہیں اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے، ایک امیر ہم

میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں ہم امراء ہیں تم وزراء ہو (وجہ یہ ہے کہ) قریش کے لوگ سارے عرب میں شریف خاندان شمار کیے جاتے ہیں اور ان کا ملک (یعنی مکہ) عرب کے بیچ میں ہے تو اب تمہیں اختیار ہے یا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو یا ابو عبیدہ بن جراح کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔“ (۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذاً خليلاً، رقم: ۳۶۶۸

## حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے امامت کروانے پر غصہ

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا اسْتَعِزَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا عِنْدَهُ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، دَعَاهُ بِلَالٌ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: مُرُوا مَنْ يُصَلِّي لِلنَّاسِ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَمْعَةَ فَإِذَا عُمَرُ فِي النَّاسِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ غَائِبًا، فَقُلْتُ: يَا عُمَرُ قُمْ فَصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، فَلَمَّا سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَوْتَهُ وَكَانَ عُمَرُ رَجُلًا مُجَهَّرًا، قَالَ: فَأَيْنَ أَبُو بَكْرٍ؟ يَا أَبَى اللَّهِ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ يَا أَبَى اللَّهِ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ، فَتَبَعَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَجَاءَ بَعْدَ أَنْ صَلَّى عُمَرُ تِلْكَ الصَّلَاةَ، فَصَلَّى بِالنَّاسِ (۱)

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوئی اور میں آپ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ تھا اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کی اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی سے کہو جو لوگوں کو نماز پڑھائے“ عبداللہ بن زمعہ نکلے تو دیکھا کہ لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ موقع پر موجود نہ تھے، میں نے کہا: اے عمر! اٹھیے نماز پڑھائیے، تو وہ بڑھے اور انہوں نے اللہ اکبر کہا، وہ بلند آواز شخص تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی آواز سنی تو فرمایا: ”ابو بکر کہاں ہیں؟ اللہ کو یہ پسند نہیں اور مسلمانوں کو بھی، اللہ کو یہ پسند نہیں اور مسلمانوں کو بھی“ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھا چکنے کے بعد آئے تو انہوں نے لوگوں کو (پھر سے) نماز پڑھائی۔“

سنن ابی داؤد میں اس روایت سے متصل بعد کی روایت میں حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ

کے یہ الفاظ موجود ہیں:

لَمَّا سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ صَوْتَ عُمَرَ، قَالَ ابْنُ زَمْعَةَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَطْلَعَ رَأْسَهُ مِنْ حُجْرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: لَا لِأَلَا لِيَصِلَ لِلنَّاسِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ، يَقُولُ ذَلِكَ مُغْضَبًا. (۲)

۱- حسن صحیح سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب السنۃ، باب فی استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۶۶۰

۲- صحیح سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب السنۃ، باب فی استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ۴۶۶۱

”جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو آپ نکلے یہاں تک کہ حجرے سے اپنا سر نکالا، پھر فرمایا: ”نہیں، نہیں، نہیں، ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکر) کو چاہئے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں“ آپ ﷺ یہ غصے میں فرما رہے تھے۔“

غصے کی وجہ

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھائے آپ ﷺ کو یہ پسند نہیں ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے غصہ کا اظہار فرمایا اور دوبارہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھوائی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نبی ﷺ کے بعد آپ کے منبر اور مصلیٰ کے وارث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے: **بَابُ فِي إِسْتِخْلَافِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ** (باب ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں۔) یعنی امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اشارہ مراد لیا ہے اور یہ اشارہ بالکل واضح ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کوئی اور جماعت نہیں کروا سکتا تو خلافت بھی نہیں سنبھال سکتا۔ مذکورہ حدیث کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اشارہ موجود ہے۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ،  
ثُمَّ قُلْتُ: يَا أَبَى اللَّهِ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ، أَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ وَيَأْتِي الْمُؤْمِنُونَ (۱)

”میرا ارادہ ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور انہیں (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو) خلیفہ بنا دوں تاکہ اس پر کسی دعویٰ کرنے والے یا اس کی خواہش رکھنے والے کے لیے کوئی گنجائش نہ رہے لیکن پھر میں نے سوچا کہ اللہ خود (کسی دوسرے کو خلیفہ) نہیں ہونے دے گا اور مسلمان بھی اسے پسند نہیں کریں گے۔ یا (آپ نے اس طرح فرمایا کہ) اللہ پسند نہیں فرمائیں گے اور مسلمان کسی اور کو خلیفہ نہ ہونے دیں گے۔“

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے الاستخلاف ”اپنے بعد کسی کو خلیفہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، رقم: ۷۲۱۷

متعین کرنا، یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان فرمادیں پھر یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ اور مومنین میرے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کی خلافت قبول نہیں کریں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ منبر پر بیٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ عَبْدًا خَيْرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ، وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ، فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: فَدَيْنَاكَ يَا بَابِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهُ، وَقَالَ النَّاسُ: انظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدِ خَيْرِهِ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ وَهُوَ، يَقُولُ: فَدَيْنَاكَ يَا بَابِنَا وَأُمَّهَاتِنَا، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخْتِيرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَابِهِ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبُو بَكْرٍ إِلَّا خَلَّةَ الْإِسْلَامِ لَا يَبْقَيْنَ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةٌ أَبِي بَكْرٍ. (۱)

”اپنے ایک نیک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو دنیا کی نعمتوں کو اپنے لیے پسند کر لے یا جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے (آخرت میں) اسے پسند کر لے۔ اس بندے نے اللہ تعالیٰ کے ہاں ملنے والی چیز کو پسند کر لیا۔“ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ (حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) ہمیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اس رونے پر حیرت ہوئی، بعض لوگوں نے کہا اس بزرگ کو دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کے متعلق خبر دے رہے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی نعمتوں اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں سے کسی کے پسند کرنے کا اختیار دیا تھا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ لیکن درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ان دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ اس بات سے واقف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرة النبي ﷺ واصحابه، رقم: ۳۹۰۴

کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی صحبت اور مال کے ذریعہ مجھ پر احسان کرنے والے ابو بکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بنا سکتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا البتہ اسلامی رشتہ ان کے ساتھ کافی ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ اب کھلا ہوا باقی نہ رکھا جائے سوائے ابو بکر کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازے کے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا ذکر کیا اور فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا باقی سب دروازے جو مسجد میں کھلنے والے ہیں بند کر دیے جائیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میری وفات کے بعد صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں گے جو مسجد میں کھلنے والے دروازے سے ہو کر تمہاری امامت کروانے کے لیے آئیں گے۔ کسی اور کا یہ حق نہیں ہے اس لیے باقی سب دروازے بند کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَنَخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. (۱)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں جب ہمیں صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔“

حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيْتُ أَنْ يَقُولَ: عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ أَنْتَ، قَالَ: مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. (۲)

”میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل صحابی کون ہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا پھر کون ہیں؟ انہوں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۵۵

۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، لو کنت متخذاً خلیلاً، رقم: ۳۶۷۱



نے بتلایا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب (میں نے پوچھا کہ اس کے بعد؟) کہہ دیں گے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس لیے میں نے خود کہا، اس کے بعد آپ ہیں؟ یہ سن کر وہ بولے کہ میں تو صرف عام مسلمانوں کی جماعت کا ایک شخص ہوں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حقدار بھی وہی تھے جو سب سے افضل ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَتْ امْرَأَةُ النَّبِيِّ ﷺ فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ، قَالَتْ: أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ  
كَأَنَّهَا تَقُولُ الْمَوْتُ، قَالَ ﷺ: إِنْ لَمْ تَجِدِيْنِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ. (۱)

”ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: پھر آنا۔ اس نے کہا: اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ وفات کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھے نہ پاسکو تو ابوبکر کے پاس چلی جانا۔“

گزشتہ روایات سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کا فیصلہ اپنی زندگی میں ہی فرما دیا کہ میرے بعد امامت کے وارث ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کسی بھی اور آدمی کی امامت کو قبول نہیں کیا اور اس روایت سے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قاضی کا فیصلہ بھی فرما دیا اس لیے اس خاتون سے فرمایا کہ اگر تم آؤ اور مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی جانا یعنی میرے بعد تمہارے جھگڑوں کے فیصلے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے۔ جب امام ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے، قاضی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے تو خلیفہ وہ کیوں نہیں ہوں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بعد صدیقین کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ  
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ، لو كنت متخذًا خلیلاً، رقم: ۳۶۵۹

۲۔ النساء: ۶۹

”جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ کتنے اچھے ہیں یہ رفیق۔“

اللہ تعالیٰ نے ترتیب میں سب سے پہلے انبیاء کا ذکر کیا اور پھر صدیقین، شہداء اور صالحین کا یعنی نبی کے بعد صدیق کا رتبہ ہے اور آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کے لقب سے نوازا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ أَحَدًا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: اثْبُتْ أَحَدًا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصَدِيقٌ وَشَهِيدَانِ. (۱)

”جب نبی کریم ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر احد پہاڑ پر چڑھے تو احد کانپ اٹھا، آپ ﷺ نے فرمایا ”احد! قرار پکڑ کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔“

قرآن کی یہی ترتیب نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں برقرار رکھی ہے کہ پہلے نبی کا ذکر کیا پھر صدیق اور پھر شہید کا اور اللہ تعالیٰ نے یہی ترتیب وفات میں بھی برقرار رکھی ہے کہ پہلے نبی ﷺ فوت ہوئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب لو كنت متخذاً خليلاً، رقم: ۳۶۷۵

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خاطر غصہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَيْشًا وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ فَأَصَابَ جَارِيَةً فَأُنْكَرُوا عَلَيْهِ، وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا: إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرْنَا بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنَ السَّفَرِ بَدَّوْا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَامَ الثَّانِي فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ الثَّلَاثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا، فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْغَضَبُ يُعْرِفُ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: مَا تَرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تَرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ مَا تَرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ؟ إِنْ عَلَيَّامِنِي وَأَنَا مِنْهُ، وَهُوَ وَلِيٌّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِي (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، چنانچہ وہ اس لشکر کے ساتھ گئے، پھر ایک لونڈی سے انہوں نے جماع کر لیا لوگوں نے ان پر نکیر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چار آدمیوں نے طے کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ہم ملیں گے تو حضرت علی نے جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں ہم آپ کو بتائیں گے، اور مسلمان جب سفر سے لوٹتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے اور آپ کو سلام کرتے تھے، پھر اپنے گھروں کو جاتے، چنانچہ جب یہ لشکر لوٹ کر آیا اور لوگوں نے آپ کو سلام کیا تو ان چاروں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت علی نے ایسا ایسا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر دوسرا کھڑا ہوا تو دوسرے نے بھی وہی بات کہی جو پہلے نے کہی تھی تو آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا، پھر

۱۔ صحیح سنن ترمذی للالبانی، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۱۲

تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی وہی بات کہی، تو اس سے بھی آپ نے منہ پھیر لیا، پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا تو اس نے بھی وہی بات کہی جو ان لوگوں نے کہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ علی کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ تم لوگ علی کے سلسلہ میں کیا چاہتے ہو؟ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور علی دوست ہے ہر اس مومن کا جو میرے بعد آئے گا۔“

### غصے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی قسم کی تفتیش کرنے کی بجائے فرمایا ”علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔“ جس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا درست کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتراض شاید اس وجہ سے تھا کہ وہ سمجھے مالِ غنیمت سے اس طرح لونڈی لینا خیانت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمْسَ، وَكُنْتُ أَبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدْ اغْتَسَلَ، فَقُلْتُ لِيخَالِدٍ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا؟ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: يَا بَرِيدَةُ، أَتَبْغِضُ عَلِيًّا؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: لَا تَبْغِضُهُ، فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمْسِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. (۱)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (یمن) بھیجا تا کہ غنیمت کے خمس کو ان سے لے آئیں۔ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناپسندیدگی تھی اور میں نے انہیں غسل کرتے دیکھا تو خالد رضی اللہ عنہ سے کہا تم دیکھتے ہو علی رضی اللہ عنہ نے کیا کیا (اور ایک لونڈی سے صحبت کی) پھر جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے آپ سے بھی اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا (بریدہ) کیا تمہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بغض ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں، فرمایا علی سے دشمنی نہ رکھنا کیونکہ ان کا خمس (غنیمت کے پانچویں حصے) میں اس سے بھی زیادہ حق تھا۔“

مذکورہ روایت میں اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہیں ہے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب و خالد بن ولید رضی اللہ عنہما، الی یمن، رقم: ۲۳۵۰

کہ کوئی آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے

حضرت زہر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے میں

فرمایا:

وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسْمَةَ، إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَاللَّهِ رَسُولِي إِلَيَّ: أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا  
مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا مُنَافِقٌ (۱)

”مجھے اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھ (علی رضی اللہ عنہ) سے صرف مومن ہی محبت رکھے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔“

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس روایت کو کتاب الایمان میں نقل فرما کے اس پر باب قائم کیا ہے الدلیل علی أن حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہ من الایمان ”اس بات کی دلیل کہ انصار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان سے ہے۔“ امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن نسائی میں یہ روایت ان الفاظ میں نقل فرمائی:

قَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَاللَّهِ رَسُولِي إِلَيَّ أَنَّهُ: لَا يُحِبُّكَ إِلَّا الْمُؤْمِنُ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ. (۲)

”علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے سے مجھ سے عہد کیا کہ ”تم سے صرف مومن ہی محبت کرے گا، اور تم سے صرف منافق ہی بغض رکھے گا اور نفرت کرے گا۔“

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو کتاب الایمان میں نقل کر کے اس پر باب قائم کیا ہے علامۃ الایمان ”ایمان کی علامت“۔ گویا ائمہ حدیث کے ہاں اس حدیث کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا منافق کی نشانیوں میں

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن حب الانصار وعلی رضی اللہ عنہ من الایمان، رقم: ۱۳۱

۲۔ صحیح سنن نسائی للالبانی، کتاب الایمان وشرائعه، باب علامۃ الایمان، رقم: ۵۰۱۸

سے ایک نشانی ہے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت سے اللہ کی محبت ملتی ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ الَّتِي حَجَّ، فَنَزَلَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَأَمَرَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً، فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَلَسْتُ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: أَلَسْتُ أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟ قَالُوا: بَلَى، قَالَ: فَهَذَا أَوْلَىي مَنْ أَنَا مَوْلَاهُ، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اللَّهُمَّ عَادِمِنْ عَادَاهُ. (۱)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر آئے، آپ نے راستے میں ایک جگہ نزول فرمایا اور عرض کیا: الصلاة جامعة اور سب کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ”کیا میں مومنوں کی جانوں کا مومنوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا میں ہر مومن کا اس کی جان سے زیادہ حقدار نہیں ہوں؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ (علی رضی اللہ عنہ) دوست ہیں اس کے جس کا میں دوست ہوں، اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ، جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیہ انداز میں فرمایا ہے ”اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔“ پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دعا ہے کہ اس آدمی کو اللہ کی محبت نصیب ہو جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہے اسے اللہ کی دشمنی ملے۔ ثابت ہوا کہ محبت الہی کے حصول کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا ضروری ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا:

لَأَعْطِينَ الزَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، قَالَ: فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لِيَلْتَهُمْ

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الكتاب فی الايمان، باب فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۱۱۶

أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُلُّهُمْ يَزْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقَالُوا: يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ فَأَثَوْنِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَّ أَحْتَى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، فَقَالَ عَلِيُّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقَاتِلْهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا، فَقَالَ: أَنْفِذْ عَلَيَّ رِسْلَكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللَّهِ فِيهِ، فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْزُ النَّعَمِ. (۱)

”کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا، راوی نے بیان کیا کہ رات کو لوگ یہ سوچتے رہے کہ دیکھیے جھنڈا کسے ملتا ہے، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ کی خدمت میں سب حضرات (جو سر کردہ تھے) حاضر ہوئے، سب کو امید تھی کہ علم انہیں ہی ملے گا، لیکن آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں کسی کو بھیج کر بلو الو، جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی، اس سے انہیں ایسی شفاء حاصل ہوئی جیسے کوئی مرض پہلے تھا ہی نہیں، چنانچہ آپ نے جھنڈا ان کو عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان سے اتنا لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں (یعنی مسلمان بن جائیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی یوں ہی چلتے رہو، جب ان کے میدان میں اتر تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اللہ کے ان پر کیا حقوق واجب ہیں، اللہ کی قسم اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دیدے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“

یہی روایت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ، فَقَالَ: أَنَا تَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَخَرَجَ عَلَيَّ فَلِحَقَّ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءَ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا اللَّهُ فِي صَبَاحِهَا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَأُعْطِينَ الرَّايَةَ أَوْ لِيَأْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۰۱

اللَّهُ وَرَسُولُهُ، أَوْ قَالَ: يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيِّ وَمَا نَزَّجُوهُ،  
فَقَالُوا: هَذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ. (۱)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بوجہ آنکھ دکھنے کے نہیں آسکے تھے، پھر انہوں نے سوچا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک نہ ہو سکوں گا چنانچہ گھر سے نکلے اور آپ کے لشکر سے جا ملے، جب اس رات کی شام آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرمائی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ایک ایسے شخص کو علم دوں گا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ کل (ایک ایسا شخص علم کو لے گا جس سے اللہ اور اس کے رسول کو محبت ہے یا آپ نے یہ فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح عنایت فرمائے گا، اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے، حالانکہ ان کے آنے کی ہمیں امید نہیں تھی لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں علی رضی اللہ عنہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم انہیں دے دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر کو فتح کر دیا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت کے سامنے اس بات کی گواہی دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے اور یہ بھی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب رسول بھی ہیں اور محبوب الہی بھی ہیں۔ یہی روایت ابن ماجہ میں بھی ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ میدان جنگ سے بھاگنے والے بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو لَيْلَى يَسْمُرُ مَعَ عَلِيٍّ، فَكَانَ يَلْبَسُ ثِيَابَ الصَّيْفِ فِي الشِّتَاءِ، وَثِيَابَ الشِّتَاءِ فِي الصَّيْفِ، فَقُلْنَا: لَوْ سَأَلْتَهُ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ إِلَيَّ وَأَنَا أَرْمُدُ الْعَيْنِ يَوْمَ خَيْبَرَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرْمُدُ الْعَيْنِ، فَتَفَلَّ فِي عَيْنِي ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبُرْدَ، قَالَ: فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا أَوْ لَبْرَدًا بَعْدَ يَوْمِئِذٍ، وَقَالَ: لَأُبْعَثَنَّ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ، لَيْسَ بِفَرَارٍ فَتَشَوَّفَ لَهَا النَّاسُ، فَبَعَثَ إِلَيَّ عَلِيًّا فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۷۰۲

۲۔ حسن، سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب فی الایمان وفضائل الصحابہ، باب فضل علی بن ابی طالب، رقم: ۱۱۷



”حضرت ابو یلیٰ رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت کیا کرتے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گرمی کے کپڑے جاڑے میں اور جاڑے کے کپڑے گرمی میں پہنا کرتے تھے، ہم نے ابو یلیٰ سے کہا: کاش آپ ان سے اس کا سبب پوچھتے تو بہتر ہوتا، پوچھنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (جواباً) کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غزوہ خیبر کے موقع پر اپنے پاس بلا بھیجا، اس وقت میری آنکھیں دکھ رہی تھیں، اور (حاضر خدمت ہو کر) میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، میں آشوب چشم میں مبتلا ہوں، آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن لگایا، پھر دعا فرمائی: ”اے اللہ اس سے سردی اور گرمی کو دور رکھ“۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس دن کے بعد سے آج تک میں نے سردی اور گرمی کو محسوس ہی نہیں کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں ایسے آدمی کو (جہاد کا قائد بنا کر) بھیجوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کرتے ہیں، اور وہ میدان جنگ سے بھاگنے والا نہیں ہے۔“

لوگ ایسے شخص کو دیکھنے کے لیے گردنیں اونچی کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور جنگ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں دے دیا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب پر بہت سی احادیث موجود ہیں۔ یہاں چند روایات صرف محبت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی حقیقی محبت عطا فرمائے۔

## کافر قوم کی مشابہت اختیار کرنے والے پر غصہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ، عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ طَيَالِسِيَّةٍ، مَكْفُوفَةٌ بِدِيْبَاجٍ، أَوْ مَرْزُورَةٌ بِدِيْبَاجٍ، فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا يُرِيدُ أَنْ يَرْفَعَ كُلَّ رَاعٍ ابْنِ رَاعٍ، وَيَضَعَ كُلَّ فَارِسٍ ابْنَ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُغْضَبًا، فَأَخَذَ بِمَجَامِعِ جُبَّتِهِ، فَاجْتَذَبَهُ، وَقَالَ: لَا أَرَى عَلَيْكَ ثِيَابَ مَنْ لَا يَعْقِلُ، ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَجَلَسَ، فَقَالَ: إِنَّ نُوحًا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، دَعَا ابْنَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي قَاصِرٌ عَلَيْكُمَا الْوَصِيَّةَ، أَمْرُ كَمَا بَأْتِنْتَيْنِ، وَأَنْهَا كَمَا عَنِ اثْنَتَيْنِ، أَنْهَا كَمَا عَنِ الشَّرِكِ وَالْكَبْرِ، وَأَمْرُ كَمَا بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا فِيهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ، وَوُضِعَتْ لِإِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ فِي الْكِفَّةِ الْآخَرَى، كَانَتْ أَرْجَحَ، وَلَوْ أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا حَلْقَةً، فَوُضِعَتْ لِإِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِمَا، لَفَصَمْتُهُمَا، أَوْ لَقَصَمْتُهُمَا، وَأَمْرُ كَمَا بِسُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، فَإِنَّهَا صَلَاةٌ كُلِّ شَيْءٍ، وَبِهَا يُزْرَقُ كُلُّ شَيْءٍ (۱)

ایک مرتبہ نہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا جس نے بڑا قیمتی جبہ پہنا ہوا تھا جس پر دیباج و ریشم کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس ساتھی نے تو مکمل طور پر فارس ابن فارس (نسلی فارسی) آدمی کی وضع اختیار کر رکھی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کے یہاں چرواہوں کی نسل ختم ہو جائے گی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے میں کھڑے ہو کر اس کے جبے کو مختلف حصوں سے پکڑ کر جمع کیا اور فرمایا کہ کیا میں تمہارے جسم پر بیوقوفوں کا لباس نہیں دیکھ رہا؟ پھر فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں، جس میں میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں۔

ممانعت شرک اور تکبر سے کرتا ہوں اور حکم اس بات کا دیتا ہوں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار

۱۔ صحیح مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم، رقم: ۷۱۰۱

کرتے رہنا کیونکہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ کو دوسرے پلڑے میں تو لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ والا پلڑا جھک جائے گا اور اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک مبہم حلقہ ہوتیں تو لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ انہیں خاموش کر دیتا اور دوسرا یہ کہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ کا ورد کرتے رہنا کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اس کے ذریعے ہر مخلوق کو رزق ملتا ہے۔

### غصے کی وجہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اُمت محمدیہ کے پاس اسلام کی مکمل اور اتم صورت موجود ہے۔ پہلی شریعتیں مکمل نہیں تھیں جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اسی طرح ان پر نازل ہونے والی شریعت بھی آخری ہے۔ اس آخری شریعت کا ہر پہلو مکمل ہے۔ اس کی معاشرت اور کلچر، خوبصورت اور جامع ہے۔ ہمیں کسی قوم کی نقالی کی ضرورت نہیں ان کی معاشرت اور رہن سہن کا انداز پرانا ہے بلکہ بعض جگہ تو جاہلیت کی سوچ اور تکبر کا غلبہ ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر قوم کی نقالی سے منع فرمایا ہے۔ مذکورہ حدیث میں ایک دیہاتی کا واقعہ ہے کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا تو اس کے جسم پر اہل فارس کے جیسا لباس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اچھا نہیں لگا کہ کوئی اسلامی لباس کو چھوڑ کے فارسی لباس زیب تن کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اس لیے کہ مشابہت کرنے والے کا عمل دو باتوں کا پتہ دیتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ جس قوم کی مشابہت کر رہا ہے اسے اس کے ساتھ محبت ہے اور دوسرا یہ کہ وہ اس قوم سے مرعوب ہے۔ یہ دونوں صورتیں اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہیں۔ اسلام دیگر ادیان سے ممتاز ہے اور اس کا اپنا ایک طرہ امتیاز ہے۔ بقول اقبال

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر قوموں کی نقالی سے منع فرمایا ہے تاکہ ان سے مرعوبیت کا تاثر

پیدا نہ ہو اور ایک مسلمان کے دل میں اسلامی ثقافت اور معاشرت کی محبت قائم رہے۔

## کافر قوم کی مشابہت

مذکورہ روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان قابل توجہ ہے جب آپ ﷺ نے دیہاتی کو مکمل فارسی لباس میں دیکھا تو فرمایا: ”ایسا لگتا ہے جیسے اس کے ہاں سے چرواہوں کی نسل ختم ہو جائے گی۔“ چرواہوں کی نسل سے آپ ﷺ کی مراد عربی دیہاتی ثقافت ہے اور آپ ﷺ نے یہ جملہ بول کر ایک انتہائی اہم امر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ اگر ایک آدمی کافر قوم کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے تو اس کا اثر اس کی نسل پر پڑتا ہے، اس کی اولاد بھی آہستہ آہستہ اس کے رنگ میں رنگی جائے گی اور چند نسلوں کے بعد وہ اپنی ثقافت کو بھول جائیں گے اور مکمل طور پر غیر قوم کا رنگ اختیار کر لیں گے۔ انہیں اپنی شناخت بھول جائے گی جبکہ اس کا ذمہ دار گھر کا وہ سربراہ ہے جس نے اپنے عمل سے اسے بنیاد فراہم کی۔ آپ ﷺ کے بہت سے فرامین ہیں جن میں آپ ﷺ نے کافر قوم کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ چند احادیث اس بارے میں درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حَذِيفَةَ فَاسْتَسْقَى، فَسَقَاهُ مَجُوسِيٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدْحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ: لَمْ أَفْعَلْ هَذَا وَلَكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ. (۱)

”لوگ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

نے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے ان کو پانی (چاندی کے پیالے میں) لا کر دیا۔ جب اس نے پیالہ ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے پیالہ اس پر پھینک مارا اور کہا اگر میں نے اسے بارہا اس سے منع نہ کیا ہوتا (کہ چاندی کے برتن میں مجھے کچھ نہ دیا کرو) آگے وہ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ میں اس سے یہ معاملہ نہ کرتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ریشم و دیبا نہ پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتن میں کچھ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کچھ کھاؤ کیونکہ یہ چیزیں ان (کفار کے لیے) دنیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ، باب الاکل فی اثناء مفضض، رقم: ۲۴۲۶

میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔“

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعْصَفَرَانِ، فَقَالَ: هَذِهِ ثِيَابُ الْكُفَّارِ، فَلَا تَلْبَسُهَا. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا، وہ دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے تھے، آپ

نے فرمایا: یہ کفار کا لباس ہے، اسے مت پہنو۔“

☆ جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى، فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ الْإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ، وَتَسْلِيمَ النَّصَارَى الْإِشَارَةُ بِالْأَكْفِ (۲)

”جو کافر قوم سے مشابہت کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت نہ

کرو اس لیے کہ یہودی انگلی کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں اور نصاریٰ ہتھیلی کے اشارہ سے۔“

☆ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يَصْلُونَ فِي نِعَالِهِمْ، وَلَا خِيفَتِهِمْ (۳)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو، کیونکہ نہ وہ اپنے جوتوں میں نماز

پڑھتے ہیں اور نہ اپنے موزوں میں۔“

☆ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى مَشِيخَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيضٍ لِحَاهُمْ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ حَمِرُوا وَصَفِرُوا، وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ. قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَسَرَّوْنَ وَلَا يَأْتِرُونَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَسَرَّوْا وَانْتَرُوا وَخَالِفُوا أَهْلَ الْكِتَابِ. قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَخَفُونَ وَلَا يَنْتَعِلُونَ. قَالَ: فَقَالَ

۱- صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینة، باب ذکر النهی عن لبس المعصفر، رقم: ۵۳۱۶

۲- حسن۔ سنن ترمذی للالبانی، ابواب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی کراهیة اشارة الید بالسلام، رقم: ۲۶۹۵

۳- صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی النعل، رقم: ۶۵۲

النَّبِيِّ ﷺ: فَتَخَفُّوْا وَانْتَعِلُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ. قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقْضُوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ. قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: قُضُوْا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ (۱)

،، ایک مرتبہ نبی ﷺ انصار کے کچھ عمر رسیدہ افراد کے پاس ،، جن کی داڑھیاں سفید ہو چکی تھیں، تشریف لائے اور فرمایا اے گروہ انصار! اپنی داڑھیوں کو سرخ یا زرد کر لو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں، تہبند نہیں باندھتے نبی ﷺ نے فرمایا تم شلوار بھی پہن سکتے ہو اور تہبند بھی باندھ سکتے ہو، البتہ اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل کتاب موزے پہنتے ہیں، جوتے نہیں پہنتے نبی ﷺ نے فرمایا تم موزے بھی پہنا کرو اور جوتے بھی پہنا کرو اور اس طرح اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل کتاب داڑھی کٹاتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا تم مونچھیں تراشا کرو اور داڑھیاں بڑھایا کرو اور اس طرح اہل کتاب کی مخالفت کیا کرو۔“

مذکورہ روایات پر غور کریں آپ ﷺ نے مجوسیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور مشرکین کی مشابہت سے روکا ہے۔ آپ ﷺ کے دور میں یہی بڑے مذاہب تھے اور ان کے بڑے بڑے گروہ تھے۔ ابھی روم و ایران فتح نہیں ہوئے تھے اور روم و ایران اس وقت کی سپر طاقتیں تھیں، زمین کے بڑے حصہ پر ان کا غلبہ اور اثر و رسوخ تھا۔ آپ ﷺ نے اس وقت ان کی مرعوبیت سے نکالنے کے لیے مسلمانوں کو ایک جداگانہ اور امتیازی حیثیت دی اور انہیں اغیار کی نقالی سے نکال کر اسلامی تہذیب سے محبت کا درس دیا اور انہیں یہ باور کرایا کہ اسلامی ثقافت ایک ایسی لازوال ثقافت ہے کہ اس کا مقابلہ دنیا کی کسی بھی ثقافت سے کروایا جائے تو اسلامی تہذیب و ثقافت ممتاز نظر آئیں گی۔ موجودہ دور میں جو لوگ یورپ کی نقالی میں مرے جا رہے ہیں اور مرعوبیت کا شکار ہیں انہیں آپ ﷺ کے مذکورہ فرامین پر غور کرنا چاہیے۔

۱۔ صحیح۔ مسند احمد تعلق شعيب الارنؤوط، حديث أبي امامة الباهلي، رقم: ۲۲۲۸۳

## عبادت میں دوسروں کے لیے تنگی پیدا کرنے پر غصہ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي وَاللَّهِ لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فِيهَا، قَالَ: فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفِرِينَ، فَأَيْكُمْ مَا صَلَى بِالنَّاسِ فَلْيُوجِزْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ. (۱)

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں صبح کی جماعت میں فلاں (امام معاذ بن جبل یا ابی بن کعب رضی اللہ عنہما) کی وجہ سے شرکت نہیں کر پاتا کیونکہ وہ ہمارے ساتھ اس نماز کو بہت لمبی کر دیتے ہیں۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و نصیحت کے وقت اس سے زیادہ غضب ناک کبھی نہیں دیکھا جیسا کہ آپ اس دن تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ نمازیوں کو نفرت دلانے والے ہیں، پس تم میں سے جو شخص بھی لوگوں کو نماز پڑھانے سے اختصار سے کام لینا چاہے کیونکہ جماعت میں بوڑھے، بچے اور ضرورت مند سب ہی ہوتے ہیں۔“

غصے کی وجہ

وہ عبادت جو کمزوروں کے لیے آزمائش بن جائے اور وہ لوگ فرضی عبادت کی بجا آوری سے بھی گھبرانے لگیں وہ پسندیدہ عبادت نہیں۔ ایسے امام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا ہے جو اپنی لمبی عبادت کی وجہ سے کمزوروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُ قَوْمَهُ، فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقْرَةِ فَانصَرَفَ الرَّجُلُ، فَكَانَ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: فَتَانٌ، فَتَانٌ،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب هل يقضى القاضى او يفتى وهو غضبان، رقم: ۷۱۵۹

فَتَانٌ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، أَوْ قَالَ: فَاتِنًا، فَاتِنًا، فَاتِنًا، وَأَمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُتَّصِلِ، قَالَ عَمْرُو: لَا أَحْفَظُهُمَا. (۱)

”معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورۃ البقرہ شروع کی۔ (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس کو برا بھلا کہنے لگے۔ یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو فرمایا تو آزمائش میں ڈالنے والا ہے، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنے والا، آزمائش میں ڈالنے والا ہے، تین بار فرمایا۔ یا یوں فرمایا کہ تو فسادی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو حکم فرمایا کہ مفصل کے بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا۔)“

یہی روایت سنن ابی داؤد میں ذرا تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں مروی ہے:

كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤَمِّنُنَا، قَالَ مَرَّةً: ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ، فَأَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةَ الصَّلَاةِ، وَقَالَ مَرَّةً: الْعِشَاءُ، فَصَلَّى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، ثُمَّ جَاءَ يَوْمٌ قَوْمُهُ فَقَرَأَ الْبَقْرَةَ، فَأَعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَصَلَّى، فَقِيلَ: نَافَقْتَ يَا فُلَانُ، فَقَالَ: مَا نَافَقْتُ، فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤَمِّنُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاضِحٍ وَنَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، وَإِنَّهُ جَاءَ يَوْمًا فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقْرَةِ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ، أَفَتَانٌ أَنْتَ، أَفَتَانٌ أَنْتَ، أَفَرُّ أَبْكَدًا، أَفَرُّ أَبْكَدًا، قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى. (۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر لوٹتے تو ہماری امامت کراتے تھے۔ ایک روایت میں ہے: پھر وہ لوٹتے تو اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز دیر سے پڑھائی اور ایک روایت میں ہے: عشاء دیر سے پڑھائی، چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر واپس آ کر اپنی قوم کی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من شكا امامه إذا طول، رقم: ۷۰۵

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، ابواب تفریح افتتاح الصلاة، باب فی تخفیف الصلاة، رقم: ۷۹۰



امامت کی اور سورۃ البقرہ کی قرأت شروع کر دی تو ان کی قوم میں سے ایک شخص نے جماعت سے الگ ہو کر اکیلے نماز پڑھ لی، لوگ کہنے لگے: اے فلاں! تم نے منافقت کی ہے؟ اس نے کہا: میں نے منافقت نہیں کی ہے، پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! معاذ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر یہاں سے واپس جا کر ہماری امامت کرتے ہیں، ہم لوگ دن بھر اونٹوں سے کھیتوں کی سینچائی کرنے والے لوگ ہیں، اور اپنے ہاتھوں سے محنت و مزدوری کا کام کرتے ہیں (اس لیے تھکے ماندے ہوتے ہیں) معاذ نے آ کر ہماری امامت کی اور سورۃ البقرہ کی قرأت شروع کر دی (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے اور آزمائش میں ڈالو گے؟ کیا تم لوگوں کو فتنے اور آزمائش میں ڈالو گے؟ فلاں اور فلاں سورۃ پڑھا کرو۔“ ابو بکر نے کہا کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا): ”تم سبغ اسم ربك الأعلى، واللیل اذا يغشى پڑھا کرو“

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے لمبی نماز پڑھانے پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش ہونا چاہیے تھا کہ وہ خود بھی لمبی عبادت کر رہے ہیں اور پیچھے مقتدی بھی لمبی نماز پڑھ رہے ہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس عمل پر سرزنش فرمائی اور غصہ کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ عبادت کا مقصد لوگوں کو تھکا دینا یا سخت مشقت میں ڈال دینا ہرگز نہیں ہے۔ اسلام عبادت میں اعتدال چاہتا ہے۔ اگر اسلام میں کہیں تشدد ہوتا تو کم از کم عبادت میں ضرور ہوتا۔ لیکن اسلام نے عبادت میں بھی اعتدال کا حکم دے کر یہ بتا دیا کہ جو دین عبادت میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا قائل ہے دیگر امور میں تشدد کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھاتے ہوئے تمہیں کمزوروں، بوڑھوں اور کام کاج والے لوگوں کا خیال کرنا چاہیے۔ اس میں درس ہے ان لوگوں کے لیے بھی، جو مساجد میں آنے والے نمازیوں کی جسمانی حالت کو نظر انداز کر کے لمبی نمازیں پڑھانے کا فیصلہ مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عبادت میں سختی کرنے والوں کو اسلام نے پسندیدہ قرار نہیں دیا۔ ذیل کی روایات سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

خود کورسی باندھ کے عبادت کرنے والی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَرَأَى حَبْلًا مَمْدُودًا بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هَذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوا الزَّيْنَبُ: تُصَلِّي فِيهِ، فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ بِهِ، فَقَالَ: حُلُوهُ حُلُوهُ لِيُصَلَّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ، فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، تو دو ستونوں کے درمیان ایک رسی تنی ہوئی دیکھی، پوچھا ”یہ رسی کیسی ہے؟“ لوگوں نے کہا: زینب کی ہے، وہ یہاں نماز پڑھتی ہیں، جب تھک جاتی ہیں تو اسی رسی سے لٹک جاتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے کھول دو، اسے کھول دو، تم میں سے نماز پڑھنے والے کو نماز اپنی نشاط اور چستی میں پڑھنی چاہیے، اور جب تھک جائے تو بیٹھ رہے“

جب تھک جائے تو نماز سے رک جائے اور آرام کرے، مقصد یہ ہے کہ طاقت سے زیادہ نفلی عبادت نہیں ہے، جب تک دل لگے اس وقت تک کرے، بے دلی اور نفرت کے ساتھ عبادت کرنے سے بچتا رہے، اور اگر نفلی عبادت سے تھک کر کوئی آرام کرے، تاکہ دوبارہ عبادت کی قوت حاصل ہو جائے، تو اس کا یہ آرام بھی مثل عبادت کے ہوگا۔ اسی مفہوم کی ایک روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قُلْتُ: فَلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فذَكَرَ مِنْ صَلَاتِهَا، فَقَالَ: مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُونَ مِنَ الْأَعْمَالِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا. (۲)

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا گیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔“

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیہا، باب ماجاء فی المصلی اذ انعس، رقم: ۱۳۷۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، رقم: ۱۹۷۵

## دن بھر روزہ اور رات بھر قیام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما دن بھر روزہ رکھتے اور ساری رات کا قیام کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں میرے اس عمل کا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا:

يَا عَبْدَ اللَّهِ، أَلَمْ أُخْبِرْ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ، وَتَقُومُ اللَّيْلَ؟ فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِرُؤُوسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِحَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الذَّهْرِ كُلهِ، فَشَدَّدْتُ، فَشَدَّدَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً، قَالَ: فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ، قُلْتُ: وَمَا كَانَ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالَ: نِصْفَ الذَّهْرِ، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ بَعْدَ مَا كَبِرَ: يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُحْصَةَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم (۱)

”عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا صحیح ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا، کہ ایسا نہ کیا کر، روزہ بھی رکھ اور اسے چھوڑ بھی۔ نماز پڑھ اور آرام بھی کر۔ کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا، (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) لیکن میں نے اپنے اوپر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں خود میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس سے آگے نہ بڑھ، میں نے پوچھا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے کاش! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسام علیٰ اخیہ لیفطر فی التطوع، رقم: ۱۹۶۸

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے کہ بندہ اپنے جسم کو اذیت دے اور دنیا کو ترک کر دے۔ اس پر حقوق العباد بھی عائد ہوتے ہیں جن کی ادائیگی کے لیے اسے معاشرتی میل جول رکھنا ہوگا۔ اس کے جسم کا اس پر حق ہے اس لیے وہ رات کو سوئے بھی اور عبادت بھی کرے اور بیوی کے حقوق بھی ادا کرے۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اگر بندے کو مکمل ترک لذات کا حکم دے دیا جاتا تو یہ فطری تقاضوں سے ہٹ جاتا۔ ہاں اعتدال کا حکم دیا ہے اور اعتدال کا دائرہ کار دنیا سے لے کر دین تک وسیع ہے۔ راہبانہ طریق زندگی کی اسلام نے کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ اس لیے نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو مسلسل نفلی روزہ رکھنے اور ساری رات کا قیام کرنے سے منع فرما دیا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی ایسی ہی زندگی اپنائی تھی جس میں راہبانہ جھلک تھی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ان کے اس طریق کا پتہ چلا تو انہوں نے اس پر سخت رد عمل کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَخَى النَّبِيِّ ﷺ وَاللَّهُ رَسُومٌ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ: فَرَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَدِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكَ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِأَكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلْ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ، ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ، فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ سَلْمَانُ: فَمُ الْآنَ فَصَلِّ يَا، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلَا هَلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللَّهُ رَسُومٌ صَدَقَ سَلْمَانُ. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو بہت پراگندہ حال میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے اتنے میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور ان کے سامنے کھانا حاضر کیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسام علیٰ اخیہ، رقم: ۱۹۶۸

اور کہا کہ کھانا کھاؤ، انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں، اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود شریک نہیں ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور روزہ توڑ دیا) رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے اٹھے اور اس مرتبہ بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے ہر حق والے کے حق کو ادا کرنا چاہئے، پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔

دھوپ میں کھڑے رہ کر روزہ مکمل کرنے کی نذر

عہد رسالت میں ابو اسرائیل نامی ایک آدمی نے یہ نذر مانی کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہ کر روزہ مکمل کرے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اس عمل کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھاؤں میں آنے اور بیٹھ جانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الشَّمْسِ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: نَذَرْنَا أَنْ يَصُومَ وَلَا يَسْتَظِلَّ إِلَى اللَّيْلِ، وَلَا يَتَكَلَّمَ وَلَا يَزَالَ قَائِمًا، قَالَ: لِيَتَكَلَّمَ وَيَسْتَظِلَّ وَيَجْلِسَ وَلِيَتِمَّ صَوْمُهُ. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرے، وہ دھوپ میں کھڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے کہا: اس نے نذر مانی ہے کہ وہ روزہ رکھے گا، اور رات تک سایہ میں نہیں آئے گا، اور نہ بات کرے گا، اور برابر کھڑا رہے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس کو چاہئے کہ بولے، سایہ میں آجائے، بیٹھ جائے اور اپنا روزہ پورا کرے۔“

اس شخص نے بری اور اچھی چیزوں کو یکجا کر دیا تھا۔ جیسے روزہ جس کا رکھنا ایک اچھا عمل اور ثواب کا کام ہے، لیکن کسی سے بات نہ کرنا لغو اور بے کار چیز ہے، بلکہ گناہ ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الکفارات، باب من خلط فی نذرہ طاعة بمعصية، رقم: ۲۱۳۶

نے بری باتوں کو ختم کر دیا، اور اچھی بات کے پورا کرنے کا حکم دیا۔“  
خود کوری سے باندھ کے طواف کرنے والا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَرَّ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ يَقُودُ إِنْسَانًا بِخِزَامَةٍ فِي أَنْفِهِ، فَقَطَعَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَمَرَ أَنْ يَقُودَهُ بِيَدِهِ. (۱)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ایک شخص اس طرح کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ دوسرا شخص اس کی ناک میں رسی باندھ کر اس کے آگے سے اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رسی اپنے ہاتھ سے کاٹ دی، پھر حکم دیا کہ وہ ہاتھ سے اس کی رہنمائی کرے۔“

ایسا ہی ایک واقعہ سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُهَادِي بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ: فَقَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هَذَا نَفْسَهُ، وَأَمَرَ أَنْ يَرْكَبَ (۲)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان (سہارا لے کر) چلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کے متعلق پوچھا، لوگوں نے بتایا: اس نے (خانہ کعبہ) پیدل جانے کی نذر مانی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے“ آپ نے حکم دیا کہ وہ سوار ہو کر جائے۔“

سوچنا چاہیے ان لوگوں کو جو پانی میں کھڑے ہو کر عبادت کرنا، عبادت کی معراج سمجھتے ہیں۔ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں، ننگے پاؤں پیدل حج کے لیے جانا، خود کو لوہے کی زنجیروں سے باندھ کے عبادت کے لیے نکلنا اپنے آپ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے۔ یاد رکھیے! جو عبادت بھی طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر ہوگی عند اللہ مقبول

۱- صحیح بخاری، کتاب النذر والایمان، باب النذر فیما لا یملک وفي معصية، رقم: ۶۷۰۳

۲- صحیح- سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الایمان والنذور، باب من رأى علیه كفارة إذا كان في معصية، رقم: ۳۳۰۱

نہیں ہوگی خواہ اس میں کتنی ہی جان کیوں نہ ماری جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۝ تَصَلَّىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ (۱)

”وہ عمل کرنے والے ہیں، تھکا دینے والے لیکن وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہو جائیں

گے۔“

تھکا دینے کا مطلب عبادت میں اپنی جان مار کے خود کو توڑ پھوڑ دینا ہے اور یہ ایسی عبادات ہیں جو شریعت سے ہٹ کے اپنی سوچ اور ذہن سے تراشی ہوئی ہیں۔ اسلام ایک پروقار دین ہے اور اس میں عبادت کا طریقہ بھی پروقار ہے اور اسلام میں کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس میں جان جو کھوں میں ڈالنی پڑے اور جو لوگ اپنی وضع کردہ عبادات میں خود کو تختہ مشق بناتے ہیں ان کی ایسی عبادات قیامت کے روز ان کے لیے شرمندگی کا باعث بن جائیں گی۔

عبادات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا خَيْرَ النَّبِيِّ وَالرَّسُولِ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَأْتُمْ، فَإِذَا كَانَ الْإِثْمُ، كَانَ أَبْعَدَهُمَا مِنْهُ، وَاللَّهُ مَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ يُؤْتَىٰ إِلَيْهِ قَطُّ، حَتَّىٰ تُنْتَهَكَ حُرْمَاتُ اللَّهِ، فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ. (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان ہی کو پسند کیا، بشرطیکہ اس میں گناہ کا کوئی پہلو نہ ہو، اگر اس میں گناہ کا کوئی پہلو ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے ذاتی معاملہ میں کسی سے بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو توڑا جاتا تو آپ اللہ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

شرعی امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہولت اور آسانی کو اختیار فرمایا ہے اگر کسی امر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں کا اختیار دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسانی والے راستے کا انتخاب

۱۔ الغاشية: ۳، ۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامة الحدود و الانتقام لحرمت الله، رقم: ۶۷۸۶

فرمایا۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی زندگی کائنات بھر کے لوگوں کے لیے نمونہ تھی۔ اگر آپ ﷺ مشکل راستے کا انتخاب فرماتے تو تمام لوگوں کے لیے تنگی پیدا ہو جاتی۔ پس آپ ﷺ نے آسانی کو اختیار فرمایا تاکہ امت کے لیے نرمی اور سہولت کا دروازہ کھلا رہے۔ ثواب کے پیش نظر بعض چیزوں میں آپ ﷺ کی خواہش ہوتی تھی کہ یہ عمل یوں ہونا چاہیے لیکن لوگوں کی آسانی کے لیے آپ ﷺ اس عمل کو ایسے مقام پر رکھتے جہاں لوگوں کے لیے تنگی نہ ہو۔ مثلاً آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ کسی بھی جہادی لشکر سے پیچھے نہ رہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے بعض جہادی لشکر روانہ فرمائے تو خود ساتھ تشریف نہیں لے گئے اس لیے کہ اگر آپ ﷺ نکلتے تو سب لوگ ہی اس لشکر میں شامل ہونا اپنی خصوصی سعادت سمجھتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انْتَدَبَ اللَّهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي، أَنْ  
أَرْجِعَهُ بِمَانَالٍ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، وَلَوْ لَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ  
سَرِيَّةٍ، وَلَوْ دِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أَحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ. (۱)

”جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلا، اللہ اس کا ضامن ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اس کو میری ذات پر یقین اور میرے پیغمبروں کی تصدیق نے (اس سرفروشی کے لیے گھر سے) نکالا ہے۔ (میں اس بات کا ضامن ہوں) کہ یا تو اس کو واپس کر دوں ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ، یا (شہید ہونے کے بعد) جنت میں داخل کر دوں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اور اگر میں اپنی امت پر (اس کام کو) دشوار نہ سمجھتا تو کسی لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا اور میری خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔“

آپ ﷺ کی یہ بھی خواہش تھی کہ ہر نماز کے ساتھ مسواک کو لازمی قرار دے دیں۔ لیکن عوامی مشقت کے پیش نظر آپ ﷺ نے اسے لازم قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الجہاد من الایمان، رقم: ۳۶



أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنِ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي أَوْ عَلَيَّ النَّاسَ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی چاہتے تھے نماز عشاء کو تاخیر سے ادا کریں۔ لیکن دن بھر کے کام کاج سے تھکے لوگوں کے آرام کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تخفیف رکھی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَنَادَى: الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَقَدَ النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْمَاءُ يَقْطُرُ مِنْ رَأْسِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ الْوَقْتُ، لَوْلَا أَنِ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي. (۲)

”ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں تاخیر کی یہاں تک کہ رات کا (ایک حصہ) گزر گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور آواز دی: اللہ کے رسول! صلاۃ! عورتیں اور بچے سو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، اور آپ فرما رہے تھے: یہی (مناسب اور پسندیدہ) وقت ہے، اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا (تو انہیں اسی وقت پڑھنے کا حکم دیتا)۔“

ابن ماجہ کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنِ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ. (۳)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا، تو میں انہیں عشاء کی نماز میں دیر کرنے کا حکم دیتا۔“

ان روایات میں درس ہے ان لوگوں کے لیے جو بیمار اور کمزور لوگوں کو نظر انداز کر کے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب السواک یوم الجمعة، رقم: ۸۸۷

۲۔ صحیح سنن نسائی للالبانی، کتاب المواقیت باب ما یستحب من تأخیر العشاء، رقم: ۵۳۲

۳۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، رقم: ۶۹۱

رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی رخصتوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اسے وہ اپنے تقویٰ کا معیار سمجھتے ہیں۔ غور فرمائیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کے متقی کون ہو سکتا ہے؟ دنیا کے تمام متقین آپ ﷺ کی گریہ کو بھی نہیں چھو سکتے اور آپ ﷺ نے لوگوں پر مشقت ڈالنے سے گریز فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ نماز تراویح جیسی عظیم نفلی عبادت جس پر گناہوں کی معافی کا ذکر ہے، آپ ﷺ نے اسے چند راتوں مسجد میں باجماعت ادا فرمایا اور اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش کے باوجود انہیں گھروں میں ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا کہ ان پر یہ فرض نہ کر دی جائے، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَحْتَجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حُجَيْرَةً مُخَصَّفَةً أَوْ حَصِيرًا، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي فِيهَا فَتَتَبَعَ إِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَاءُوا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، ثُمَّ جَاءُوا الْيَلَّةَ فَحَضَرُوا وَأَبْطَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْهُمْ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مُغْضَبًا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَكْتَبُ عَلَيْكُمْ، فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةٍ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ. (۱)

”رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی شاخوں یا بوریے سے ایک مکان چھوٹے سے حجرے کی طرح بنا لیا تھا۔ وہاں آ کر آپ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے، چند لوگ بھی وہاں آگئے اور انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر سب لوگ دوسری رات بھی آگئے اور ٹھہرے رہے لیکن آپ گھر ہی میں رہے اور باہر ان کے پاس تشریف نہیں لائے۔ لوگ آواز بلند کرنے لگے اور دروازے پر کٹکریاں ماریں تو نبی کریم ﷺ غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ یہ نماز پڑھتے رہو تا کہ تم پر فرض ہو جائے دیکھو تم نفل نمازیں اپنے گھروں میں ہی پڑھا کرو۔ کیونکہ فرض نمازوں کے سوا آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔“

مذکورہ حدیث پر غور فرمائیں، یہاں لوگ رمضان کی راتوں کے باجماعت قیام کی خواہش کر رہے ہیں اور ہجوم کی صورت میں ہیں۔ جبکہ متقین کے سردار رسول اللہ ﷺ ان پر شفقت فرماتے ہوئے ان کے لیے آسانی کا سوچ رہے ہیں اور جس جگہ لوگ تھکاوٹ اور کمزوری کے پیش نظر

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما يجوز من الغضب والشدة لامر الله، رقم: ۶۱۱۳

تخفیف کی خواہش رکھتے ہوں اور بندہ انہیں بدعمل قرار دے کر تخفیف دینے کے لیے تیار نہ ہو ایسے آدمی کو اپنے عمل پر غور کرنا چاہیے اور یہ بات واضح رہے کہ تخفیف بھی ان امور میں دی جاتی ہے جہاں شریعت کی طرف سے تخفیف کی گنجائش ہو۔

### فرضی نماز میں والدہ کا خیال

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أَطْوَلَ فِيهَا، فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَّةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ (۱)

”میں نماز دیر تک پڑھنے کے ارادہ سے کھڑا ہوتا ہوں۔ لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز ہلکی کر دیتا ہوں، کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔“

یہی حدیث امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سنن میں درج فرما کے اس پر باب قائم کیا ہے الْإِمَامُ يُخَفِّفُ الصَّلَاةَ إِذَا حَدَّثَ أُمَّزُ ”دوران نماز کسی امر کے پیش آ جانے پر امام نماز کو ہلکا کر سکتا ہے۔“ جیسے سخت گرمی کے موسم میں اچانک بجلی کا بند ہو جانا، دوران نماز بارش یا آندھی کا آ جانا ایسے دیگر امور کے پیش نظر نماز کو مناسب حد تک ہلکا کیا جاسکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا (۲)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر اور پوری پڑھتے تھے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے فرمایا:

مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، رقم: ۷۰۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب إيجاز في الصلاة وإكمالها، رقم: ۷۰۶

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، رقم: ۷۰۸

”نبی کریم ﷺ سے زیادہ ہلکی لیکن کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ اگر آپ ﷺ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں کہیں پریشانی میں نہ مبتلا ہو جائے نماز مختصر کر دیتے۔“

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کبھی ہلکی نماز بھی پڑھا دیا کرتے تھے لیکن وہ کامل ترین نماز ہوتی۔ پس کمزوروں کا خیال کرتے ہوئے اور نماز میں کسی امر کے پیش آ جانے پر نماز کو اتنا مختصر کیا جاسکتا ہے جس میں رکوع و سجود مکمل ہوں، نماز کا خشوع و خضوع برقرار رہے اور نماز کی کیفیت خراب نہ ہو۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نبی ﷺ کی حیات پاک سے آسانیوں کا مشاہدہ کر چکے تھے علم و عمل میں ممتاز ہونے کے باوجود عبادت میں تشدد کے قائل نہیں تھے۔ جہاں تک شریعت نے گنجائش رکھی ہے بوقت ضرورت وہاں تک آسانی پر عمل کر لیا کرتے تھے اور آسانی پر عمل کرنے کو کوئی تقویٰ کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔ درج ذیل روایت اس امر کے سمجھنے میں کافی ہے حضرت ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرْوْرِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلَى جُرْفٍ نَهْرٍ إِذَا رَجُلٌ يُصَلِّي وَإِذَا لِحَامٌ دَابَّتْ بِبَيْدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتَّبِعُهَا، قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَثَمَانِي وَشَهَدْتُ تَيْسِيرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أَنْ أُرَاجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدْعَهَا تَرْجِعَ إِلَيَّ مَا لَفِيهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ. (۱)

”ہم اہواز میں (جو کئی بستیاں ہیں بصرہ اور ایران کے بیچ میں) خارجیوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ایک بار میں نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے گھوڑے کی لگام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اچانک گھوڑا ان سے چھوٹ کر

۱۔ صحیح بخاری، ابواب العمل فی الصلاة، باب اذا انفلتت الدابة فی الصلاة، رقم: ۱۲۱۱

بھاگنے لگا۔ تو وہ بھی اس کا پیچھا کرنے لگے۔ شعبہ نے کہا یہ ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ دیکھ کر خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! اس شیخ کا ناس کر۔ جب وہ شیخ واپس آئے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سن لی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ غزوات میں شرکت کی ہے اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسانیوں کو دیکھا ہے۔ اس لیے مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ اپنا گھوڑا ساتھ لے کر لوٹوں نہ کہ اس کو چھوڑ دوں وہ جہاں چاہے چل دے اور میں تکلیف اٹھاؤں۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے وہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ وَاللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْيبِ الضَّائِمِ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الضَّائِمِ. (۱)

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (رمضان میں) سفر کیا کرتے تھے۔ (سفر میں بہت سے

لوگ روزے سے ہوتے اور بہت سے بے روزہ ہوتے) لیکن روزے دار بے روزہ دار پر اور بے روزہ دار روزے دار پر کسی قسم کی عیب جوئی نہیں کیا کرتے تھے۔“

صحابی رسول حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نماز کے دوران اپنی سواری کو بھاگنے سے روکا

ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوران سفر روزہ رکھنے والے چھوڑنے والے پر اور

چھوڑنے والے رکھنے والے پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ

دوران سفر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں طرح جائز ہے۔ جس نے رخصت کو استعمال کر لیا اس نے

بھی اچھا کیا اور جس نے اپنی جسمانی قوت کو مد نظر رکھتے ہوئے روزہ رکھ لیا اس نے بھی اچھا کیا۔

پس عبادت میں رخصت پر عمل کرنے والا بھی درست ہے اور جو جائز امر کو اختیار کر لیتا ہے وہ بھی

درست ہے۔ ہاں یہ درست نہیں ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے

لیے دوسرے کو تنقید کا نشانہ بنائے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب لم يعب اصحاب النبي وَاللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعضهم بعضا في الصوم والافطار،

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ عمل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَدُّوْا وَقَارِبُوْا وَاعْلَمُوْا اَنْ لَنْ يَدْخُلَ اَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، وَاَنْ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ. (۱)

”درمیانی چال اختیار کرو اور میانہ عمل کرتے رہو، تم میں سے کسی کا عمل اسے جنت میں نہیں داخل کر سکے گا، میرے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے خواہ وہ عمل کم ہی کیوں نہ ہو۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک اور حدیث میں ہے:

سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: اَدْوَمُهَا، وَاِنْ قَلَّ، وَقَالَ: اَكْلَفُوْا مِنْ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيقُوْنَ. (۲)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ فرمایا کہ جس پر ہمیشگی کی جائے، خواہ وہ تھوڑا ہی ہو اور فرمایا نیک کام کرنے میں اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ جتنی طاقت رکھتے ہو (جو ہمیشہ نبھ سکے)۔“

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی ہو۔ اگرچہ وہ کم ہو یہاں عمل سے مراد نفلی عمل ہے۔ یہ عمل کرنے میں بندے کو اتنی مشقت اٹھانی چاہیے جتنی اس میں قوت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا ہی عمل پسند تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خُذُوْا مِنْ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُوْنَ، فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا، وَاَحَبُّ الصَّلَاةِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ مَا دُوِّمَ عَلَيْهِ وَاِنْ قَلَّتْ، وَكَانَ اِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوِمًا عَلَيْهِا. (۳)

”عمل وہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب دینے سے) نہیں

۱- صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمدوامۃ علی العمل، رقم: ۶۴۶۴

۲- صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمدوامۃ، رقم: ۶۴۶۵

۳- صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صوم شعبان، رقم: ۱۹۷۰

تھکتا۔ تم خود ہی (عمل کرتے) اکتا جاؤ گے۔ نبی کریم ﷺ اس نماز کو سب سے زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ جب کوئی نماز شروع کرتے تو اسے ہمیشہ پڑھتے تھے۔“

جس عمل میں اعتدال نہ ہو اس پر دوام نہیں رہتا۔ اس لیے کہ بے اعتدالی بندے کو تھکا دیتی ہے۔ ایک دن ڈھیروں نوافل پڑھ لینا اور پھر مہینوں اس عمل کو ترک کیے رکھنا بے اعتدالی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

يَا عَبْدَ اللَّهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ (۱)

”اے عبداللہ! فلاں کی طرح نہ ہو جانا وہ رات کو عبادت کیا کرتا تھا پھر اس نے چھوڑ دی۔“

عبادات ہوں یا دنیاوی معاملات، معاشرہ ہو یا معاشرت، اعتدال کا راستہ آسانی اور کامیابی کی ضمانت ہے اس لیے اسلام نے میانہ روی کو پسند کیا اور اسے اختیار کرنے کا حکم بھی دیا اور یہی طریقہ نبوی ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، رقم: ۱۱۵۲

## سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کے عبادت کرنے والوں پر غصہ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ واقِفٌ عَلَى الْبَابِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَصْبِحُ جُنُبًا وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَأَنَا أَصْبِحُ جُنُبًا وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ، فَأَغْتَسِلُ وَأَصُومُ. فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ لَسْتَ مِثْلَنَا، قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَحْشَاكُمُ لِلَّهِ وَأَعْلَمَكُم بِمَا أَتَّبِعُ. (۱)

”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا: اللہ کے رسول! میں جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہوں اور روزہ رکھنا چاہتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہوں اور روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں پھر غسل کرتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس شخص نے کہا: اللہ کے رسول! آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر رکھے ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور مجھے کیا کرنا ہے اس بات کو بھی تم سے زیادہ جانتا ہوں۔“

اس صحابی کے کہنے کا مطلب تھا کہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔ آپ ایسی کیفیت میں روزہ رکھ بھی لیں تو کچھ قباحت نہیں ہوگی۔ لیکن ہم چونکہ آپ جیسے نہیں ہیں، یعنی نبی ہیں نہ ہمارے اگلے پچھلے گناہ معاف کیے گئے ہیں سو ہم اگر ایسا کریں گے تو ہماری پکڑ ہو سکتی ہے۔ بظاہر تو یہ ایک معمولی بات دکھائی دیتی ہے، لیکن اس کا ایک مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے عبادت کرنی چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے پرہیزگاری اختیار کرنی چاہیے تو ہماری نجات ہوگی اور یہ بہت سنگین سوچ ہے۔ اس

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الصیام، باب فیمن أصبح جنباً فی شہر رمضان، رقم: ۲۳۸۹



لیے کہ صحیح عبادت بلکہ عبادت کی معراج یہ ہے کہ وہ طریقہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو اور وہ عبادت درحقیقت عبادت ہی نہیں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و عمل سے ہٹ کے ہو۔ ایسی ہی ایک روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

جَاءَ ثَلَاثَةٌ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَانَتْهُمْ تَقَالُوهَا، فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَا أَنَا، فَإِنِّي أَصْلِي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الذَّهْرَ وَلَا أَفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لِكِنِّي أَصُومُ وَأَفْطِرُ، وَأَصْلِي وَأَزُقُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنِّي فَلَيْسَ مِنِّي. (۱)

تین آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے نکاح بھی کیے ہیں۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنِّي فَلَيْسَ مِنِّي میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔

بظاہر ان تینوں افراد کے اعمال نیکی والے دکھائی دیتے ہیں۔ عمر بھر کے لیے رات کی نیند ترک کر دینا اور راتوں کا قیام اختیار کر لینا نفس کے خلاف بہت بڑا جہاد دکھائی دیتا ہے۔ زندگی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم: ۵۰۶۳

بھر کے لیے شادی نہ کرنا اور خود کو عبادت کے لیے وقف کر دینا اور عمر بھر کے لیے لذات کو ترک کر کے نقلی روزے کی عادت اپنا لینا ایک عظیم مجاہدہ نظر آتا ہے۔ لیکن یہ عبادت اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہیں ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واشکاف الفاظ میں فرمادیا کہ ایسی عبادات کے ذریعہ مقام و مرتبہ بڑھنا تو دور کی بات ہے ایسے آدمی کا مجھ سے رشتہ ہی نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ وہ میرا طریقہ چھوڑ کے عبادت کرنا چاہتا ہے۔

### عبادت میں سنت کی اہمیت

عبادت اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نہ ہوئی تو اس کا ذرا مول نہیں پڑے گا بلکہ وہ عبادت جس میں سنت کی خلاف ورزی ہوئی صاحب عبادت کو لے ڈوبے گی۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ، وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهُ أَبَدًا، لِيَرِدُ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، قَالَ أَبُو حَازِمٍ: فَسَمِعَنِي النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عِيَّاشٍ وَأَنَا أَحَدُهُمْ هَذَا، فَقَالَ: هَكَذَا سَمِعْتُ سَهْلًا، فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ لَسَمِعْتُهُ يَزِيدُ فِيهِ، قَالَ: إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا بَدَلُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ: سَحَقًا سَحَقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي. (۱)

”میں حوض کوثر پر تم سے پہلے ہوں گا جو وہاں پہنچے گا تو اس کا پانی پئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیسا نہیں ہوگا۔ میرے پاس ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیا جائے گا۔ ابو حازم نے بیان کیا کہ نعمان بن ابی عیاش نے بھی سنا کہ میں ان سے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیا تو نے سہل رضی اللہ عنہ سے اسی طرح یہ حدیث سنی تھی؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسی طرح سنی تھی۔ ابو سعید اس میں اتنا بڑھاتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھ سے ہیں (یعنی میرے اُمتی ہیں۔ ان کے اور میرے مابین پردہ کیوں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ واتقوا فتنة لا تصيبن، رقم: ۷۰۵۰

کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے (دین میں) کیا تبدیلیاں کر دی تھیں؟ میں کہوں گا کہ دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کیں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ، وَاللَّهِ قُلْتُ: وَمَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى، ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ، قُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ، وَاللَّهِ قُلْتُ: مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالَ: إِنَّهُمْ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى، فَلَا أَرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلٍ النَّعَمِ. <sup>(۱)</sup>

”میں (حوض پر) کھڑا ہوں گا کہ ایک جماعت میرے سامنے آئے گی اور جب میں انہیں پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ۔ میں کہوں گا کہ کدھر؟ وہ کہے گا کہ واللہ جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ وہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد اٹے پاؤں (دین سے) لوٹ گئے تھے۔ پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انہیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص (فرشتہ) میرے اور ان کے درمیان میں سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ۔ میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا، اللہ کی قسم! جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ فرشتہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد اٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا۔“

یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر عبادت کی، کیسے بدنصیب لوگ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشانیاں جھکانے اور راتوں کو نوافل ادا کرنے اور گڑگڑانے کے باوجود دوزخ کی طرف دھکیل دیے جائیں گے۔ درحقیقت عبادت میں طریقہ نبوی کو روح کی حیثیت حاصل ہے۔ روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو جسم مردہ ہو جاتا ہے جسم میں باقی سارے اعضاء موجود ہوتے ہیں، دل، دماغ، آنکھیں اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سب موجود

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، رقم: ۶۵۸۷

ہوتے ہیں لیکن اب وہ کام نہیں کرتے کہ مردہ ہو چکے ہیں۔ روح کے بغیر جسم کچھ دیر تک پڑا رہے تو متعفن ہو جاتا ہے۔ بالکل ایسے ہی ایک مسلمان اگر اپنی عبادت سے اطاعت مصطفیٰ ﷺ کو نکال دے تو وہ عبادت مردہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس عبادت میں رکوع، سجدے، حج، زکاتیں سب موجود ہیں لیکن روح موجود نہیں ہے جیسے روح کے بغیر جسم ناکارہ ہو جاتا ہے ایسے ہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر عبادت ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى. (۱)

”میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔“ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔“

جنت ایک محل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے دعوت کا اہتمام کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس دعوت کے داعی ہیں جس نے اس داعی کی دعوت کو قبول کر کے دعوت تک جانے کے لیے داعی کا بتایا ہو اور راستہ اختیار کیا وہ جنت میں جائے گا اور دعوت کے مزے اڑائے گا اور جس نے اس داعی کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر اپنا کوئی راستہ اختیار کیا وہ اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا۔ کبھی بھی جنت کی دعوت تک نہیں پہنچ پائے گا اور اس کا اپنا تراشا ہوا راستہ اسے جہنم تک تو لے جاسکتا ہے، جنت تک نہیں۔ جنت میں صرف اسی صورت میں پہنچ سکتا ہے جب داعی کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہی بات ایک مثال دے کر سمجھائی ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جَاءَتْ مَلَائِكَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: إِنَّ لِمَا حَبِطَكُمْ هَذَا مَثَلًا، فَاصْرِبُوا لَهُ مَثَلًا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ، رقم: ۷۲۸۰

وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا، فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَ أَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، فَقَالُوا: أَوْ لَوْ هَالَهُ يَفْقَهُهَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَفْطَانُ، فَقَالُوا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ، وَالدَّاعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ، فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ، فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ (۱)

”فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل و میکائیل) اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (نبی کریم ﷺ) کی ایک مثال ہے پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دسترخوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دسترخوان سے کھانا نہیں کھایا، پھر انہوں نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں، پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں کے درمیانی فرق کرنے والے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرنے سے امت کا اتحاد بھی متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب راستہ ایک ہو تو اختلاف نہیں ہوتا اور جب راستے الگ الگ ہو جائیں تب اتحاد نہیں رہتا۔ ایک مومن کے لیے ضروری ہے کہ اختلاف کے موقع پر بھی سنت رسول ﷺ کو مت چھوڑے اور ادھر ادھر جانے والے سب راستوں سے آنکھیں بند کر کے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۱

سنت رسول ﷺ کے راستے پر گامزن رہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ حضرت  
عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَارِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا  
الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةٌ مَوْدِعٌ، فَمَاذَا  
تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ  
مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ  
تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ  
بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (۱)

ایک دن ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں  
دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں، اور دل کانپ گئے، پھر ایک شخص  
نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا  
وصیت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور  
اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو  
میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور  
ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں  
سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت  
ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اور عبادت کے لیے اپنا طریقہ نکالنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کے مٹتے ہوئے طریقے  
کو زندہ کرنا اور پھر اس راستے پر چلنا ثواب میں کہیں بڑھ کر ہے اور اپنا طریقہ نکالنا بدعت اور  
گمراہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ، كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ مِنْ  
أَجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ أَوْزَارٌ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ مِنْ

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم: ۴۶۰۷

أَوْزَارٍ مِّنْ عَمَلٍ بِهَا شَيْئًا. (۱)

”جس نے میری سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کیا، اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، اور اس سے عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی، اور جس کسی نے کوئی بدعت ایجاد کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے بھی اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا، اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔“

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں عبادت کا کوئی بھی طریقہ جو بظاہر کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو قابل مذمت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے آدمی سے برسرعام ناپسندیدگی کا اظہار فرما دیتے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منافی عمل کرتا۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَثَمَّ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ، فَحَدَّثَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، أَوْ قَالَ: الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةٌ وَوَقَارٌ، وَمِنْهُ ضَعْفٌ، فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ، وَأَعَادَ بُشَيْرُ الْكَلَامَ، قَالَ: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ، وَقَالَ: أَلَا أَرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَتُحَدِّثُنِي عَنْ كُتُبِكَ، قَالَ: قُلْنَا: يَا أَبَا نُجَيْدٍ إِيهَ إِيهَ. (۲)

”ہم عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور وہاں بشیر بن کعب بھی تھے تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”حیاء مکمل خیر ہے یا کہا حیاء مکمل کی مکمل خیر ہے، اس پر بشیر بن کعب نے کہا: ہم بعض کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ حیاء میں سے کچھ تو سکینت اور وقار ہے، اور کچھ ضعف و ناتوانی، یہ سن کر عمران نے حدیث دہرائی تو بشیر نے پھر اپنی بات دہرائی اس پر عمران رضی اللہ عنہ غصہ ہو گئے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، اور بولے: میں تم سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہا ہوں، اور تم اپنی کتابوں کے بارے میں مجھ سے بیان کرتے

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الكتاب فی الایمان، باب من احیا سنة قد امتیت، رقم: ۲۰۹

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی الحیاء، رقم: ۴۷۹۶

ہو۔ ابوقنادہ کہتے ہیں: ہم نے کہا: اے ابونجید (عمران کی کنیت ہے) چھوڑیے جانے دیجیے۔“  
 ☆ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ام الحکم کا بیٹا عبدالرحمن بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا:  
 انظروا اِلَىٰ هَذَا الْخَبِيثِ يَخْطُبُ قَاعِدًا، وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: {وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا  
 انفصوا اِلَيْهَا وَتَرَكُوا قَائِمًا} (۱)۔

”اس خبیث کو دیکھو جو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: جب لوگوں نے تجارت اور کھیل کا سامان دیکھا تو اس طرف بھاگ نکلے (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا۔“

☆ حضرت حارث بن عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا:

عَنِ الْمَرْأَةِ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ تَحِيضُ، قَالَ: لِيَكُنْ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ،  
 قَالَ: فَقَالَ الْحَارِثُ: كَذَلِكَ أَفْتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَرَبْتَ عَنِ يَدَيْكَ،  
 سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ سَأَلْتَ عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكَيْ مَا أَخَالَفَ. (۲)

”وہ عورت جو یوم النحر کو بیت اللہ کا طواف (افاضہ) کر چکی ہو، پھر اسے حیض آ گیا ہو؟ انہوں نے کہا: وہ آخری طواف (طواف وداع) کر کے جائے (یعنی: طواف وداع کا انتظار کرے)، حارث نے کہا: اسی طرح مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بتایا تھا، اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے دونوں ہاتھ گر جائیں۔ تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جسے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ چکے تھے تاکہ میں اس کے خلاف بیان کروں۔“

☆ حضرت عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کنکریاں اٹھا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو انہوں نے اسے کہا

لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَهَىٰ عَنِ الْخَذْفِ، أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ، وَقَالَ:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب فی قولہ تعالیٰ واذا رآوا تجارة اولهوا، رقم: ۸۶۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب المناسک، باب الحائض تخرج بعد الافاضة، رقم: ۲۰۰۳



إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ، وَلَا يُنْكَى بِهِ عَدُوٌّ، وَلَكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ، ثُمَّ رَأَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ، فَقَالَ لَهُ: أَحَدَيْتُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ، وَأَنْتَ تَخْذِفُ، لَا أَكَلِمَتِكَ كَذَا وَكَذَا. (۱)

”کنکری نہ پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے یا (انہوں نے بیان کیا کہ) نبی کریم ﷺ کنکری پھینکنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور کہا کہ اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے البتہ یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔ اس کے بعد بھی انہوں نے اس شخص کو کنکریاں پھینکتے دیکھا تو کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث تمہیں سنا رہا ہوں کہ آپ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا یا کنکری پھینکنے کو ناپسند کیا اور تم اب بھی پھینکے جا رہے ہو، میں تم سے اتنے دنوں تک کلام نہیں کروں گا۔“

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ کنکریاں پھینکنے والا ان کا بھتیجا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنت کے منافی عمل انتہائی ناگوار گزرتا تھا خواہ ایسا عمل کرنے والا ان کا سگ عزیز ہی کیوں نہ ہوتا اور ان کی کوشش ہوتی کہ وہ پورا پورا سنت کے مطابق عمل کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے اور انہوں نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَّا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْضُرُ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاللَّهِ لَأَهْلَكْتُهُمْ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَاللَّزْمِ إِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَاهُ الْمَشْرِكِينَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ. (۲)

”اللہ کی قسم! مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد انہوں نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا: اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔ پھر فرمایا: جو عمل رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب الخذف والبنطقة، رقم: ۵۴۷۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة، رقم: ۱۶۰۵

تیرے بوسے کو ہم دیتے ہیں بوسہ حجرِ اسود پہ

ورنہ ہم مسلمانوں کا کیا رکھا ہے اس پتھر میں

سنت کی پاسداری کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران نماز اپنے جوتوں کو اس وجہ سے اتار دیا کہ انہیں نجاست لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ عمل دیکھا تو ان سب نے بھی جوتے اتار دیے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوْلَا نِعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلَى الْقَاءِ نِعَالِكُمْ؟ قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَدْرًا، أَوْ قَالَ: أَذَى، وَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ، فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَدْرًا أَوْ أَذَى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے اپنے جوتوں کو اتار کر انہیں اپنی بائیں جانب رکھ لیا، جب لوگوں نے یہ دیکھا تو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں) انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار لیے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار لیے؟“، ان لوگوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار لیے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے جوتوں میں نجاست لگی ہوئی ہے۔“ اور فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو وہ اپنے جوتے دیکھ لے اگر ان میں نجاست لگی ہوئی نظر آئے تو اسے زمین پر رگڑ دے اور ان میں نماز پڑھ لے۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے صاف صاف فرمادیا تھا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَرْيَغَ (۲)

۱- صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی النعل، رقم: ۲۵۰

۲- صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۰۹۳

”میں کسی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے اس لیے کہ مجھے ڈر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (قول و فعل میں سے) کچھ بھی چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا اتباع نہیں نافرمانی ہے

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ فَصَامَ النَّاسُ، فَبَلَغَهُ أَنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامَ، فَدَعَا بِقَدْحٍ مِنَ الْمَاءِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَشَرِبَ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ، فَأَفْطَرَ بَعْضُ النَّاسِ وَصَامَ بَعْضٌ فَبَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا، فَقَالَ: أَوْلَيْكَ الْعَصَاءُ. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ کی طرف نکلے، تو آپ نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ آپ کراع الغمیم پر پہنچے، لوگوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ لوگوں پر روزہ دشوار ہو گیا ہے، آپ نے عصر کے بعد پانی سے بھرا ہوا پیالہ منگوا یا، پھر پانی پیا، اور لوگ دیکھ رہے تھے، تو (آپ کو دیکھ کر) بعض لوگوں نے روزہ ختم کر دیا، اور بعض نے روزہ جاری رکھا، آپ کو یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگ روزہ رکھے ہوئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی لوگ نافرمان ہیں۔“

روزہ رکھنا نیکی اور عبادت ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار کر لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اسے ختم کر لینے کی خواہش رکھی پھر روزہ رکھنا عبادت نہیں بلکہ کھول لینا عبادت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پرہیزگاری کی کوشش بندے کو اطاعت کے دائرہ سے باہر نکال دیتی ہے اور اس دائرہ سے باہر نکلنا ہی نافرمانی ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے روزہ کھول لینے کے باوجود جن لوگوں نے ابھی روزہ رکھا ہوا ہے وہ نافرمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں رخصت دی ہے وہاں رخصت پر عمل کرنا اطاعت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَرَهُمْ، أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ، قَالُوا: إِنَّا لَسْنَا

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الصیام، باب ذکر اسم الرجل، رقم: ۲۲۶۳

كَهَيْتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرِفَ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: إِنَّ اتِّقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللَّهِ أَنَا. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کسی کام کا حکم دیتے تو وہ ایسا ہی کام ہوتا جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت ہوتی (اس پر) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ تو آپ جیسے نہیں ہیں (آپ تو معصوم ہیں) اور آپ کی اللہ پاک نے اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی ہیں۔ (اس لیے ہمیں اپنے سے کچھ زیادہ عبادت کرنے کا حکم فرمائیے) (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ خفگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہونے لگی۔ پھر فرمایا کہ بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں۔ (پس تم مجھ سے بڑھ کر عبادت نہیں کر سکتے)۔“

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام میں لوگوں کو رخصت دی لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اس عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ، فَتَنَزَّرَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ وَاللَّهُ رَسُومًا  
فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّرُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ، فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ  
بِاللَّهِ وَأَشَدَّهُمْ لَهُ خَشِيَّةً. (۲)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا اور لوگوں کو بھی اس کی اجازت دے دی لیکن کچھ لوگوں نے اس کا نہ کرنا اچھا جانا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد کے بعد فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو اس کام سے پرہیز کرتے ہیں، جو میں کرتا ہوں، اللہ کی قسم میں اللہ کو ان سب سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔“

ثابت ہوا کہ پرہیزگاری بھی وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو۔ اطاعت میں قدم سے آگے قدم بڑھانا بھی نافرمانی ہے اور پیچھے اٹھنے والے قدم کو روک لینا بھی نافرمانی ہے۔ اتباع نام ہی اس چیز کا ہے کہ قدم رہے بھی پیچھے اور اطاعت میں چلتا بھی رہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ، أنا أعلمکم باللہ، رقم: ۲۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من لم یواجه الناس بالعتاب، رقم: ۶۱۰۱

## ریشمی لباس پہننے والے پر غصہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سَيَّرَاءَ فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا

بَيْنَ نِسَائِي (۱)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ریشمی حلہ ہدیہ میں دیا تو میں نے اسے پہن لیا۔ لیکن جب غصے کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر دیکھے تو اسے اپنی عورتوں میں پھاڑ کر تقسیم کر دیا۔“

غصے کی وجہ

مرد حضرات ریشمی لباس نہیں پہن سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب ریشمی لباس زیب تن کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر غصہ کا اظہار فرمایا۔ اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ریشمی جبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود پہننے کے لیے نہیں دیا گیا تھا بلکہ وہ اس مقصد کے لیے تھا کہ وہ اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر لیں یا خواتین کو دے دیں۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک دفعہ ایک ریشمی جبہ عنایت فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تَبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ،

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْتَعْ هَذِهِ تَجْمَلُ بِهَا لِلْعِيدِ وَالْوُفُودِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّمَا

هَذِهِ لِيَتَأَسَّ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَلَيْتَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَسَ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

بِجُبَّةٍ دِيْبَاجٍ، فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ، فَأَتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا

هَذِهِ لِيَتَأَسَّ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَبِيعُهَا أَوْ

تُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الہبۃ وفضلہا و التحریض علیہا، باب ہدیۃ ما یکرہ لبسہا، رقم: ۲۶۱۳

۲۔ صحیح بخاری، ابواب العیدین، باب فی العیدین والتجمل فیہ، رقم: ۹۳۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک موٹے ریشمی کپڑے کا جبہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بازار میں بک رہا تھا کہنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود کی پذیرائی کے لیے اسے پہن کر زینت فرمایا کیجئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو وہ پہنے گا جس کا (آخرت میں) کوئی حصہ نہیں۔ پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے پاس ایک ریشمی جبہ تحفہ میں بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ اس کو وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پھر آپ نے یہ میرے پاس کیوں بھیجا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ تیرے پہننے کیلئے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے کہ تم اسے بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ۔

ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام ہے

مردوں کے لیے ریشمی لباس پہننا درست نہیں۔ ہاں خواتین ریشمی لباس زیب تن کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اوپر بیان ہوا ہے کہ انہوں نے ریشمی جبہ اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک اور روایت میں ہے:

إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ وَالرَّسُولَ أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَأَخَذَ ذَهَبًا، فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَيَّ ذُكُورِ أُمَّتِي (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم لے کر اسے اپنے داہنے ہاتھ میں رکھا اور سونالے کر اسے بائیں ہاتھ میں رکھا، پھر فرمایا: ”یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔“

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَجِلُّونَ الْخَزَّ وَالْحَرِيرَ، وَذَكَرَ كَلَامًا، قَالَ: يُمْسَخُ مِنْهُمْ آخِرُونَ قِرْدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۲)

میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو خز اور حریر (ریشم) کو حلال کر لیں گے پھر کچھ اور ذکر کیا، فرمایا: ”ان میں سے کچھ قیامت تک کے لیے بندر بنا دیئے جائیں گے اور کچھ سور“

۱- صحیح- سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، رقم: ۴۰۵۷

۲- صحیح- سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخز، رقم: ۴۰۳۹

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ روایت میں ریشمی لباس کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی گزرا کہ یہ اس آدمی کا لباس ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

### ریشمی لباس پہننے کی چند صورتیں

مرد حضرات کو درج ذیل چند صورتوں میں ریشم پہننے کی اجازت دی گئی ہے

۱۔ کسی جسمانی مرض میں ریشم پہننے سے افاقہ ہوتا ہو تو بیماری کے ختم ہونے تک ریشم پہنا جا سکتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِي قَمِيصٍ مِنْ حَرِيرٍ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِيَهُمَا (۱)  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کے مرض کی وجہ سے ریشمی کرتہ پہننے کی اجازت دی تھی، جو ان دونوں کو لاحق ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ شَكَوَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْغِي الْقَمَلَ، فَأَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيرِ، فَرَأَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِي غَزَاةٍ (۲)

حضرت عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ریشمی کپڑے کے استعمال کی اجازت دے دی، پھر میں نے جہاد میں انہیں ریشمی کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

۲۔ دو انگلیوں کے برابر ریشم پہننے کی اجازت ہے۔ حضرت ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھ کر بھیجا اس وقت ہم آذربائیجان کے ملک میں تھے

يَا عْتَبَةُ بْنُ فَرْقَدٍ، إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أَبِيكَ، وَلَا مِنْ كَدِّ أُمَّكَ، فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ فِي رِحَالِهِمْ مِمَّا تَشْبَعُ مِنْهُ فِي رَحْلِكَ، وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنْعَمَ، وَزِيَّ أَهْلِ الشِّرْكِ، وَلَبُوسَ الْحَرِيرِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبُوسِ الْحَرِيرِ، قَالَ: إِلَّا هَكَذَا، وَرَفَعَ لَنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِصْبَعِيهِ الْوُسْطَى وَالسَّبَابَةَ وَضَمَّهُمَا (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الحریر فی الحرب، رقم: ۲۹۱۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الحریر فی الحرب، رقم: ۲۹۲۰

۳۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال ابناء الذهب والفضة، رقم: ۲۰۶۹

”اے عتبہ بن فرقد! یہ مال جو تیرے پاس ہے نہ تیرا کمایا ہوا ہے نہ تیرے باپ کا ہے نہ تیری ماں کا پس تو مسلمان کو ان کے ٹھکانے میں سیر کر جس طرح تو اپنے ٹھکانے میں سیر ہوتا ہے اور تم عیش کرنے، مشرکوں کی وضع اختیار کرنے اور ریشمی کپڑا پہننے سے بچو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے ہاں مگر اتنا سا (پہننے کی اجازت دی) اور (یہ کہتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی کو اٹھایا اور ان کو ملایا۔“

سنن نسائی کی روایت میں ہے حضرت ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ، فَجَاءَ كِتَابَ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ إِلَّا مَنْ لَيْسَ لَهُ مِنْهُ شَيْءٌ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا هَكَذَا، وَقَالَ أَبُو عُثْمَانَ: بِأُصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلْيَانِ الْإِبْهَامِ، فَزَأَيْتُهُمَا أَرَزَارَ الطَّيَالِسَةِ حَتَّى رَأَيْتُ الطَّيَالِسَةَ (۱)

ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”ریشم تو وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں مگر اتنا“، ابو عثمان نے انگوٹھے کے پاس والی اپنی دونوں انگلیوں کے اشارے سے کہا، میں نے دیکھا وہ طیلسان کے کپڑوں کے چند بٹن تھے، یہاں تک کہ میں نے طیلسان کا کپڑا بھی دیکھا۔

اس روایت میں بھی دو انگلیوں کے بقدر ریشم پہننے کی رخصت کا ذکر ہے۔ جبکہ نسائی کی ہی ایک روایت میں چار انگلیوں تک ریشم پہننے کی رخصت کا بیان ہے۔ حضرت سوید بن غفلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

أَنَّهُ لَمْ يَرِ خِصٌّ فِي الدِّيَبَاجِ إِلَّا مَوْضِعَ أَرْبَعِ أَصَابِعَ (۲)

”دیباچ یعنی موٹے ریشم میں صرف چار انگلیوں تک ریشم پہننے کی اجازت دی گئی ہے۔“

پس چار انگلیوں کے بقدر ریشم اگر پورے لباس میں استعمال ہوا ہو تو اس کی اجازت ہے خواہ وہ پورے لباس میں کہیں کہیں دھاریوں کی صورت میں ہو یا ایک جگہ۔

۳۔ دامن اور گریبان پر معمولی حد تک ریشم لگایا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جبہ استعمال

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب الرخصة في لبس الحرير، رقم: ۵۳۱۲

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب الرخصة في لبس الحرير، رقم: ۵۳۱۳



کیا ہے جس کے گریبان اور دامن پر ریشم لگا ہوا تھا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلْتَنِي أَسْمَاءُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَالَتْ: بَلَّغْنِي أَنَّكَ تُحَرِّمُ أَشْيَاءَ ثَلَاثَةٍ: الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ، وَمِثْرَةَ الْأَرْجْوَانِ، وَصَوْمَ رَجَبٍ كُلِّهِ، فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ رَجَبٍ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الْأَبَدَ؟ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَقَ لَهُ، فَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ الْعَلَمُ مِنْهُ، وَأَمَّا مِثْرَةُ الْأَرْجْوَانِ، فَهَذِهِ مِثْرَةُ عَبْدِ اللَّهِ، فَإِذَا هِيَ أَرْجْوَانٌ، فَرَجَعْتُ إِلَى أَسْمَاءَ فَخَبَّرْتُهَا، فَقَالَتْ: هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةَ طَيَالِسَةَ كِسْرًا وَابْتِيَةً لَهَا لِبِنْتِ دِيبَاجٍ، وَفَرَجَيْتُهَا مَكْفُوفِينَ بِالذِّيْبَاجِ، فَقَالَتْ: هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ، فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبِضْتُهَا، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَلْبَسُهَا، فَنَحْنُ نَعْسِلُهَا لِلْمَرَضَى يُسْتَشْفَى بِهَا<sup>(۱)</sup>

مجھے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا یہ پوچھنے کیلئے کہ تم تین چیزوں کو حرام کہتے ہو، ایک اس کپڑے کو جس میں ریشمی نقش ہوں، دوسرے ار جوان (یعنی سرخ) زین پوش کو اور تیسرے تمام رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کو، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رجب کے روزوں کو کون حرام کہے گا؟ جو شخص ہمیشہ روزہ رکھے گا (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ روزہ علاوہ عیدین اور ایام تشریق کے رکھتے تھے اور ان کا موقف یہی ہے کہ صوم دہر مکروہ نہیں ہے)۔ اور کپڑے کے ریشمی نقوش کا آپ نے ذکر کیا ہے تو میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حریر (ریشم) وہ پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں نقشی کپڑا بھی حریر (ریشم) نہ ہو اور ار جوانی زین پوش، تو خود عبداللہ کا زین پوش ار جوانی ہے۔ یہ سب میں نے جا کر سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جبہ موجود ہے، پھر انہوں نے طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کے گریبان پر ریشم لگا ہوا تھا اور دامن بھی ریشمی تھے۔ سیدہ اسماء

۱۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة، رقم: ۲۰۶۹

نبیؐ نے کہا کہ یہ جبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک ان کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہو گئیں تو یہ جبہ میں نے لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے اب ہم اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو شفاء کے لئے پلاتے ہیں (سنجاف حریر یعنی دامن پر ریشم کی پٹی چار انگلی تک درست ہے، اس سے زیادہ حرام ہے)۔

### مردوں کا لباس

مردوں کے لیے لباس میں درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اتنا حصہ چھپانا مرد کے لیے واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرُ إِلَى مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الزُّكْبَةِ (۱)

”جب کوئی شخص اپنے غلام یا مزدور کی شادی کر دے تو پھر وہ اسکی ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر نہ دیکھے۔“

یہی روایت مسند احمد میں ان الفاظ سے مذکور ہے:

وَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى شَيْءٍ مِنْ عَوْرَتِهِ، فَإِنَّ مَا أَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهِ إِلَى زُكْبَتِيهِ مِنْ عَوْرَتِهِ (۲)

”جب تم میں سے کوئی اپنے غلام یا ملازم کا نکاح کرے پھر وہ اس کے ستر سے کچھ نہ دیکھے اور اس کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کی جگہ اس کا ستر ہے۔“

اور دوران نماز مردوں کے لیے کندھوں کو ڈھانپنا ضروری ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقِيهِ شَيْءٌ (۳)

۱۔ حسن۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الصلاة، باب متی یومر الغلام بالصلاة، رقم: ۴۹۶

۲۔ حسن۔ مسند احمد تعلیق شعیب الارنؤوط ۳۶۹/۱۱، رقم: ۶۷۵۶

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیه، رقم: ۳۵۹

”کسی شخص کو بھی ایک کپڑے میں نماز اس طرح نہیں پڑھنی چاہیے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔“

۲۔ مرد لباس میں قمیص، عمامہ، شلوار، تہبند وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَائِيسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدًا لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ (۱)

”ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! محرم کس طرح کا کپڑا پہنے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنو، نہ عمامے، نہ پاجامے، نہ برنس اور نہ موزے البتہ اگر کسی کو چپل نہ ملے تو وہ (چمڑے کے) موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر انہیں پہن سکتا ہے۔“

یعنی حالت احرام میں یہ چیزیں نہیں پہنی جائیں گی اور اگر محرم نہ ہو تو یہ تمام چیزیں وہ استعمال کر سکتا ہے۔

قمیص کا پہننا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْقَمِيصُ (۲)

”کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ قمیص پسند تھی۔“

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس کے اوپر قبا کو بھی استعمال فرمایا ہے۔ قبا گرمیوں میں لباس کے اوپر پہنی جانے والی اور کوٹ کے مثل ایک چیز ہے۔ اہل عرب اسے عام استعمال کرتے ہیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْبِيَّةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةً مِنْهَا شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةٌ: يَا بُنَيَّ، انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي، قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ: خَبَأْنَا هَذَا لَكَ، قَالَ: فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةٌ (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرانس، رقم: ۵۸۰۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمیص، رقم: ۴۰۲۵

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الہبة وفضہا، باب کیف یقبض العبد والمتاع، رقم: ۲۵۹۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قبائیں تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے ایک بھی نہیں دی۔ انہوں نے (مجھ سے) کہا، بیٹے چلو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں۔ میں ان کے ساتھ چلا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اندر جاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ میں آپ کا منتظر کھڑا ہوا ہوں، چنانچہ میں اندر گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ان قبائوں میں سے ایک قبائے پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا رکھی تھی، لو اب یہ تمہاری ہے۔ مسور نے بیان کیا کہ (میرے والد) مخرمہ رضی اللہ عنہا نے قبائے کی طرف دیکھا تو ”مخرمہ! خوش ہو گئے؟“

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونی جبہ بھی استعمال فرمایا۔ یہ شامی جبہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردیوں میں استعمال کیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انطلق النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ، فَتَلَقَيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ، فَمَضْمَضَ، وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَيْهِ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَعَلَى خُفَيْهِ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے پھر واپس آئے تو میں پانی لے کر حاضر تھا۔ آپ نے وضو کیا آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے، آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا پھر اپنی آستینیں چڑھانے لگے لیکن وہ تنگ تھیں اس لیے آپ نے اپنے ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکالے اور انہیں دھویا اور سر پر اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۔ مرد حضرات کے لیے زیادہ بیل بوٹوں والے اور کڑھائی والے لباس پہننا مناسب نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَالَ: اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا الْهَتْنِي أَنْفَاعُنْ صَلَاتِي، وَأَتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر، رقم: ۵۷۹۸

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب اذا صلى في ثوب له اعلام ونظر الى علمها، رقم: ۳۷۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک نقشی چادر میں نماز پڑھی اور اس کے نقش و نگار پر نماز ہی میں ایک نظر ڈالی۔ پھر سلام پھیر کر فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم کو واپس دے دو۔ اس نے ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا اور ابو جہم سے سادہ چادر لیتے آؤ۔

### لباس میں چار اہم ترین امور

مردوں اور عورتوں کے لیے لباس میں چار امور کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے:

۱۔ لباس ساتر ہونا چاہیے۔ مرد اور عورت ہر ایک کے لیے اپنے ستر کو چھپانا ضروری ہے۔ ایسا مختصر لباس پہننا جس میں پردہ نہ ہو روشن خیالی نہیں بلکہ جاہلیت کی یادگار ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كَانَتْ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ، تَقُولُ: الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أَحِلَّهُ، قَالَ: فَنَزَلَتْ يَا بَنِي آدَمَ خذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ<sup>(۱)</sup>

(ایام جاہلیت میں) عورت یہ شعر پڑھتے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتی تھی۔

اليوم يبدو بعضه أو كله وما بدامنه فلا أحله ” آج کے دن جسم کا کل یا کچھ حصہ ظاہر ہو رہا ہے اور جو کچھ بھی ظاہر ہو رہا ہے میں اس کو مباح نہیں کر سکتی“ (کہ لوگ اسے دیکھیں یا ہاتھ لگائیں) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پھر یہ آیت اتری: یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد ”اے بنی آدم! جس کسی بھی مسجد میں جاؤ اپنا لباس پہن لیا کرو“ (الاعراف: ۳۱)

مرد حضرات کو تو یہاں تک روک دیا ہے کہ اگر انہوں نے چادر کے نیچے کوئی اور لباس (جانگیا) وغیرہ نہ پہنا ہو تو اس طرح گوٹھ مار کر نہ بیٹھیں جس میں چادر کے کھل جانے کا احتمال ہو

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ لَيْسَتَيْنِ: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ شِقِيهِ<sup>(۲)</sup>

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب مناسک الحج، باب قوله عز وجل خذوا زینتکم عند کل مسجد،

رقم: ۲۹۵۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الاحتباء فی ثوب واحد، رقم: ۵۸۲۱

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پہناوے سے منع فرمایا یہ کہ کوئی شخص ایک ہی کپڑے سے اپنی کمر اور پنڈلی کو ملا کر باندھ لے اور شرمگاہ پر کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اور یہ کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو اس طرح جسم پر لپیٹے کہ ایک طرف کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔“

شرعی طور پر ایسا مختصر لباس درست نہیں جو ستر نہ ہو اور وہ فیشن بھی جائز نہیں ہے جس میں لباس، بدن کو چھپانے سے عاجز ہو اور وہ لباس بھی جائز نہیں ہے جو اتنا باریک ہو کہ جسم دکھائی دے یا اتنا تنگ ہو جس میں جسمانی خدو خال واضح ہوں۔ باریک یا اتنا تنگ لباس پہننے والی عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں قیامت کے دن بھی وہ یونہی برہنہ ہوں گی اور انہیں رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اسْتَيْقِظَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، مَاذَا أَنْزَلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ، وَمَاذَا فَتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ، أَيْقِظُوا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ، قَرَّبَ كَاسِيَةَ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةَ فِي الْآخِرَةِ. (۱)

”ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہوتے ہی فرمایا کہ سبحان اللہ! آج کی رات کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں اور کتنے ہی خزانے بھی کھولے گئے ہیں۔ ان حجرہ والیوں کو جگاؤ۔ کیونکہ بہت سی عورتیں (جو) دنیا میں (باریک) کپڑا پہننے والی ہیں وہ آخرت میں برہنہ ہوں گی۔“

۲۔ لباس میں دوسرا امر یہ ہے کہ مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ نہ ہو اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت بھیجی جو عورتوں جیسا چال چلن اختیار کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مردوں جیسا چال چلن اختیار کریں۔

مردوں کا عورتوں کی طرح بولنا، نخرے اور ناز و ادا سے چلنا، عورتوں جیسے بھڑکیلے اور نقش و

۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب العلم والعظة باللیل، رقم: ۱۱۵

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال، رقم: ۵۸۸۵

نگار والے لباس پہننا اسی طرح عورتوں کا مردوں کی طرح بال کٹوانا اور مردوں جیسا لباس پہننا ملعون ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کسی فعل پر لعنت کرنا اس کی شدید کراہت کو ظاہر کرتا ہے اور ایسا کام کرنے والا ایک سنگین گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

۳۔ ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہے جس سے تکبر کا اظہار ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مَرْجُلٌ جُمْتَهُ إِذْ خَسَفَ اللَّهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَّجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۱)

” (بنی اسرائیل میں) ایک شخص ایک جوڑا پہن کر کبر و غرور میں سرمست، سر کے بالوں میں کنگھی کئے ہوئے اکڑ کر اترتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اب وہ قیامت تک اس میں دھنستا رہے گا۔“

لباس میں تکبر کی مختلف صورتیں ہیں۔ اپنی چادر یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے گھیٹتے ہوئے چلنا تکبر ہے۔ جیسے مذکورہ روایت کو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجْرُ إِزَارَهُ مِنَ الْخِيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلَّجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ” ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند زمین پر گھیٹتا ہوا جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اور اب وہ قیامت تک یوں ہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔“

درندوں کی کھال پہننا تکبر ہے کہ اس میں بندہ اپنی شان و شوکت اور تمول کا اظہار کرتا ہے۔ سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

يَا مُعَاوِيَةَ إِنَّ أَنَا صَدَقْتُ، فَصَدَّقْتَنِي وَإِنِّي أَنَا كَذَبْتُ، فَكَذَّبْتَنِي، قَالَ: أَفَعَلْتُ، قَالَ: فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ لُبْسِ الدَّهَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، رقم: ۵۷۸۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبياء، باب حديث الغار، رقم: ۳۴۸۵

فَأَنْشُدْكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْشُدْكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السَّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ (۱)

”معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدمام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں۔“

ایک مسلمان کو ہر اس لباس کے پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے جس کے پہننے سے خود پسندی کے جذبات پیدا ہونے کا خدشہ ہو اس لیے کہ خود پسندی بندے کو تکبر کی طرف لے جاتی ہے۔

۴۔ شہرت کا لباس پہننا بھی جائز نہیں ہے۔ شہرت کے لباس سے مراد ایسا لباس ہے جس کے پہننے سے بندہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے ایسا لباس اگر عورت پہنے تو اس میں خود پسندی کے ساتھ بے حیائی کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور اگر مرد پہنے تو بھی خود پسندی کے جذبات اس کے دماغ کو اپیل کریں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَبَسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا، أَلْبَسَهُ اللَّهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا (۲)

”جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ بھڑکائے گا۔“

مذکورہ چار امور میں سے ایک امر بھی اگر کسی لباس میں موجود ہو شرعی طور پر اس کا پہننا

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب اللباس، باب فی جلود النمرور والسباع، رقم: ۴۱۳۱

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ لالبانی، کتاب اللباس، باب من لبس شہرة من الثياب، رقم: ۳۶۰۷



درست نہ ہوگا یہ امور جتنے بڑھتے جائیں گے اس کی قباحت بھی بڑھتی جائے گی۔

### عورتوں کا لباس

۱۔ لباس کے حوالہ سے جو مذکورہ چار صورتیں بیان ہوئی ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کو اوڑھنی سے اپنا سر ڈھانپنا چاہیے۔ گھر کے اندر وہ اپنے چہرے اور ہاتھ، پاؤں

کے علاوہ سارا جسم چھپا کے رکھے گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولَ لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلِيضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ

(سورة النور آية ۳۱) شَقَّقْنَ أَكْنَفَ، قَالَ ابْنُ صَالِحٍ: أَكْنَفٌ مَرْوِطِهِنَّ، فَاخْتَمَرْنَ بِهَا<sup>(۱)</sup>

”اللہ تعالیٰ ابتدائے اسلام میں ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ تعالیٰ نے

آیت کریمہ ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے

رہیں“ (سورة النور: ۳۱) نازل فرمائی تو انہوں نے اپنے پردوں کو پھاڑ کر اپنی اوڑھنیاں اور دوپٹے بنا

ڈالے۔“

۳۔ عورت کے پاؤں بھی ستر میں شامل ہیں۔ گھر سے نکلتے ہوئے وہ اپنے کپڑے کو اتنا نیچے

لٹکا لے کہ پاؤں کا بالائی حصہ چھپا رہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ جَزَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخَيْلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ

تَصْنَعُ النِّسَاءُ بِذُيُوبِهِنَّ؟ قَالَ: تُرْخِيْنَهُ شَبْرًا. قَالَتْ: إِذَا تَنَكَّشَفَ أَقْدَامُهُنَّ؟ قَالَ: تُرْخِيْنَهُ

ذِرَاعًا لَا تَزِدَنَّ عَلَيْهِ<sup>(۲)</sup>

”جس نے تکبر سے اپنا کپڑا لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا“، ام المؤمنین ام

سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! تو پھر عورتیں اپنے دامن کیسے رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وہ اسے ایک بالشت لٹکائیں، وہ بولیں: تب تو ان کے قدم کھلے رہیں گے؟، آپ نے فرمایا:

”تو ایک ہاتھ لٹکائیں، اس سے زیادہ نہ کریں۔“

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب اللباس، باب فی قولہ ولیضربن بخمرهن فی جیوبهن، رقم: ۴۱۰۲

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی لالبانی، کتاب الزینة، باب ذیول النساء، رقم: ۵۳۳۶

۴۔ نماز پڑھتے ہوئے عورت کے لیے سر پر اوڑھنی یا چادر لینا ضروری ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ (۱)

”اللہ تعالیٰ کسی بالغہ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں فرماتا۔“

### لباس میں صفائی کا حکم

لباس کے باپردہ، سادہ اور ساتر ہونے کے ساتھ طہارت، پاکیزگی اور صفائی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ سادگی اور صفائی کے اندر ایک وقار ہے۔ گندا اور میلا لباس پہننا تقویٰ کی علامت نہیں ہے۔ صفائی ایمان کا حصہ اور تقویٰ کے لیے اہم جزو ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندا اور میلا کچھلا لباس پہننے والے کو اسے دھو کر صاف ستھرا لباس پہننے کا حکم دیا۔ حضرت ابو اللاحوص کے والد گرامی بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي ثَوْبٍ دُونَ، فَقَالَ: أَلَا كَمَا ل؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ آتَانِي اللَّهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا، فَلْيَرِ أَثْرَ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ (۲)

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک معمولی کپڑے میں آیا تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم مالدار ہو؟“ میں نے عرض کیا: جی ہاں مالدار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کس قسم کا مال ہے؟“ تو انہوں نے کہا: اونٹ، بکریاں، گھوڑے، غلام (ہر طرح کا مال ہے) اللہ نے مجھے نوازا ہے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اللہ کی نعمت اور اس کے اعزاز کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہیے۔“

سنن ابی داؤد میں اسی باب کے تحت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے، وہ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الطہارۃ و سننہا، باب اذا حاضت الجاریۃ لم تصل الا بخمار، رقم: ۲۵۵

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب و فی الخلقان، رقم: ۴۰۶۳

أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هَذَا مَا يُسْكِنُ بِهِ شَعْرَهُ، وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ هَذَا يَجِدُ مَا يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ نے ایک پراگندہ سر شخص کو جس کے بال بکھرے ہوئے تھے دیکھا تو فرمایا: ”کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے یہ اپنے بال ٹھیک کر لے؟“ اور ایک دوسرے شخص کو دیکھا جو میلے کپڑے پہنے ہوئے تھا تو فرمایا: ”کیا اسے پانی نہیں ملتا جس سے اپنے کپڑے دھو لے؟“۔

شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اچھا اور خوبصورت لباس زیب تن کرنا تکبر کے زمرے میں نہیں آتا۔ ہاں لباس کے معاملہ میں شرعی تقاضوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھنا اور خود پسندی کا شکار ہو جانا تکبر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ رَجُلًا جَمِيلًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ حُبِّبَ إِلَيَّ الْجَمَالَ وَأُعْطِيتُ مِنْهُ مَا تَرَى حَتَّى مَا أَحْبَبْتُ أَنْ يَفُوقَنِي أَحَدٌ، إِمَّا قَالَ بَشْرًا كِ نَعْلِي، وَإِمَّا قَالَ بِشْءٍ نَعْلِي، أَفَمِنَ الْكِبَرِ ذَلِكَ؟ قَالَ: لَا وَلَكِنَّ الْكِبَرَ: مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ (۲)

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، وہ ایک خوبصورت آدمی تھا اس نے آ کر عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے خوبصورتی پسند ہے، اور مجھے خوبصورتی دی بھی گئی ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ میں نہیں چاہتا کہ خوبصورتی اور زیب و زینت میں مجھ سے کوئی میری جوتی کے تسمہ کے برابر بھی بڑھنے پائے، کیا یہ کبر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں بلکہ کبر یہ ہے کہ حق بات کی تغلیط کرے، اور لوگوں کو کمتر سمجھے۔“

اچھا اور عمدہ لباس زیب تن کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ لیکن سادگی اور صفائی کا زندگی میں موجود ہونا ایمان کی علامت ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالالبانی، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب، رقم: ۴۰۶۲

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالالبانی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر، رقم: ۴۰۹۲

ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَلَا تَسْمَعُونَ أَلَا تَسْمَعُونَ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ، إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ يَغْنِي التَّقْوَى (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ نے ایک روز آپ کے پاس دنیا کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ”کیا تم سن نہیں رہے ہو؟ کیا تم سن نہیں رہے ہو؟ بیشک سادگی و پراگندہ حالی ایمان کی دلیل ہے، بیشک سادگی و پراگندہ حالی ایمان کی دلیل ہے“ اس سے مراد ترک زینت و آرائش اور خستہ حالی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیادہ توجہ اپنے بننے سنورنے میں نہیں تھی بلکہ وہ آخرت کی فکر میں مگن رہتے تھے۔ یہی حال صحابیات کا تھا اور اگر کبھی شادی بیاہ یا خوشی کا موقع آتا تو ایک دوسرے سے عاریتاً لباس لے کر پہن لیا جاتا۔ حضرت ابن ایمن کے والد گرامی بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعٌ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمٍ، فَقَالَتْ: اِرْفَعِ بَصْرَكَ إِلَى جَارِيَّتِي انْظُرِي إِلَيْهَا، فَإِنَّهَا تُرْهِى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ، وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَمَا كَانَتْ امْرَأَةً تُقَيِّنُ بِالْمَدِينَةِ، إِلَّا أُرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيرُهُ (۲)

میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ قطر (یمن کے ایک دبیز کھر درے کیڑے) کی قمیص جس کی قیمت پانچ درہم ہوگی پہنے ہوئے تھیں۔ آپ نے (مجھ سے) فرمایا۔ ذرا نظر اٹھا کر میری اس لونڈی کو تو دیکھو۔ اسے گھر میں بھی یہ کیڑے پہننے سے انکار ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس اسی کی ایک قمیص تھی۔ جب کوئی لڑکی دلہن بنانی جاتی تو میرے یہاں آدمی بھیج کر وہ قمیص عاریتاً منگوا لیتی تھی۔

پانچ درہم کی معمولی قیمت والی قمیص کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمدہ خیال کیا اور دیگر صحابیات بھی اسے قیمتی خیال کرتی تھیں۔ اس لیے خوشی کے موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مانگ کر لے جاتیں۔ کتنی بار اس قمیص کو مدینہ کی عورتوں نے پہنا ہوگا اور کتنی بار دھو دھو کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہنا ہوگا۔ پھر بھی اسے عمدہ اور قیمتی خیال کیا جاتا۔ اس میں درس ہے ان خواتین کے لیے جو ایک

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الہبۃ وفضلہا، باب الاستعارة للعروس عند البناء، رقم: ۲۶۲۸

دفعہ گراں قیمت لباس زیب تن کرتی ہیں اور دوبارہ اسے پہننا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں اور ہر مجلس میں نیا لباس پہننا اپنے لیے عظمت کا نشان سمجھتی ہیں۔ یہی چیز دنیاوی کروفر اور اسراف میں آتی ہے۔

## زرد لباس پہننے والے پر غصہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّه أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُعْصَفَرَانِ، فَغَضِبَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ: اذْهَبْ فَاطْرَحْهُمَا عَنْكَ، قَالَ: أَيْنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: فِي النَّارِ (۱)

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے پیلے رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوئے اور فرمایا: ”جاؤ اور اسے اپنے جسم سے اتار پھینکو۔“ انہوں نے پوچھا: کہاں؟ اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”آگ میں“ صحیح مسلم میں یہ روایت ان الفاظ میں موجود ہے:

رَأَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعْصَفَرَيْنِ، فَقَالَ: أَمَّاكَ أَمَرْتُكَ بِهَذَا؟ قُلْتُ: أَغْسِلُهُمَا، قَالَ: بَلْ أَحْرَقُهُمَا

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زعفرانی رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غصہ سے) فرمایا: کیا تیری ماں نے تجھے یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں انہیں دھولیتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ انہیں جلا دو۔“

غصے کی وجہ

زعفرانی رنگ کا لباس عورتیں پہن سکتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ حکم ارشاد فرما سکتے تھے کہ یہ لباس خود نہ پہنو بلکہ گھر میں موجود عورتوں کو دے دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہنے کی بجائے فرمایا کہ اسے جلا دو یہ شدید غصہ کا اظہار ہے۔ زرد رنگ لباس پر اتنے غصہ کا اظہار کیوں؟ صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں اس کی وجہ یوں ذکر کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینۃ، باب ذکر النهی عن لبس المعصفر، رقم: ۵۳۱۷

رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيَّ ثَوْبَيْنِ مُعْصَفَرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زعفرانی رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ کفار کے کپڑے ہیں انہیں مت پہنو۔“

اس لباس میں دو قباحتیں سامنے آئیں۔ ایک تو یہ عورتوں کے لباس کے مشابہ ہے اور دوسرا یہ کہ اسے کافر مرد زیب تن کرتے ہیں اور دونوں قباحتیں ہی شدید ہیں۔ مرد ایسا لباس نہیں پہن سکتا جو عورتوں کے مشابہ ہو اور اگر کافروں کا لباس پہنا جائے تو یہ ان کی ثقافت سے محبت کا اظہار اور اس میں ان کی مشابہت بھی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شدید تشبیہ فرمائی تاکہ مسلمان مرد اس لباس کے پہننے سے اجتناب کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن رنگوں کا لباس زیب تن فرمایا اس کی معرفت انتہائی ضروری ہے تاکہ وہی رنگ ہمارے لباس میں سما جائیں اور درحقیقت محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے جانے کا نام ہے۔

سفید لباس

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضٌ، وَهُوَ نَانِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ اسْتَيْقَظَ، فَقَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ، إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، قَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، عَلَيَّ رَعْمٌ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ، وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا، قَالَ: وَإِنْ رَعِمَ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ (۲)

”میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے جسم مبارک پر سفید کپڑا تھا اور

۱- صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن لبس الرجل الثوب المعصفر، رقم: ۲۰۷۷

۲- صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثياب البيض، رقم: ۵۸۲۷

آپ سورہے تھے پھر دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے نے بھی کلمہ لا اِلهَ اِلا اللہُ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں" کو مان لیا اور پھر اسی پر وہ فوت ہوا تو جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو، میں نے پھر عرض کیا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔ فرمایا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔ میں نے (حیرت کی وجہ سے پھر) عرض کیا چاہے اس نے زنا کیا ہو یا اس نے چوری کی ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہے اس نے زنا کیا ہو چاہے اس نے چوری کی ہو۔ ابو ذر کی ناک خاک آلود ہو۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ بعد میں جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (وإن رغم أنف أبي ذر) ضرور بیان کرتے۔“

سفید لباس نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا بلکہ اس کے پہننے کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ (۱)

”سفید کپڑے پہنا کرو، اس لیے کہ یہ زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہوتے ہیں اور اپنے مردوں کو سفید کفن دیا کرو“

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس کو پاکیزہ لباس قرار دیا۔ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کپڑوں میں سب سے عمدہ کپڑا قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ فَلْيَلْبَسْهَا أَحْيَاءُكُمْ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ (۲)

”تم سفید کپڑوں کو پہنو، تمہارے زندہ اسے پہنیں اور مردوں کو اسی کا کفن دو کیونکہ یہی کپڑوں میں سب سے عمدہ کپڑا ہے۔“

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینة باب الامر بلبس البيض من الثياب، رقم: ۵۳۲۲

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب و باب مذکورہ، رقم: ۵۳۲۳



سفید رنگ لباس آپ ﷺ کا پسندیدہ لباس ہے۔ آپ ﷺ نے اسے پاکیزہ لباس قرار دیا اور اس کی پاکیزگی کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ جنگ احد کے موقع پر فرشتوں نے بھی سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ بِشِمَالِ النَّبِيِّ ﷺ وَبِئَمِينِهِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيْضٌ يَوْمَ أُحُدٍ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ (۱)

جنگ احد کے موقع پر میں نے نبی کریم ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو (جو فرشتے تھے) دیکھا وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے انہیں نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو اس وقت بھی آپ ﷺ کو تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَّةٍ بَيْضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهِنَّ قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ (۲)

”رسول اللہ ﷺ کو یمن کے تین سفید سوتی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔“

ایک دفعہ جبریل امین نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا وہ دوزانو ہو کر ادب سے آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور چند سوال کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ شَعْرِ الرَّأْسِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفْرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، قَالَ: فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتِهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثياب البيض، رقم: ۵۸۲۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن، رقم: ۱۲۶۳

فَقَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَرُسُلِهِ، وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ، وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَمَا أَمَارَتُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا، قَالَ وَكَيْعُ: يَعْنِي: تَلِدُ الْعَجَمُ الْعَرَبَ، وَأَنْ تَرَى الْحَفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبِنَاءِ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ: فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ثَلَاثِ فَعَالَ: أَتَدْرِي مَنْ الرَّجُلُ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: ذَلِكَ جَبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ مَعَالِمَ دِينِكُمْ (۱)

ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے، اس پہ سفر کے آثار ظاہر نہیں تھے، اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا، اور اپنا گھٹنا آپ ﷺ کے گھٹنے سے ملا لیا، اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی دونوں رانوں پر رکھے، پھر بولا: اے محمد! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور خانہ کعبہ کاج کرنا“، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، تو ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے، اور خود ہی جواب کی تصدیق بھی۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، یوم آخرت، اور بھلی بری تقدیر پر ایمان رکھو“، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، تو ہمیں تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کر رہا ہے، اور خود ہی جواب کی تصدیق بھی۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔“ پھر اس نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے پوچھ رہے ہو، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔“ پھر اس نے

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الكتاب فی الایمان، باب فی الایمان، رقم: ۶۲

پوچھا: اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی (کیج راوی حدیث نے کہا: یعنی عجمی عورتیں عرب کو جنیں گی) اور تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، فقیر و محتاج بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ بڑی بڑی کوٹھیوں اور محلات کے بنانے میں فخر و مسابقت سے کام لیں گے۔“ راوی کہتے ہیں: پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ مجھے تین دن کے بعد ملے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو وہ شخص کون تھا؟“ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارے دین کی اہم اور بنیادی باتیں سکھانے آئے تھے“

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو سفید کپڑے پسند ہیں اور فرشتوں کو بھی سفید لباس پسند ہے۔ اسی لیے جنگ احد میں انہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور فرشتوں کے سردار جبریل امین آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی سفید لباس پہنا ہوا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی سفید لباس پسند تھا اور کیوں نہ ہوتا انہیں وہی چیز پسند تھی جو ان کے محبوب کو پسند تھی اور وہ آپ ﷺ کے رنگ میں رنگ جانے کو ہی اپنی کامیابی سمجھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى عَلَى عُمَرَ قَمِيصًا أَبْيَضَ، فَقَالَ: ثَوْبُكَ هَذَا غَسِيلُ أُمِّ جَدِيدٍ، قَالَ: لَا بَلْ غَسِيلٌ، قَالَ: الْبَسْ جَدِيدًا، وَعِشْ حَمِيدًا، وَمُتْ شَهِيدًا۔<sup>(۱)</sup>

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک سفید قمیص پہنے دیکھا تو پوچھا: ”تمہارا یہ کپڑا دھویا ہوا ہے یا نیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: نہیں، یہ دھویا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: البس جدیدا و عش حمیدا و مت شہیدا ”نیا لباس، قابل تعریف زندگی، اور شہادت کی موت نصیب ہو۔“

### سیاہ لباس

رسول اللہ ﷺ نے سیاہ عمامہ استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ، لالبانی، کتاب اللباس، باب ما یقول الرجل اذا لبس ثوبا جدیدا، رقم: ۵۸۳۵

رَأَيْتُ النَّبِيَّ وَاللَّهَ رَسُولَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ قَدْ أَرَخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ (۱)  
میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا، آپ کالی پگڑی باندھے ہوئے تھے جس کا کنارہ  
آپ نے اپنے کندھوں پر لٹکا رکھا تھا۔

اور فتح مکہ والے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهَ رَسُولَهُ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ بَغَيْرِ إِحْرَامٍ (۲)  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں احرام کے بغیر داخل ہوئے اور آپ کالی پگڑی  
باندھے ہوئے تھے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهَ رَسُولَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ شَعْرِ أَسْوَدٍ (۳)  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، آپ پر ایک سیاہ بالوں کی چادر تھی جس میں (کجاوہ) کی  
تصویریں بنی ہوئی تھیں۔“

### سرخ لباس

مردوں والا ہلکا سرخ رنگ لباس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا ہے۔ حضرت  
ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهَ رَسُولَهُ فِي قُبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ  
اللَّهِ وَاللَّهَ رَسُولِهِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ  
يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بِلَالٍ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنزَةً فَرَكَّزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِيُّ  
وَاللَّهَ رَسُولَهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمَّرًا، صَلَّى إِلَى الْعَنزَةِ بِالنَّاسِ رَكَعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالذَّوَابَّ  
يَمْرُونَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنزَةِ (۴)

- ۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی العمام، رقم: ۴۰۷۷
- ۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزینة، باب لبس العمام السود، رقم: ۵۳۴۵
- ۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی لبس الصوف والشعر، رقم: ۴۰۳۲
- ۴۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الثوب الاحمر، رقم: ۳۷۶

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کو وضو کر رہے ہیں اور ہر شخص آپ کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور اگر کوئی پانی نہ پاسکتا تو اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی ایک برچھی اٹھائی جس کے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا تھا اور اسے انہوں نے گاڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ (ڈیرے میں سے) ایک سرخ پوشاک پہنے، تہبند اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے اور برچھی کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی، میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور برچھی کے پرے سے گزر رہے تھے۔“

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مَرْبُوعًا بَعِيدًا مَا بَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، لَمْ أَرْ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ. (۱)

”رسول اللہ ﷺ درمیانے قد کے تھے۔ آپ ﷺ کا سینہ بہت کشادہ اور کھلا ہوا تھا۔ آپ کے (سر کے) بال کانوں کی لوتک لٹکتے رہتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ ایک سرخ جوڑے میں دیکھا۔ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں دیکھا تھا۔“

سبز لباس

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انطلقت مع أبي نحو النبي ﷺ، فرأيت عليه بُرْدَيْنِ أَحْضَرَيْنِ (۲)

میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپ پر دو سبز رنگ کی

چادریں دیکھیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبي ﷺ، رقم: ۳۵۵۱

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب اللباس، باب فی الخضرة، رقم: ۴۰۶۵

سنن نسائی میں یہی روایت ان الفاظ میں منقول ہے  
خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ (۱)  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بار گھر سے) باہر نکلے، آپ دو سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے  
تھے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ لباس میں سبز چادر شامل تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ  
فرماتے ہیں:

كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحَبْرَةَ (۲)  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کپڑوں میں یمنی سبز چادر پہننا بہت پسند تھی۔  
حاشیہ دار چادر اوڑھنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي  
حَاشِيَّتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ  
مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اكْسُنِيهَا؟  
فَقَالَ: نَعَمْ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَّأَهَا، ثُمَّ أُرْسِلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ  
الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَزُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا  
لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ (۳)

”ایک عورت ”بردہ“ لے کر آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تمہیں معلوم بھی ہے کہ ”بردہ“ کے  
کہتے ہیں۔ کہا گیا جی ہاں! بردہ، حاشیہ دار چادر کو کہتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا، یا رسول اللہ!  
میں نے خاص آپ کو پہنانے کے لیے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے  
لے لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب الزینة، باب لبس الخضر من الثياب، رقم: ۵۳۱۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة، رقم: ۵۸۱۳

۳۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر النساج، رقم: ۲۰۹۳

صلی اللہ علیہ وسلم اسی چادر کو بطور ازار کے پہنے ہوئے تھے، حاضرین میں سے ایک صاحب بولے، یا رسول اللہ! یہ مجھے دے دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھالے لینا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے پھر واپس تشریف لے گئے اور ازار کو تہہ کر کے ان صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ لوگوں نے کہا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا کرتے ہیں۔ اس پر اس صحابی نے کہا: واللہ! میں نے تو صرف اس لیے یہ چادر مانگی ہے کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔

سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہی ان کا کفن بنی۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موٹے حاشیہ کی نجرانی چادر کو بھی استعمال فرمایا۔ حضرت انس بن

مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَذْرَكَهُ  
أَعْرَابِيٌّ، فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبَذَةً شَدِيدَةً، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ  
قَدْ أَثَرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبَذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَرْ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي  
عِنْدَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ<sup>(۱)</sup>

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر (یمین کے) نجران کی بنی ہوئی موٹے حاشیہ کی ایک چادر تھی۔ اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو پکڑ کر اتنی زور سے کھینچا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر دیکھا کہ اس کے زور سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے اس مال میں سے دیئے جانے کا حکم کیجئے جو اللہ کا مال آپ کے پاس ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور آپ نے اسے مال دینے کا حکم فرمایا۔

دھاری دار چادر کو بھی اوڑھا جاسکتا ہے۔ حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دھاری دار چادر پہنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراض نہیں فرمایا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة، رقم: ۵۸۰۹

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنِ الْأَسَدِيِّ: يَرْفَعُ نَمْرَةً عَلَيْهِ، قَالَ: ادْعُ اللَّهَ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ، ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ (۱)

میری امت میں سے جنت میں ستر ہزار کی ایک جماعت داخل ہوگی ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ حضرت عکاشہ بن محسن اسدی رضی اللہ عنہ اپنی دھاری دار چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے بھی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے بنا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! عکاشہ کو بھی ان میں سے بنا دے۔ اس کے بعد قبیلہ انصار کے ایک صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے عکاشہ سبقت لے گیا۔

### غیر ملکی لباس

غیر ملکی لباس میں اگر کوئی حرام چیز نہ استعمال ہوئی ہو اور اس کا رنگ، بناوٹ اور سلائی شریعت سے متصادم نہ ہو تو اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود غیر ملکی لباس استعمال فرمایا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَقَالَ: يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ، فَأَخَذْتُهَا، فَأَنْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ، فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كِمِّهَا فَصَاقَتْ، فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ ثُمَّ صَلَّى (۲)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر (غزوہ تبوک) میں تھا۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا۔ مغیرہ! پانی کی چھاگل اٹھالے۔ میں نے اسے اٹھالیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور میری

۱- صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب البرود والحبرة والشملة، رقم: ۵۸۱۱

۲- صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية، رقم: ۳۶۳



نظروں سے چھپ گئے۔ آپ نے قضائے حاجت کی۔ اس وقت آپ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ہاتھ کھولنے کے لیے آستین اوپر چڑھانی چاہی لیکن وہ تنگ تھی اس لیے آستین کے اندر سے ہاتھ باہر نکالا۔ میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ پھر نماز پڑھی۔

## منقش پردہ اور غصہ مصطفیٰ ﷺ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَوَجَدَ عَلِيَّ بَابَهَا سِتْرًا، فَلَمْ يَدْخُلْ، قَالَ: وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا فَجَاءَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَأَاهَا مُهْتَمَّةً، فَقَالَ: مَا لِكِ؟ قَالَتْ: جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ فَلَمْ يَدْخُلْ فَأَتَاهُ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا، قَالَ: وَمَا أَنَا وَالْذُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالرَّقْمُ، فَذَهَبَ إِلَى فَاطِمَةَ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَتْ: قُلْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا يَأْمُرُنِي بِهِ، قَالَ: قُلْ لَهَا فَلَئِنْ سَلُّ بِهِنَّ إِلَى بَنِي فَلَانَ (۱)

رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکتے دیکھا تو آپ اندر داخل نہیں ہوئے بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ اندر جائیں اور پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہ ملیں، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غمگین دیکھا تو پوچھا: کیا بات ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تھے لیکن اندر نہیں آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر یہ بات بڑی گراں گزری ہے کہ آپ ان کے پاس تشریف لائے اور اندر نہیں آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے دنیا سے کیا سروکار، مجھے نقش و نگار سے کیا واسطہ؟“ یہ سن کر وہ واپس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، اور آپ نے جو فرمایا تھا انہیں بتایا، اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھیے کہ اس پردے کے متعلق آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ان سے کہو: وہ اسے بنی فلاں کو بھیج دے۔“

غصے کی وجہ

منقش قیمتی پردے لٹکانے میں دنیاوی زیب و زینت اور دنیا سے محبت کا اظہار ہے اور

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب اللباس، باب فی اتخاذ الستور، رقم: ۴۱۴۹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کو دنیاوی محبت سے دور، آخرت کی محبت میں لگن ایک عابدہ و زاہدہ کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی گھر کے دروازے پر دنیا کو استقبال کرتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے۔ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے دروازے پر بھی ایسا ہی پردہ دیکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلام و دعا والے کلمات کا جواب نہیں دیا تھا۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ وَكُنْتُ أَتَحِيْنُ قَوْلَهُ، فَأَخَذْتُ نَمَطًا كَانَ لِنَافَسَتَرْتُهُ عَلَى الْعَرِضِ، فَلَمَّا جَاءَ اسْتَقْبَلْتُهُ فَقُلْتُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَعَزَّكَ وَأَكْرَمَكَ، فَنَظَرْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَرَأَيْتُ النَّمَطَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا وَرَأَيْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ فَأَتَيْتُ النَّمَطَ حَتَّى هَتَكْتُهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَأْمُرْنَا فِيمَا رَزَقْنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَاللِّينَ، قَالَتْ: فَقَطَعْتُهُ وَجَعَلْتُهُ وَسَادَتَيْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِيْفًا فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں نکلے، میں آپ کی واپسی کی منتظر تھی، میں نے ایک پردہ لیا جو میرے پاس تھا اور اسے دروازے کی پڑی لکڑی پر لٹکا دیا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ کا استقبال کیا اور کہا: سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے رسول! اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، شکر ہے اس اللہ کا جس نے آپ کو عزت بخشی اور اپنے فضل و کرم سے نوازا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر پر نظر ڈالی، تو آپ کی نگاہ پردے پر گئی، آپ نے میرے سلام کا کوئی جواب نہیں دیا، میں نے آپ کے چہرہ پر ناگواری دیکھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردے کے پاس آئے اور اسے اتار دیا اور فرمایا: ”اللہ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ہم اس کی عطا کی ہوئی چیزوں میں سے پتھر اور اینٹ کو کپڑے پہنائیں“ چنانچہ میں نے اس پردے کو کاٹ کر اس کے دو تکیے بنا لیے، اور ان میں کھجور کی چھال کا بھراؤ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس کام پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی آرائش و زیبائش اور دنیاوی مال و متاع پسند نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب اللباس، باب فی الصور، رقم: ۴۱۵۳

نے دنیا والوں کو دنیا گزارنے اور دنیا پر حکومت کرنے کے اصول سکھائے اور انہیں بتایا کہ اصول جہاندانی و جہانبانی کیا ہیں۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کیسے ممکن ہے؟ لیکن خود دنیا کا مال اکٹھا کرنے سے کوسوں دور رہے۔ مسجد نبوی میں مالوں کے ڈھیر لوگوں میں تقسیم فرما کے خود خالی ہاتھ دامن جھاڑ کے گھر تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ یہ پسند ہی نہیں فرماتے تھے کہ دنیا ان کے گھر میں داخل ہو۔ ایک دفعہ معمولی سونا آپ ﷺ کے گھر میں موجود تھا۔ آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا کہ یہ سونا شام تک آپ ﷺ کے گھر پڑا رہے۔ آپ ﷺ نے شام ہونے سے پہلے پہلے اسے صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرما دیا۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَصْرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا دَخَلَ عَلَيَّ بَعْضُ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تَبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ أَوْ يَبِيْتُ عِنْدَنَا، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ (۱)

میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ سلام پھیرتے ہی بڑی تیزی سے اٹھے اور اپنی ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے، پھر باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنی جلدی پر تعجب کو محسوس کیا جو صحابہ کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں مجھے سونے کا ایک ڈلا یاد آ گیا جو ہمارے پاس تقسیم سے باقی رہ گیا تھا۔ مجھے برا معلوم ہوا کہ ہمارے پاس وہ شام تک یا رات تک رہ جائے۔ اس لیے میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر احد پہاڑ بھی میرے لیے سونے کا بن جائے تو میں اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ یہ الفاظ آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمائے تھے۔ پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بھی ساری زندگی اس حال میں گزری کہ انہوں نے دنیا کا سامان اکٹھا نہیں کیا بلکہ فقیروں والی زندگی گزارتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت احف بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، ابواب العمل فی الصلاة، باب یفکر الرجل الشیء فی الصلاة، رقم: ۱۲۲۱

جَلَسْتُ إِلَى مَلَا مِنْ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعْرِ وَالثِّيَابِ وَالهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ  
 فَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: بَشِيرِ الْكَانِزِينَ بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُوضَعُ عَلَى حَلْمَةِ ثَدْيِ  
 أَحَدِهِمْ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ وَيُوضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلْمَةِ  
 ثَدْيِهِ يَتَزَلُّزَلُ، ثُمَّ وَلَى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةِ وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أُدْرِي مَنْ هُوَ، فَقُلْتُ  
 لَهُ: لَا أَرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِي قُلْتَ، قَالَ: إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا قَالَ لِي خَلِيلِي: قَالَ:  
 قُلْتُ: مَنْ خَلِيلُكَ؟ قَالَ: النَّبِيُّ ﷺ: يَا أَبَا ذَرٍّ، أَتُبْصِرُ أَحَدًا؟ قَالَ: فَتَنْظَرْتُ إِلَى  
 الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أَرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ، قُلْتُ: نَعَمْ،  
 قَالَ: مَا أَحِبُّ أَنْ لِي مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا أَنْفَقَهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، وَإِنَّ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُونَ إِنَّمَا  
 يَجْمَعُونَ الدُّنْيَا، لَا وَاللَّهِ لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيهِمْ عَنْ دِينٍ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ (۱)

”میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں سخت بال، موٹے کپڑے اور ایسی ہی  
 حالت میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی  
 بشارت ہو جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس کی چھاتی کی بھٹنی پر رکھ دیا جائے گا جو کندھے  
 کی طرف سے پار ہو جائے گا۔ اس طرح وہ پتھر برابر ڈھلکتا رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ صاحب چلے  
 گئے اور ایک ستون کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ چلا اور ان کے قریب بیٹھ  
 گیا۔ اب تک مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے ان سے کہا: میرا خیال ہے کہ  
 آپ کی بات قوم نے پسند نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ سب اس کا فہم نہیں رکھتے۔ مجھ سے میرے  
 خلیل نے کہا تھا میں نے پوچھا کہ آپ کے خلیل کون ہیں؟ جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ اے  
 ابو ذر! کیا تو احد پہاڑ دیکھتا ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ اس وقت میں نے سورج کی طرف نظر  
 اٹھا کر دیکھا کہ کتنا دن ابھی باقی ہے۔ کیونکہ مجھے (آپ کی بات سے) یہ خیال گزرا کہ آپ اپنے  
 کسی کام کے لیے مجھے بھیجیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: اگر میرے  
 پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں چاہوں گا کہ صرف تین دینار بچا کر باقی تمام کا تمام (اللہ کے  
 راستے میں) دے ڈالوں (حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا کہ) ان لوگوں کو کچھ معلوم نہیں یہ دنیا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب ما ادى زکاتہ فلیس بکنز، رقم: ۱۴۰۷

جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں اللہ کی قسم نہ میں ان کی دنیا ان سے مانگتا ہوں اور نہ دین کا کوئی مسئلہ ان سے پوچھتا ہوں تا آنکہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔“

ایک دفعہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بحرین سے آئے ہوئے مال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے چادر میں کچھ مال ڈالا لیکن اتنا مال ڈال لیا کہ گٹھری کو اٹھانے سے عاجز آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ کسی کو کہہ کے مال ان کے کندھے پر رکھوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا۔ اس لیے کہ عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے نہیں تھے کہ ضرورت سے زائد دنیا گھر میں داخل ہو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ: انْثُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أَتَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ، إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: خُذْ فَحْثًا فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقْلَهُ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ بِرَفْعِهِ إِلَيَّ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْفَعُهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: لَا، فَنَشَرْتَهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقْلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ بِرَفْعِهِ عَلَيَّ، قَالَ: لَا، قَالَ: فَارْفَعُهُ أَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ: لَا، فَنَشَرْتَهُ، ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَيَّ كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ، فَمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ <sup>(۱)</sup>

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے رقم آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے مسجد میں ڈال دو اور یہ رقم اس تمام رقم سے زیادہ تھی جو اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آچکی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پوری کر چکے تو آکر مال کے پاس بیٹھ گئے اور اسے تقسیم کرنا شروع فرما دیا۔ اس وقت جسے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اسے عطا فرما دیتے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب القسمة وتعلیق القنوفی المسجد، رقم: ۴۲۱

بولے کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی عطا کیجئے کیونکہ میں نے (غزوہ بدر میں) اپنا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی (اس لیے میں زیر بار ہوں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لے لیجئے۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں روپیہ بھر لیا اور اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن (وزن کی زیادتی کی وجہ سے) وہ نہ اٹھا سکے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کسی کو فرمائیے کہ وہ اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (یہ نہیں ہو سکتا) انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھو دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس پر بھی انکار کیا، تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے تھوڑا سا نکال دیا اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی، (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے) پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجئے۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا: پھر آپ ہی اٹھو دیجئے۔ لیکن آپ ﷺ نے اس سے بھی انکار کیا، تب انہوں نے اس میں سے تھوڑا سا مال گرا دیا اور اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور چلنے لگے، رسول اللہ ﷺ کو ان کی اس حرص پر اتنا تعجب ہوا کہ آپ ﷺ اس وقت تک ان کی طرف دیکھتے رہے جب تک وہ ہماری نظروں سے غائب نہیں ہو گئے اور آپ ﷺ بھی وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔“

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ ﷺ سے مال مانگا۔ آپ ﷺ نے عنایت فرما دیا۔ انہوں نے جب بار بار مانگا تو آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا کہ اے حکیم! دنیا کا مال سرسبز و شیریں ہے اگر اسے نفس کی حرص سے لو گے تو اس میں کبھی برکت نہیں ہوگی۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد مرتے دم تک کسی سے مال نہیں مانگا۔ چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا حَكِيمُ، إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلُوٌّ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. قَالَ حَكِيمٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أُرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أَفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيمًا لِيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ، فَيَأْتِي أَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَا لِيُعْطِيَهُ، فَيَأْتِي أَنْ يُقْبَلَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، إِنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِي قَسَمَ

اللَّهُ لَهُ مِنْ هَذَا الْفِيءِ، فَيَأْتِي أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرَزْ أَحْكِيمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُؤْفِيَ رَحِمَهُ اللَّهُ. (۱)

میں نے آپ ﷺ سے مانگا آپ نے مجھے دیا، پھر مانگا پھر آپ نے دیا، پھر فرمانے لگے حکیم یہ دنیا کا روپیہ پیسہ دیکھنے میں خوشنما اور مزے میں شیریں ہے لیکن جو کوئی اس کو سیر چشٹی سے لے اس کو برکت ہوتی ہے اور جو کوئی حرص کے ساتھ اس کو لے اس کو برکت نہ ہوگی۔ اس کی مثال ایسی ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے۔ حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم اس کی جس نے آپ کو سچا پیغمبر بنا کے بھیجا ہے میں آج سے آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز کبھی نہیں لوں گا مرنے تک۔ پھر (حکیم کا یہ حال رہا) کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کا سالانہ وظیفہ دینے کے لیے ان کو بلا تے وہ اس کے لینے سے انکار کرتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ان کو ان کا وظیفہ دینے کے لیے بلایا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے مسلمانو! تم گواہ رہنا حکیم کو اس کا حق جو غنیمت کے مال میں اللہ نے رکھا ہے دیتا ہوں وہ نہیں لیتے۔ غرض حکیم نے آپ ﷺ کے بعد پھر کسی شخص سے کوئی چیز قبول نہیں کی (اپنا وظیفہ بھی بیت المال میں نہ لیا) یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ من بعد وصیة یوصی بہا و دین، رقم: ۲۷۵۰



## مجرم کی سفارش پر غصہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

اسْتَعَارَتِ امْرَأَةً عَلَى السِّنَةِ أَنَسِ يُعْرِفُونَ وَهِيَ لَا تُعْرِفُ حُلِيًّا فَبَاعَتْهُ وَأَخَذَتْ ثَمَنَهُ، فَأَتَى بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَسَعَى أَهْلَهَا إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَكَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيهَا، فَتَلَوْنَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُكَلِّمُهُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَتَشْفَعُ إِلَيَّ فِي حَدِّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ؟ فَقَالَ أُسَامَةُ: اسْتَغْفِرْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَشِيَّتَيْنِ فَأَتَنِي عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ، فَإِنَّمَا هَلَكَ النَّاسُ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ فِيهِمْ تَرَكَوهُ، وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا، ثُمَّ قَطَعَ تِلْكَ الْمَرْأَةُ (۱)

ایک عورت نے کچھ معروف لوگوں (کی گواہی) کے ذریعہ زیورات عاریتہ مانگے، پھر اس نے زیورات بیچ کر اس کی قیمت لے لی، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی گئی تو اس کے گھر والوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس دوڑ بھاگ کی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، آپ نے ان سے فرمایا: ”کیا تم مجھ سے اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟“ اسامہ نے کہا: اللہ کے رسول! میری بخشش کے لیے اللہ سے دعا کر دیجیے، پھر رسول اللہ ﷺ اس شام کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ”تم سے پہلے لوگ صرف اس لیے ہلاک و برباد ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب قطع السارق، باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر الزہری فی

المخزومیۃ التی سرقت، رقم: ۳۸۹۸

ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا، پھر اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

### غصے کی وجہ

اگر قاضی مجرموں کے حق میں سفارشیں مان کر انہیں چھوڑنے لگ جائے تو اس سے لاقانونیت پھیلے گی۔ لوگوں تک انصاف نہیں پہنچے گا۔ مجرم کے حق میں سفارش قبول کرنا مجرم کی سرپرستی کے مترادف ہے اور یہی چیز معاشرے کو تباہ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کا قانون معزز مجرم کو چھوڑ دیتا اور کمزور مجرم کو پکڑ لیتا تھا۔ حالانکہ مجرم محض مجرم ہوتا ہے۔ وہ امیر ہو یا غریب، اونچے خاندان سے ہو یا غریب گھرانے سے۔ اگر اس نے جرم کیا ہے تو اسلام ذات و پات سے بالا ہو کر اسے اس کے جرم کی سزا دیتا ہے۔ یہی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکھانے کے لیے آئے تھے اور جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے سفارش کی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور نظریہ کے قطعی منافی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا۔

### آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاف پر مبنی چند فیصلے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر انصاف کی تعلیم دی اور انصاف پر مبنی فیصلے کیے اور اس راہ میں نہ کسی کی سفارش قبول کی اور نہ کسی سے ڈرے۔ ہمیشہ حق اور انصاف کا ساتھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک سے چند فیصلے یہاں درج کیے جاتے ہیں جو عدل و انصاف کی نادر مثالیں ہیں۔

### ظلم پر مبنی فیصلے کو رد کر دیا

سیدنا ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا: اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَقَالَ الْآخَرُ: وَهُوَ أَفْقَهُهُمَا: أَجَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَأُذِنَ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ، قَالَ: تَكَلَّمْ، قَالَ: إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا، زَنَى بِامْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَجَارِيَةٍ لِي، ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ، فَأَخْبَرُونِي أَنَّ

مَا عَلَى ابْنِي جَلْدٌ مِائَةٌ وَتَغْرِيْبٌ عَامٌ، وَإِنَّمَا الزَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا  
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا أَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، أَمَا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدُّ عَلَيْكَ، وَجَلْدُ  
ابْنِهِ مِائَةٌ وَغَزْبُهُ عَامًا، وَأَمْرُ أُنَيْسِ الْأَسْلَمِيِّ، أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَةَ الْآخِرِ فَإِنْ اعْتَرَفَتْ رَجَمَهَا،  
فَاعْتَرَفَتْ: فَرَجَمَهَا (۱)

دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں اپنا جھگڑا پیش کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا  
کہ ہمارے درمیان آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیں۔ دوسرے نے، جو زیادہ سمجھ دار تھا  
کہا کہ ٹھیک ہے، یا رسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کر دیجیئے اور مجھے  
اجازت دیجیئے کہ اس معاملہ میں کچھ عرض کروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کہو۔ ان صاحب  
نے کہا کہ میرا لڑکا اس شخص کے ہاں ملازم تھا اور اس نے اس کی بیوی سے زنا کر لیا۔ انہوں نے  
مجھ سے کہا کہ اب میرے لڑکے کو سنگسار کیا جائے گا۔ اس لیے (اسے نجات دلانے کے لیے)  
میں نے سو بکریوں اور ایک لونڈی کا انہیں فدیہ دے دیا پھر میں نے علم والوں سے اس مسئلہ کے  
بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے لڑکے کی سزا یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں  
اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے، سنگساری کی سزا صرف عورت کو ہوگی۔ اس پر نبی کریم  
ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہارا فیصلہ کتاب اللہ  
کے مطابق کروں گا۔ تمہاری بکریاں اور تمہاری لونڈی تمہیں واپس ہوگی اور پھر آپ نے اس کے  
لڑکے کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا اور آپ نے انیس اسلمی سے فرمایا  
کہ مدعی کی بیوی کو لائے اور اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دے۔ اس عورت نے زنا کا  
اقرار کر لیا اور سنگسار کر دی گئی۔

چونکہ پہلا فیصلہ ظلم پر مبنی تھا آپ ﷺ نے اسے رد کر دیا اس لیے کہ زنا کا معاوضہ نہیں  
ہوتا بلکہ اس کی حد ہے۔ سو آپ ﷺ نے سو بکریوں اور لونڈی کو واپس کروایا۔ عورت چونکہ  
شادی شدہ تھی تو اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور لڑکا غیر شادی شدہ تھا اس لیے سو کوڑے اور ایک  
سال جلاوطنی کا حکم دیا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف كانت یمین النبی ﷺ، رقم: ۶۲۳۳

## عکل و عرینہ کا قصہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَّةً قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَاجْتَوَوْا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْغِنَارِ سَلًا، قَالَ: مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالذُّودِ فَانْطَلِقُوا، فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا، وَالْبَانِيهَا حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا، وَقَتَلُوا الزَّاعِي، وَاسْتَأْفُوا الذُّودَ، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ، فَأَتَى الصَّرِيحُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَعَثَ الْطَلَبَ فَمَا تَرَ جَلَّ النَّهَارُ حَتَّى أَتِي بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ، ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأَحْمِيَتْ، فَكَحَلَهُمْ بِهَا، وَطَرَ حَهُمْ بِالْحَزَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يَسْقُونَ حَتَّى مَاتُوا، قَالَ أَبُو قِلَابَةَ: قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ، وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا (۱)

قبیلہ عکل کے آٹھ آدمیوں کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (اسلام قبول کرنے کو) حاضر ہوئی لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہیں آئی، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لیے دودھ کا انتظام کر دیجیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (صدقہ کے) اونٹوں میں چلے جاؤ۔ ان کا دودھ اور پیشاب پیو، تا کہ تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے۔ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پی کر تندرست ہو گئے تو چرواہے کو قتل کر دیا، اور اونٹوں کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا، ایک شخص نے اس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش کے لیے سوار دوڑائے، دوپہر سے پہلے ہی وہ پکڑ کر لائے گئے۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ پھر آپ کے حکم سے ان کی آنکھوں میں سلائی گرم کر کے پھیر دی گئی اور انہیں حرہ (مدینہ کی پتھریلی زمین) میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے تھے لیکن انہیں نہیں دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔ (ایسا ہی انہوں نے اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ کیا تھا، جس کا بدلہ انہیں دیا گیا) ابو قلابہ نے کہا کہ انہوں نے قتل کیا تھا، چوری کی تھی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی تھی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی تھی۔

ظلم کرنے والے آٹھ آدمی تھے اور ان کے ظلم کا شکار ہونے والا ایک غریب چرواہا تھا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب اذا حرق المشرک المسلم هل يحرق، رقم: ۳۰۱۸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھوں مجرم گرفتار کر لیے اور جس طرح انہوں نے غریب چرواہے کو قتل کیا تھا۔ اس طرح ان کو قتل کر کے نشان عبرت بنا دیا تا کہ آئندہ کوئی ایسا جرم نہ کر سکے اور ان کا جرم صرف چرواہے کو قتل کرنا ہی نہیں تھا۔ حضرت ابو قلابہ نے ان کے جرائم کی فہرست بیان کرتے ہوئے کہا ان کا پہلا جرم قتل تھا، دوسرا چوری کرنا، تیسرا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرنا اور چوتھا جرم زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرنا تھا۔

رحم کی اپیل

حضرت وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَتَقَوَّدُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَتَلَ هَذَا أَخِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَقْتَلْتَهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ لَمْ يَعْتَرِفْ أَقَمْتُ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ، قَالَ: نَعَمْ قَتَلْتُهُ، قَالَ: كَيْفَ قَتَلْتَهُ؟، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَهُوَ نَحْتِطِبُ مِنْ شَجَرَةٍ فَسَبَّنِي فَأَغْضَبَنِي فَضَرَبْتُ بِالْفَأْسِ عَلَى قَرْيَةٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ تُؤَدِّيهِ عَن نَفْسِكَ؟، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَالِي إِلَّا فَأْسِي وَكِسَانِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَتَرَى قَوْمَكَ يَشْتَرُونَكَ؟، قَالَ: أَنَا أَهْوَنُ عَلَى قَوْمِي مِنْ ذَلِكَ فَرَمَى بِالنِّسْعَةِ إِلَى الرَّجُلِ، فَقَالَ: دُونَكَ صَاحِبِكَ، فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، فَأَذَرَ كُورَ الرَّجُلِ، فَقَالُوا: وَيَلَكَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، فَجَعَلَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَدِّثْ أَنَّكَ قُلْتَ: إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ، وَهَلْ أَخَذْتَهُ إِلَّا بِأَمْرٍ، فَقَالَ: مَا تُرِيدُ أَنْ يَبُوءَ بِإِثْمِكَ، وَإِثْمِ صَاحِبِكَ، قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَإِنْ ذَلِكَ، قَالَ: ذَلِكَ كَذَلِكَ (۱)

”وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص دوسرے کو ایک رسی میں گھیٹتا ہوا آیا، اور کہا: اللہ کے رسول! اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، آپ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟“، اس (لانے والے نے) کہا: اللہ کے رسول! اگر یہ اقبال جرم نہیں کرتا تو میں گواہ لاتا ہوں، اس (قاتل) نے کہا: ہاں، میں نے اسے قتل کیا ہے، آپ نے

۱۔ صحیح سنن نسائی، کتاب القسامۃ، باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر علقمہ بن وائل فیہ، رقم: ۴۷۲۷

فرمایا: ”اسے تم نے کیسے قتل کیا؟“ اس نے کہا: میں اور وہ ایک درخت سے ایندھن جمع کر رہے تھے، اتنے میں اس نے مجھے گالی دی، مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے سر پر کلہاڑی مار دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے جس سے اپنی جان کے بدلے تم اس کی دیت دے سکو، اس نے کہا: میرے پاس سوائے اس کلہاڑی اور کمبل کے کچھ نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا قبیلہ تمہیں خرید لے گا (یعنی تمہاری دیت دیدے گا) وہ بولا: میری اہمیت میرے قبیلہ میں اس (مال) سے بھی کمتر ہے، پھر آپ نے سی اس شخص (ولی) کے سامنے پھینک دی اور فرمایا: ”تمہارا آدمی تمہارے سامنے ہے، جب وہ پلٹ کر چلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا، لوگوں نے اس شخص کو پکڑ کر کہا: تمہارا برا ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا، یہ سن کر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آیا اور بولا: اللہ کے رسول! مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہوگا، میں نے تو آپ ہی کے حکم سے اسے پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ تمہارا گناہ اور تمہارے آدمی کا گناہ سمیٹ لے؟“ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تو یہی ہوگا، اس نے کہا: تو ایسا ہی سہی (میں اسے چھوڑ دیتا ہوں)۔“

یعنی کسی جان کو مارنے میں تم اور وہ ایک ہی طرح ہو جاؤ گے، تمہاری اس پر کوئی فضیلت باقی نہیں رہ جائے گی، اور اگر معاف کر دو گے تو فضل و احسان میں تمہیں اس پر فضیلت حاصل ہوگی، خاص طور پر جب اس نے یہ قتل جان بوجھ کر نہیں کیا ہے۔ یہ بات آپ نے خاص ان دونوں کے بارے میں نہیں کہی تھی، کیونکہ اس میں نہ تو مذکورہ مقتول کا کوئی قصور تھا، نہ ہی اس کے ولی کا جو اس کو بدلے میں قتل کرتا بلکہ آپ نے ولی کو معافی پر ابھارنے کے لیے یہ جملہ فرمایا تھا۔ ایک سفارش ہوتی ہے اور ایک رحم کی اپیل۔ مجرم کی سفارش کا مطلب ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ مجرم ہے لیکن معزز مجرم ہے۔ اس لیے اس کو باعزت بری کر دیا جائے۔ یہ چیز انصاف کے منافی ہے جبکہ رحم کی اپیل میں مجرم پر ترس کھانے کی درخواست ہوتی ہے اور اس درخواست میں بھی کئی وجوہات کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور یہ وجوہات ایسی ہوتی ہیں جن میں اسے بری کرنے کی گنجائش

موجود ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر اس کی لاچاری و مسکنت اور گھر کی کفالت جیسے امور کو مد نظر رکھا جائے تو گنجائش مزید بڑھ جاتی ہے۔ مذکورہ حدیث کو دیکھیں تو اس میں مقتول کا بھی قصور نظر آتا ہے کہ اس نے قاتل کو گالیاں دے کر برا بیچتہ کیا تو اس نے مشتعل ہو کر کلہاڑی اٹھالی جبکہ اس کا اسے قتل کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ ایک اور حدیث میں آتا ہے:

فَرَفِعَ الْقَاتِلُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَدَفَعَهُ إِلَى وِلِيِّ الْمَقْتُولِ. فَقَالَ الْقَاتِلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَا وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ قَتْلَهُ (۱)

قاتل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تو آپ نے اسے مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا قاتل نے کہا: اللہ کے رسول! میرا ارادہ قتل کا نہ تھا۔

یعنی اتفاقاً ایسا ہو گیا کہ کلہاڑی کا ایسا وار لگا کہ وہ قتل ہو گیا جبکہ میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے حق میں رحم کی اپیل کی۔

نامعلوم قاتل کے بارے میں فیصلہ

حضرت سہل بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے اور وہ اپنی قوم کے بزرگوں سے

روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ فَأَتَى مُحَيِّصَةَ فَأُخْبِرَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَالْقِي فِي فَقِيرٍ أَوْ عَيْنٍ بِخَيْبَرَ فَأَتَى يَهُودَ فَقَالَ: أَنْتُمْ وَاللَّهِ قَتَلْتُمُوهُ، قَالُوا: وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيْصَةَ وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ يَتَكَلَّمُ وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِمُحَيِّصَةَ: كَبِّرْ، كَبِّرْ يُرِيدُ السِّنَّ، فَتَكَلَّمَ حُوَيْصَةَ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ يُؤْذَنُوا بِحَرْبٍ بِفَكْتَبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ، فَكَتَبُوا: إِنَّا وَاللَّهِ مَا قَتَلْنَاهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِحُوَيْصَةَ: وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ: تَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ؟ قَالُوا: لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ، فَوَدَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عِنْدِهِ، فَبَعَثَ

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب القسامة، باب القود، رقم: ۴۷۲۲

إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِائَةَ نَاقَةٍ حَتَّىٰ أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ. فَقَالَ سَهْلٌ: فَلَقَدْ رَكَّضْتَنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ (۱)

”سیدنا عبداللہ بن سہل اور سیدنا محیصہ رضی اللہ عنہما دونوں محتاجی کی وجہ سے (روزگار کی تلاش میں) یہودی بستی خیبر کی طرف نکلے، محیصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی کہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے ہیں، اور انہیں خیبر کے ایک گڑھے یا چشمے میں ڈال دیا گیا ہے، وہ یہودیوں کے پاس گئے، اور کہا: اللہ کی قسم، تم لوگوں نے ہی ان کو قتل کیا ہے، وہ قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم نے ان کا قتل نہیں کیا، اس کے بعد حضرت محیصہ رضی اللہ عنہا خیبر سے واپس اپنی قوم کے پاس پہنچے، اور ان سے اس کا ذکر کیا، پھر وہ، ان کے بڑے بھائی حویصہ، اور عبدالرحمن بن سہل رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور محیصہ رضی اللہ عنہا جو کہ خیبر میں تھے بات کرنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محیصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”بڑے کا لحاظ کرو“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عمر میں بڑا ہونے کی تھی چنانچہ حویصہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، اور اس کے بعد محیصہ رضی اللہ عنہا نے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا: ”یا تو یہود تمہارے آدمی کی دیت ادا کریں ورنہ اس کو اعلان جنگ سمجھیں“ اور یہود کو یہ بات لکھ کر بھیج دی، انہوں نے بھی جواب لکھ بھیجا کہ اللہ کی قسم، ہم نے ان کو قتل نہیں کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حویصہ، محیصہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہم سے کہا: ”تم قسم کھا کر اپنے ساتھی کی دیت کے مستحق ہو سکتے ہو،“ انہوں نے انکار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر یہود قسم کھا کر بری ہو جائیں گے“ وہ کہنے لگے: وہ تو مسلمان نہیں ہیں، (کیا ان کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا) آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی دیت ادا کی، اور ان کے لیے سواونٹیاں بھیجیں جنہیں ان کے گھر میں داخل کر دیا گیا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری۔“

قسامہ کا قانون عہد جاہلیت میں بھی موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون کو باقی رکھا۔ اس لیے کہ یہ قانون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبنی برانصاف نظر آیا۔ عہد جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے بھی اسی قانون کے مطابق فیصلہ دیا تھا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الدیات، باب القسامۃ، رقم: ۲۶۷۷



جاہلیت کے زمانے کا پہلا قسامہ یہ تھا کہ بنی ہاشم کا ایک شخص تھا، قریش کی شاخ میں سے کسی قبیلے کے ایک شخص نے اسے نوکری پر رکھا، وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں میں گیا، اس کے پاس سے بنی ہاشم کے ایک شخص کا گزر ہوا جس کے توشہ دان کی رسی ٹوٹ گئی تھی، وہ بولا: میری مدد کرو ایک رسی سے جس سے میں اپنے توشہ دان کا منہ باندھ سکوں تاکہ (اس میں سے سامان گرنے سے) اونٹ نہ بدکے، چنانچہ اس نے اسے توشہ دان کا منہ باندھنے کے لیے رسی دی، جب انہوں نے قیام کیا اور ایک اونٹ کے علاوہ سبھی اونٹ باندھ دیے گئے تو جس نے نوکر رکھا تھا، اس نے کہا: اس اونٹ کا کیا معاملہ ہے، تمام اونٹوں میں اسے کیوں نہیں باندھا گیا؟ اس نے کہا: اس کے لیے کوئی رسی نہیں ہے، اس نے کہا: اس کی رسی کہاں گئی؟ وہ بولا: میرے پاس سے بنی ہاشم کا ایک شخص گزرا جس کے توشہ دان کا منہ باندھنے کی رسی ٹوٹ گئی تھی، اس نے مجھ سے مدد چاہی اور کہا: مجھے توشہ دان کا منہ باندھنے کے لیے ایک رسی دے دو تاکہ اونٹ نہ بدکے، میں نے اسے رسی دے دی، یہ سن کر اس نے ایک لاٹھی نوکر کو ماری، اسی میں اس کی موت تھی (یعنی یہی چیز بعد میں اس کے مرنے کا سبب بنی وہ ابھی قریب المرگ تھا) اس کے پاس سے یمن والوں میں سے ایک شخص کا گزر ہوا، اس نے کہا: کیا تم حج کو جا رہے ہو؟ اس نے کہا: جا نہیں رہا ہوں لیکن شاید جاؤں، اس نے کہا: کیا تم (حج کے موقع پر) کسی بھی وقت میرا یہ پیغام پہنچا دو گے؟ اس نے کہا: ہاں، کہا: جب تم حج کو جاؤ تو پکار کر کہنا: اے قریش کے لوگو! جب وہ آجائیں تو پکارنا! اے ہاشم کے لوگو! جب وہ آجائیں تو ابوطالب کے بارے میں پوچھنا پھر انہیں بتانا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے سلسلے میں مار ڈالا ہے اور (یہ کہہ کر) نوکر مر گیا، پھر جب وہ شخص آیا جس نے اسے نوکری پر رکھا تھا تو اس کے پاس ابوطالب گئے اور بولے: ہمارے آدمی کا کیا ہوا؟ وہ بولا: وہ بیمار ہو گیا، میں نے اس کی اچھی طرح خدمت کی پھر وہ مر گیا، میں راستے میں اترا اور اسے دفن کر دیا۔ ابوطالب بولے: تمہاری طرف سے وہ اس چیز کا حقدار تھا، وہ کچھ عرصہ گزر گیا پھر وہ یمنی آیا جسے اس نے وصیت کی تھی کہ جب حج کا موسم آئے تو وہ اس کا پیغام پہنچا دے۔ اس نے کہا: اے قریش کے لوگو! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں، اس نے کہا: اے بنی ہاشم کے لوگو! لوگوں نے کہا: یہ بنی ہاشم ہیں، اس نے کہا: ابوطالب کہاں ہیں؟ کسی نے کہا: ابوطالب

یہ ہیں۔ وہ بولا: مجھ سے فلاں نے کہا ہے کہ میں آپ تک یہ پیغام پہنچا دوں کہ فلاں نے اسے ایک رسی کی وجہ سے مار ڈالا، چنانچہ ابوطالب اس آدمی کے پاس آئے اور بولے: تم تین میں سے کوئی ایک کام کرو، اگر تم چاہو تو سواونٹ دے دو، اس لیے کہ تم نے ہمارے آدمی کو مار ڈالا ہے اور اگر چاہو تو تمہاری قوم کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تم نے اسے نہیں مارا، اگر تم ان دونوں باتوں سے انکار کرتے ہو تو ہم تمہیں اس کے بدلے قتل کریں گے، وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہم قسم کھائیں گے، پھر بنو ہاشم کی ایک عورت ابوطالب کے پاس آئی جو اس قبیلے کے ایک شخص کی زوجیت میں تھی، اس شخص سے اس کا ایک لڑکا تھا، وہ بولی: ابوطالب! میں چاہتی ہوں کہ آپ ان پچاس میں سے میرے اس بیٹے کو بخش دیں اور اس سے قسم نہ لیں، ابوطالب نے ایسا ہی کیا، پھر ان کے پاس ان کا ایک اور شخص آیا اور بولا: ابوطالب! آپ سواونٹوں کی جگہ پچاس آدمیوں سے قسم لینا چاہتے ہو؟ ہر شخص کے حصے میں دو اونٹ پڑیں گے، تو لیجئے دو اونٹ اور مجھ سے قسم مت لیجیے جیسا کہ آپ اوروں سے قسم لیں گے، ابوطالب نے دونوں اونٹ قبول کر لیے، پھر اڑتالیس آدمی آئے اور انہوں نے قسم کھائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ابھی سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان اڑتالیس میں سے ایک بھی آنکھ جھپکنے والی نہ رہی (یعنی سب مر گئے) (۱)

### یتیم بچی کا خالہ کے حق میں فیصلہ

صلح حدیبیہ کے معاہدے کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء ادا کیا اور مکہ سے واپسی کے لیے نکلے تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتی ہوئی پیچھے دوڑیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَتَبِعَتْهُمْ ابْنَةُ حَمْزَةَ، يَا عَمِّ، يَا عَمِّ، فَتَنَاوَلَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ: دُونَكَ ابْنَةُ عَمِّكَ حَمَلَتْهَا فَأَخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيُّ، وَزَيْدٌ، وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيُّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي، وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَاتُهَا تَحْتِي، وَقَالَ زَيْدٌ: ابْنَةُ أَخِي، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ لِخَالَاتِهَا، وَقَالَ: الْخَالَةُ

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب القسامۃ، باب ذکر القسامۃ التي كانت فی الجاهلیۃ، رقم: ۴۷۰۶

بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ، وَقَالَ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ، وَقَالَ لِعَجْفَرٍ: أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي، وَقَالَ لَزَيْدٍ: أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا. (۱)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک بچی چچا چچا کرتی آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ لے لیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہاتھ پکڑ کر لے آئے اور فرمایا، اپنی چچا زاد بہن کو بھی ساتھ لے لو، انہوں نے اس کو اپنے ساتھ سوار کر لیا، پھر حضرت علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کا جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا میں زیادہ مستحق ہوں، یہ میرے چچا کی بچی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھی چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میرے نکاح میں بھی ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے بھائی کی بچی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم صورت اور عادات و اخلاق سب میں مجھ سے مشابہ ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی بھی ہو اور ہمارے مولا بھی۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کی کفالت میں جھگڑا کرنے والے تمام افراد کی تعریف کی جو ان کی دلجوئی کے لیے تھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ خالہ کے حق میں فرمایا۔ یہ عین انصاف اور فطرت کے مطابق فیصلہ ہے کہ خالہ کو اپنی بھانجی سے جو محبت ہے، وہ کسی اور عورت کو نہیں ہو سکتی۔

### ھوازن کے قیدیوں کا فیصلہ

جنگ ھوازن میں جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح سے نوازا تو ھوازن کے مال غنیمت میں لونڈی و غلام بھی کثیر تعداد میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم نہیں فرمایا اور دس دن سے زیادہ عرصہ تک ھوازن کے لوگوں کا اس امید پر انتظار کرتے رہے کہ اگر وہ مسلمان ہو کے آجائیں تو ان کا مال بھی انہیں واپس کر دیا جائے اور لونڈی و غلام بھی اور جب دس دن سے زیادہ عرصہ گزر گیا اور ان لوگوں کے آنے کی امید نہ رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال بھی تقسیم فرما دیا اور قیدی بھی اور تقسیم کے بعد ھوازن کے لوگ مسلمان ہو کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان بن فلان، رقم: ۲۶۹۹

کی بارگاہ میں آگئے جس سے صورتحال پیچیدہ ہوگئی۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا حال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: حِينَ جَاءَهُ وَقَدْ هَوَّازِنَ مُسْلِمِينَ فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَأَخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، إِمَّا السَّبْيِ، وَإِمَّا الْمَالِ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ، وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْتَظَرَ آخِرَهُمْ بَضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمُسْلِمِينَ فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ فَإِنِ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوا نَاتِبِينَ وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أُرَدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيُهُمْ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطِيبَ، فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ، فَقَالَ: النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَمْ يَأْذُنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَارْجِعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرْفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا، وَأَذِنُوا. (۱)

”جب ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مالوں اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ ان دونوں چیزوں میں سے تم ایک ہی واپس لے سکتے ہو۔ اپنے قیدی واپس لے لو یا پھر مال لے لو اور میں نے تمہارا انتظار بھی کیا۔ آپ ﷺ نے تقریباً دس دن تک طائف سے واپسی پر ان کا انتظار کیا اور جب یہ بات ان پر واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ ان کی صرف ایک ہی چیز (قیدی یا مال) واپس کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی ہی واپس لینا چاہتے ہیں۔ اب آپ ﷺ نے مسلمانوں کو خطاب فرمایا: آپ ﷺ نے اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا ”اما بعد! تمہارے یہ بھائی اب ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ اسی لیے جو شخص اپنی خوشی سے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی أن الخمس لنواب المسلمین، رقم: ۳۱۳۱

غنیمت کے اپنے حصے کے (قیدی) واپس کرنا چاہے وہ کر دے اور جو شخص چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اور ہمیں جب اس کے بعد سب سے پہلی غنیمت ملے تو اس میں سے اس کے حصے کی ادائیگی کر دی جائے تو وہ بھی اپنے قیدی واپس کر دے (اور جب ہمیں دوسری غنیمت ملے گی تو اس کا حصہ ادا کر دیا جائے گا)۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے انہیں واپس کر دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لیکن ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کن لوگوں نے اپنی خوشی سے اجازت دی اور کن لوگوں نے نہیں دی ہے۔ اس لیے سب لوگ (اپنے خیموں میں) واپس چلے جائیں اور تمہارے سردار لوگ تمہاری بات ہمارے سامنے آ کر بیان کریں۔“ سب لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سرداروں نے اس مسئلہ پر گفتگو کی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر خبر دی کہ سب لوگ خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔“

تم گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ گے

فتح مکہ کے بعد جب ہوازن میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عطا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت نو مسلموں میں تقسیم فرما دیا۔ انصار جو مدینہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے اور مکہ اور حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ لڑتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بھی نہ دیا۔ اس سے ان کے دلوں میں ملال پیدا ہوا اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی پہنچی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا حال یوں بیان کیا ہے:

نَاسٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حِينَ أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ مَا أَفَاءَ مِنْ أَمْوَالِ هَوَازِنَ، فَطَفِقَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْطِي رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، يُعْطِي قَرِيشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَانِهِمْ، قَالَ أَنَسٌ: فَحَدَّثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَقَالَتِهِمْ، فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ مِنْ أَدَمَ، وَلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوا أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ؟ فَقَالَ فَقُهَاءُ الْأَنْصَارِ: أَمَارٌ وَسَاؤُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا، وَأَمَّا نَاسٌ مِنْنا حَدِيثُهُ أَسْنَانُهُمْ، فَقَالُوا: يَغْفِرُ اللَّهُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، يُعْطِي قَرِيشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَانِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثِي عَهْدٍ بِكُفْرٍ أَتَأَلَّفُهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَذْهَبُونَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى

رِحَالِكُمْ، فَوَاللَّهِ لَمَا تَنْقَلِبُونَ بِهِ خَيْرٌ مِمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ رَضِينَا، فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ: سَتَجِدُونَ أَثْرَةً شَدِيدَةً، فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ، فَإِنِّي عَلَى الْحَوْضِ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمْ يَصْبِرُوا. (۱)

”جب قبیلہ ہوازن کے مال میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو دینا تھا وہ دیا تو انصار کے کچھ لوگوں کو رنج ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو سوسا اونٹ دے دیئے تھے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کی مغفرت کرے، قریش کو تو آپ عنایت فرما رہے ہیں اور ہمیں آپ نے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کی یہ بات نبی کریم ﷺ کے کانوں میں آئی تو آپ نے انہیں بلا بھیجا اور چمڑے کے ایک خیمے میں انہیں جمع کیا، ان کے ساتھ ان کے علاوہ کسی کو بھی آپ نے نہیں بلایا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا تمہاری جو بات مجھے معلوم ہوئی ہے کیا وہ صحیح ہے؟ انصار کے جو سمجھدار لوگ تھے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو لوگ ہمارے معزز اور سردار ہیں، انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ البتہ ہمارے کچھ لوگ جو ابھی نو عمر ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ اللہ، رسول اللہ ﷺ کی مغفرت کرے، قریش کو آپ دے رہے ہیں اور ہمیں آپ نے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں، اس طرح میں ان کی دلجوئی کرتا ہوں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ دوسرے لوگ تو مال و دولت لے جائیں اور تم نبی ﷺ کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤ۔ اللہ کی قسم! جو چیز تم اپنے ساتھ لے جاؤ گے وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔ انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ اس وقت صبر کرنا، یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے آملو۔ میں حوض کوثر پر ملوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن انصار نے صبر نہیں کیا۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عزوة الطائف، رقم: ۳۳۳۱

### حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کا فیصلہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابو جندل کی واپسی کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کے پاس طاقت بھی تھی اور چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم تلواریں ہاتھوں میں تھامے آپ ﷺ کے اشارہ ابرو کے منتظر تھے اور معاہدہ ابھی لکھا جا رہا تھا۔ ابو جندل مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ بیڑیاں پاؤں میں ڈالے مسلمانوں کے سامنے آکھڑا ہوا اور التجا کی کہ مجھے اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں۔ اس کٹھن مرحلہ میں بھی آپ ﷺ نے معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابو جندل کو واپس کرنے کا فیصلہ کیا اور تاریخ انگشت بدنداں آج تک ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سارا واقعہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ابھی معاہدہ کی باتیں ہو رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ پہنچے وہ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف سے بھاگے تھے اور اب خود کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا تھا۔ سہیل نے کہا اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے (صلح نامہ کے مطابق) میں مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ ہمیں اسے واپس کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو ہم نے (صلح نامہ کی اس دفعہ کو) صلح نامہ میں لکھا بھی نہیں ہے (اس لیے جب صلح نامہ طے پا جائے گا اس کے بعد اس کا نفاذ ہونا چاہئے) سہیل کہنے لگا کہ اللہ کی قسم پھر میں کسی بنیاد پر بھی آپ ﷺ سے صلح نہیں کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مجھ پر اس ایک کو دے کر احسان کر دو۔ اس نے کہا کہ میں اس سلسلے میں احسان بھی نہیں کر سکتا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانوں! میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا مجھے مشرکوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا؟ کیا مجھے جواذیتیں پہنچائی گئیں تھیں۔ تم نہیں جانتے؟ راوی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں جھکیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم

بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ تک ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابوبکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب! بلا شک و شبہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اللہ گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ ﷺ ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ زہری نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں، میں نے اپنی عجلت پسندی کی مکافات کے لیے کئی نیک اعمال کئے۔“ (۱)

### آفت زدہ قرض دار کا فیصلہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي ثَمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ، فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلاَ تَبْسُ لَكُمْ إِلاَ ذَلِكَ يَعْني الغرماء. (۲)

”رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک شخص کو اس کے خریدے ہوئے پھلوں میں گھاٹا ہوا،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۷۳۱۱

۲۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الاحکام، باب المعدم والبيع عليه لغرمائه، رقم: ۲۳۵۶



اور وہ بہت زیادہ مقروض ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: ”تم لوگ اسے صدقہ دو“ چنانچہ لوگوں نے اسے صدقہ دیا، لیکن اس سے اس کا قرض پورا ادا نہ ہو سکا، بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو مل گیا وہ لے لو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے“ یعنی قرض خواہوں کے لیے۔“

کیونکہ اب وہ مفلس ہو گیا تو قرض خواہوں کو اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچتا کہ اس کے پاس جو مال ہو وہ لے لیں، مگر مکان رہنے کا اور ضروری کپڑا اور سردی کا کپڑا، اور سدرتق کے موافق خوراک اس کی اور اس کے گھروالوں کی یہ چیزیں قرض میں نہیں لی جائیں گی۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر اعتراض اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِنْ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شَرَاخٍ مِنَ الْحَزَقِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلزُّبَيْرِ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أُرْسِلْ إِلَى جَارِكَ، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوْنَ وَبِحُهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ، ثُمَّ أَحْبِسْ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ، فَاسْتَوْعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينِيذِ حَقِّهِ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ ذَلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيِ سَعَةِ لَهُ وَاللَّأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ مَا أَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ<sup>(۱)</sup>

”ان میں اور ایک انصاری صحابی میں جو بدر کی لڑائی میں بھی شریک تھے، مدینہ کی پتھریلی زمین کے نالے کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ دونوں حضرات اس نالے سے (اپنے باغ) سیراب کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زبیر! تم پہلے سیراب کر لو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو، اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! آپ یہ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔۔۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرو اور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ دیوار تک چڑھ جائے۔ اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق عطا فرمایا، اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فیصلہ کیا تھا، جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری صحابی دونوں کی رعایت تھی۔ لیکن جب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو قانون

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح فابی، حکم علیہ بالحکم البین، رقم: ۲۷۰۸

کے مطابق پورا حق عطا فرمایا۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کیا، قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ یہ آیت فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی ”پس ہرگز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کر لیں۔“

### غصے کی وجہ

پانی کے راستے میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین پہلے آتی تھی اور انصاری کی بعد میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے کھیتوں کو پانی دینے کے بعد انصاری کے لیے چھوڑ دیں۔ لیکن انصاری کا موقف تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پانی کو روکیں ہی نہیں وہ بس پانی اپنی زمین سے گزرتا ہوا دیکھیں اور انصاری کے کھیت تک پہنچنے دیں۔ یہ بڑی غیر معقول بات تھی۔ ایسے میں اگر انصاری سے آگے کسی کے کھیت ہوتے تو وہ بھی کہتا کہ انصاری پانی نہ لگائے اور آگے آنے دیں۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بڑا معقول تھا کہ پانی کے راستے میں جس کا کھیت پہلے آتا ہے وہ پانی لگائے پھر آگے والے کے لیے چھوڑ دے۔ انصاری نے نہ صرف یہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا بلکہ یہ طعنہ بھی دے ڈالا کہ یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اس لیے آپ فیصلہ میں اس کی رعایت کر رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا کہ جب میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو پھر انصاف کا بول بالا کیسے ہوگا؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دے دیا کہ تم اپنے باغ یا کھیت کو اس کی منڈیروں تک پانی لگاؤ پھر آگے چھوڑ دو۔

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

مذکورہ واقعہ پر نازل ہونے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ذکر فرمائے ہیں کہ امت مسلمہ پر حق ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور پھر اپنے جھگڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو من و عن تسلیم کریں۔ ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ حقوق ذکر کیے جاتے ہیں جو امت مسلمہ پر عائد ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (۱)

”پس تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل کیا اور تم جو بھی عمل کرتے ہو اللہ اس سے خوب خبردار ہے۔“

یہ پہلا حق ادا کر کے ہی کوئی آدمی اسلامی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔ مسلمان ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔

۲۔ ایمان پر قائم رہنا

دوسرا حق یہ ہے کہ بندہ ایمان لانے کے بعد ایمان پر قائم رہے خواہ اس راستے میں اسے کتنے ہی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑے۔ اگر ایمان لانے کے بعد وہ ایمان پر قائم نہ رہا تو اس نے ایمان کا حق بھی ادا نہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ جب انہوں نے زبان سے کلمہ حق ادا کر دیا تو پھر اس پر ڈٹے رہے۔ ان کے قدم کونہ کفار کا ظلم و استبداد ڈگمگا سکا اور نہ حالات کی چیرہ دستیوں ان کے پاؤں میں لرزش پیدا کر سکیں۔ تاریخ کے چہرے پر سینکڑوں مثالیں شمع کی مانند جگمگا رہی ہیں جن میں سے چند ایک درج کی جا رہی ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ سَبْعَةٌ، رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَمَّارٌ، وَأُمُّهُ سُمَيَّةٌ، وَصَهْبِيُّ، وَبِلَالٌ، وَالْمِقْدَادُ، فَأَمَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَمَنْعَهُ اللَّهُ بِعَمِّهِ أَبِي طَالِبٍ، وَأَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَمَنْعَهُ اللَّهُ بِقَوْمِهِ، وَأَمَّا سَائِرُهُمْ فَأَخَذَهُمُ الْمُشْرِكُونَ، وَالْبَسُوهُمْ أَذْرَاعَ الْحَدِيدِ، وَصَهَرُوا فِي الشَّمْسِ، فَمَا مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدَّوَاتَاهُمْ عَلَى مَا أَرَادُوا، إِلَّا بِلَالًا فَإِنَّهُ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِي اللَّهِ، وَهَانَ عَلَى قَوْمِهِ فَأَخَذُوهُ فَأَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، فَجَعَلُوا يَطُوفُونَ بِهِ فِي شِعَابِ مَكَّةَ وَهُوَ يَقُولُ: أَحَدًا أَحَدًا (۲)

۱۔ (التغابن: ۸)

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب افتتاح الكتاب فی الایمان وفضائل الصحابہ، باب فضل سلمان و

ابی ذر والمقداد رضی اللہ عنہم، رقم: ۱۵۰

” پہلے پہل جن لوگوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا وہ سات افراد تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمار، ان کی والدہ سمیہ، صہیب، بلال اور مقداد (رضی اللہ عنہم)، رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ایذا رسانیوں سے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعہ آپ کو بچایا، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کے سبب محفوظ رکھا، رہے باقی لوگ تو ان کو مشرکین نے پکڑا اور لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا، چنانچہ ان میں سے ہر ایک سے مشرکین نے جو کہلوایا بظاہر کہہ دیا، سوائے بلال کے، اللہ کی راہ میں انہوں نے اپنی جان کو حقیر سمجھا، اور ان کی قوم نے بھی ان کو حقیر جانا، چنانچہ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر بچوں کے حوالہ کر دیا، وہ ان کو مکہ کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے اور وہ آحد، آحد کہتے (یعنی اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے)“

ان چھ سابق الایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی استقامت اور دین کی خاطر ان کی عزیمت لائق اتباع ہے، ان میں بلال رضی اللہ عنہ کی عزیمت سب سے اعلیٰ و ارفع ہے، جان کے خطرے کے وقت دین پر دلی اطمینان کی صورت میں کفر کا اظہار جائز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِلَامِن اٰكْرَهُ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ ”سوائے اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو“ (النحل: ۱۰۶) جس کی نظر میں اللہ کی عظمت و شان ہوتی ہے، اس کے دل میں موجودات عالم کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی حتیٰ کہ اپنی جان بھی حقیر نظر آتی ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حالت یہی تھی رضی اللہ عنہ۔

☆ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ قَيْنَانِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ، أَتَقَاضَاہُ؟ قَالَ: لَا، أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ، ثُمَّ تُبْعَثَ، قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ، فَسَأَوْتِي مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ، فَنَزَلَتْ: أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِينَ مَالًا وَوَلَدًا. أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا۔ مريم: ۴۴-۴۸ (۱)

”میں جاہلیت کے زمانہ میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا۔ عاص بن وائل (کافر) پر میرا کچھ

قرض تھا میں ایک دن اس سے تقاضا کرنے گیا۔ اس نے کہا کہ جب تک تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

نہیں کرو گے میں قرض نہیں دوں گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں آپ ﷺ کا انکار نہیں کروں گا خواہ اللہ تعالیٰ تیری جان ہی لے لے، پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے، اس نے کہا کہ پھر مجھے بھی مہلت دے کہ میں مرجاؤں، پھر دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال اور اولاد ملے اس وقت میں بھی تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی اَفْرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِينَ مَالًا وَّوَلَدًا \* أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ” کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیات کو نہ مانا اور کہا (آخرت میں) مجھے مال اور دولت دی جائے گی، کیا اسے غیب کی خبر ہے؟ یا اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔“

۳۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت کرنا

تیسرا حق یہ ہے کہ وہ اپنی جان، مال، عزیز و اقارب غرضیکہ کائنات کی تمام چیزوں سے بڑھ کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرے۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے مروی ایک حدیث مبارک میں ہے:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ (۱)

”تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پائی جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرا یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرا یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

قَوْلَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ (۲)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی ایمان دار نہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حلاوة الایمان، رقم: ۱۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، رقم: ۱۴

ہوگا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے بھی زیادہ اس کا محبوب نہ بن جاؤں۔“

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْآنَ يَا عُمَرُ (۱)

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوائے میری جان کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا) جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیے بغیر بندہ مومن نہیں بن سکتا اور محبت بھی ایسی کہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کے ہو۔ یہاں تک کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ایمانی نکتہ کو سمجھتے تھے۔ اس لیے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم تو کیا بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاحُ، فَقَالَ لِلْغُلامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ، فَقَالَ الْغُلامُ: لَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أُؤْتِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا، قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَدِهِ (۲)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ یا پانی پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیا۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف كانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۲۶۳۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب إذا اذن له أو احله ولم یبین کم هو، رقم: ۲۴۵۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ لڑکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم مجھے اس کی اجازت دو گے کہ ان لوگوں کو یہ (پیالہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ کی طرف سے ملنے والے حصے کا ایثار میں کسی پر نہیں کر سکتا۔ راوی نے بیان کیا کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اسی لڑکے کو دے دیا۔“

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے جو ابھی بچے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب اسلامی جرنیل اور جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَرَسُولَهُ بِلَبَنٍ، وَعَنْ يَمِينِهِ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَنْ يَسَارِهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشْقِيَ خَالِدًا؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا أُحِبُّ أَنْ أُوثِرَ بِسُورِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، عَلَى نَفْسِي أَحَدًا، فَأَخَذَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَشَرِبَ، وَشَرِبَ خَالِدٌ. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ آیا، اس وقت آپ کے دائیں جانب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا تم مجھے اس کی اجازت دیتے ہو کہ پہلے خالد کو پلاؤں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کسی کو ترجیح دینا پسند نہیں کرتا، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (برتن) لیا، اور پیا، اور پھر خالد رضی اللہ عنہ نے پیا۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عبیدہ سے کہا:

عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْبَنَاهُ مِنْ قَبْلِ أَنَسِ أَوْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ أَنَسِ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعْرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا (۲)

”ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال (مبارک) ہیں، جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ

۱- حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الاشربة، باب اذا شرب اعطى الايمن فالايمن، رقم: ۳۴۲۶

۲- صحيح بخارى، كتاب الوضوء، باب الماء الذي يغسل به شعر الانسان، رقم: ۱۷۰



سے یا انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کی طرف سے ملے ہیں۔ (یہ سن کر) عبیدہ نے کہا کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہوتا تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوتا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس صحابی کے جنازہ پر زیادہ دعائیں مانگ دیتے تھے۔ صحابہ کی خواہش ہوتی کاش یہ ان کا جنازہ ہوتا۔ جس صحابی رضی اللہ عنہ کی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جاتے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خواہش ہوتی کاش یہ بات انہوں نے کہی ہوتی جنگ بدر کے موقع پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں بے جگری سے لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ زندگی بھر یہ خواہش کرتے رہے کاش یہ بات انہوں نے کہی ہوتی چنانچہ فرماتے ہیں:

شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لَآنْ أَكُونَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُو عَلَى الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: لَا نَقُولُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا (سورة المائدة آية ۲۴) وَلَكِنَّا نَقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ، وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفِكَ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ يَعْنِي قَوْلَهُ. (۱)

”میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہو جاتی تو میرے لیے کسی بھی چیز کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہوتی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مشرکین پر بددعا کر رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم وہ نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ جاؤ، تم اور تمہارا رب ان سے جنگ کرو، بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے جمع ہو کر لڑیں گے۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بھی محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی۔ اعمال صالحہ اور ایمانی امور سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا جائے تو اعمال بے نور اور مردہ شمار ہوتے ہیں۔ بقول ظفر علی خان

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ اذ تستغيثون ربكم، رقم: ۳۹۵۲

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی  
مگر میں باوجود ان کے مسلمان ہو نہیں سکتا  
نہ جب تک کٹ مروں خواجہ یثرب کی عزت پر  
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

### ۴۔ اطاعت

امت مسلمہ پر رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں سے چوتھا حق آپ ﷺ کی اطاعت  
کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا  
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (۱)

”اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو اور اگر تم  
نے اعراض کیا تو جان لو ہمارے رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سمجھ کے کرتے تھے کہ وہ  
عبادت، عبادت ہی نہیں جس میں اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حجر  
اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَا وَاللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْ لَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَأَلَّهِ وَسَلَّمَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمْتَهُ، ثُمَّ قَالَ: فَمَا لَنَا وَاللَّزْمِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ  
أَهْلَكَهُمُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ (۲)

”بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اور  
اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ دیتا۔“ اس کے بعد  
آپ نے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا ”اور اب ہمیں رمل کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے اس کے ذریعہ  
مشرکوں کو اپنی قوت دکھائی تھی تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا۔“ پھر فرمایا ”جو عمل رسول اللہ ﷺ نے

۱۔ المائدہ: ۹۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة، رقم: ۱۶۰۵

کیا ہے اسے اب چھوڑنا بھی ہم پسند نہیں کرتے۔“

حجر اسود دنیا کا مقصد ترین پتھر ہے۔ اس سے زیادہ بابرکت پتھر کائنات بھر میں نہیں ہے اور جسے بوسہ دینے کی خواہش ہر دل میں تڑپ رہی ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بوسہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سمجھ کے دیا ہے۔ اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اس قدر جذبہ اس لیے ہے کہ وہ سمجھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ہٹ کے کیا ہوا کوئی بھی نیک عمل خواہ وہ کتنی محنت سے انجام دیا جائے وہ ہلاکت کا باعث تو بن سکتا ہے جنت میں نہیں لے جا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مثال دے کے سمجھا:

إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا، فَقَالَ: يَا قَوْمِ، إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنِي، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ، فَالنجَاءُ فَاطَاعَةُ طَائِفَةٍ مِنْ قَوْمِهِ، فَأَذْلَجُوا، فَأَنْطَلَقُوا عَلَى مَهْلِهِمْ، فَفَجَّوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ، فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ، فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَا حَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي، فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ (۱)

”میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے: اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں، پس بچاؤ کی صورت کرو تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے۔ اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا۔ تو یہ مثال ہے اس کی ہے جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔“

جنگ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پہاڑی درے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متعین فرمایا تھا وہاں سے قدم ہلانے نے فتح کو شکست میں بدل دیا تھا۔ یہ ایک سبق تھا کہ رسول

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۳

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے معمولی سا قدم باہر نکالنے پر بھی ہلاکت ہے۔ دنیوی ناکامی بھی ہے اور اخروی بھی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر (تیر اندازوں کے) پچاس آدمیوں کا امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کر دی تھی کہ اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ پرندے ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ پھر بھی اپنی جگہ سے مت ہٹنا، جب تک میں تم لوگوں کو کہلانہ بھیجوں۔ اسی طرح اگر تم یہ دیکھو کہ کفار کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں پامال کر دیا ہے پھر بھی یہاں سے نہ ٹلنا، جب تک میں تمہیں خود بلا نہ بھیجوں۔ پھر اسلامی لشکر نے کفار کو شکست دے دی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ اللہ کی قسم! میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ بھاگ رہی تھیں۔ ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ اور وہ اپنے کپڑوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا، کہ غنیمت لوٹو، اے قوم! غنیمت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے ساتھی غالب آگئے ہیں۔ اب ڈر کس بات کا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کیا جو ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، تم اسے بھول گئے؟ لیکن وہ لوگ اسی پر اڑے رہے کہ دوسرے اصحاب کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہوں گے۔ جب یہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آئے تو ان کے منہ کافروں نے پھیر دیئے اور (مسلمانوں کو) شکست سے دوچار ہونا پڑا، یہی وہ گھڑی تھی (جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں ہے کہ) ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پیچھے کھڑے بلا رہے تھے۔“ اس سے یہی مراد ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ صحابہ کے سوا اور کوئی بھی باقی نہ رہ گیا تھا۔ آخر ہمارے ستر آدمی شہید ہو گئے۔ بدر کی لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مشرکین کے ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان کیا تھا، ستر ان میں سے قیدی تھے اور ستر مقتول (جب جنگ ختم ہو گئی تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر) ابوسفیان نے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ساتھ موجود ہیں؟ تین مرتبہ انہوں نے یہی پوچھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرما دیا تھا۔ پھر انہوں نے پوچھا، کیا ابن ابی قحافہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ سوال بھی تین مرتبہ کیا، پھر پوچھا ابن خطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اپنی قوم میں موجود ہیں؟ یہ بھی

تین مرتبہ پوچھا، پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہنے لگے کہ یہ تینوں قتل ہو چکے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور وہ بول پڑے کہ اے اللہ کے دشمن! اللہ گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے جن کے تو نے ابھی نام لیے تھے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی تیرا برادرنے آنے والا ہے۔ ابوسفیان نے کہا اچھا! آج کا دن بدر کا بدلہ ہے۔ اور لڑائی بھی ایک ڈول کی طرح ہے (کبھی ادھر کبھی ادھر) تم لوگوں کو اپنی قوم کے بعض لوگ مثلہ کئے ہوئے ملیں گے۔ میں نے اس طرح کا کوئی حکم (اپنے آدمیوں کو) نہیں دیا تھا، لیکن مجھے ان کا یہ عمل برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اس کے بعد وہ فخریہ رجز پڑھنے لگا، ہبل (بت کا نام) بلند رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا ہم اس کے جواب میں کیا کہیں یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کہ اللہ سب سے بلند اور سب سے بڑا بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا ہمارا مددگار عزی (بت) ہے اور تمہارا کوئی بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جواب کیوں نہیں دیتے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کا جواب کیا دیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہو کہ اللہ ہمارا حامی ہے اور تمہارا حامی کوئی نہیں۔<sup>(۱)</sup>

درے سے قدم ہٹانے نے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ پس اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوتاہی کامیابی کو ناکامی میں بدل سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جانتے تھے اس لیے وہ اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمَّا اسْتَوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَالَ: اجْلِسُوا فَاسْمِعْ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَجَلَسَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَرَأَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: تَعَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ<sup>(۲)</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر اچھی طرح سے بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ“، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (جو اس وقت مسجد کے دروازے پر تھے) اسے سنا تو وہ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: ”عبداللہ بن مسعود! تم آ جاؤ“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب، رقم: ۳۰۳۹

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، تفریح ابواب الجمعة، باب الامام یکلّم الرجل فی خطبته، رقم: ۱۰۹۱

ایسی بہت سی مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ گدھے کا گوشت کھالیا گیا پھر دوسرے صاحب آئے اور کہا کہ گدھے کا گوشت کھالیا گیا پھر تیسرے صاحب آئے اور کہا کہ گدھے ختم ہو گئے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کے ذریعہ لوگوں میں اعلان کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ ناپاک ہیں چنانچہ اسی وقت دیگیں الٹ دی گئیں حالانکہ وہ (گدھے کے) گوشت سے جوش مار رہی تھیں۔ (۱)

حضرت ابو ثعلبہ حنسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ اترتے تو لوگ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جاتے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارا ان گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جانا شیطان کی جانب سے ہے“، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ بھی اترے تو لوگ آپس میں سے اس طرح سمٹ جاتے کہ اگر ان پر کوئی کپڑا پھیلا دیا جاتا تو سب کو ڈھانپ لیتا۔ (۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم لوگ تمہاری فضیخ (کھجور سے بنائی ہوئی شراب) کے سوا اور کوئی شراب استعمال نہیں کرتے تھے، چنانچہ میں کھڑا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو پلارہا تھا اور فلاں اور فلاں کو، کہ ایک صاحب آئے اور کہا: تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ شراب حرام قرار دی جا چکی ہے۔ فوراً ہی ان لوگوں نے کہا: انس رضی اللہ عنہ اب ان شراب کے مشکوں کو بہا دو۔ انہوں نے بیان کیا کہ ان کی اطلاع کے بعد ان لوگوں نے اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ مانگا اور نہ پھر اس کا استعمال کیا۔ (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب لحوم الحمر الانسیة، رقم: ۵۵۲۸

۲۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجہاد، باب ما یؤمر من انضمام العسکر وسعته، رقم: ۲۶۲۸

۳۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب انما الخمر والمیسر والانصاب، رقم: ۲۶۱۷

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے سولہ یا سترہ مہینے تک نماز پڑھی لیکن آپ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ) ہو جائے (آخر ایک دن اللہ کے حکم سے) آپ نے عصر کی نماز (بیت اللہ کی طرف رخ کر کے) پڑھی اور آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی پڑھی۔ جن صحابہ نے یہ نماز آپ کے ساتھ پڑھی تھی، ان میں سے ایک صحابی مدینہ کی ایک مسجد کے قریب سے گزرے۔ اس مسجد میں لوگ رکوع میں تھے، انہوں نے اس پر کہا کہ میں اللہ کا نام لے کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے، تمام نمازی اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اس کے بعد لوگوں نے کہا کہ جو لوگ کعبہ کے قبلہ ہونے سے پہلے انتقال کر گئے، ان کے متعلق ہم کیا کہیں۔ (ان کی نمازیں قبول ہوئیں یا نہیں؟) اس پر یہ آیت نازل ہوئی وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرءوف رحیم ”اللہ ایسا نہیں کہ تمہاری عبادات کو ضائع کرے، بیشک اللہ اپنے بندوں پر بہت بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہے۔“ (۱)

یہ اطاعت کا جذبہ ہے کہ حکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فوری تعمیل کے لیے سر جھکا دیا۔ اگر خطبہ جمعہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”بیٹھ جاؤ“ فرمایا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دروازے پر ہی بیٹھ گئے، گدھے کے گوشت کی حرمت کا اعلان ہوا تو گوشت سے بھری ہنڈیاں الٹ دیں۔ حرمت شراب کا حکم صادر فرمایا تو مشکے توڑ دیے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تو نماز کی حالت میں رخ بدل لیا۔ اطاعت کی ایسی مثالیں تاریخ کے چہرے پر اس لیے جگمگا رہی ہیں کہ اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نجات ممکن نہیں، نہ اس کے بغیر ایمان قبول ہے اور نہ کوئی عمل۔ اطاعت ہوگی تو نجات ہے، اگر اطاعت نہیں، ناکامی ہی ناکامی ہے۔

## ۵۔ عزت و احترام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت مسلمہ پر پانچواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ سيقول السفهاء من الناس، رقم: ۴۴۸۶

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا، لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ  
وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (۱)

”بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے  
تا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اس کا ساتھ دو اور اس کا احترام کرو اور صبح و شام اللہ  
کی تسبیح کرو۔“

اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی آواز بھی رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ  
کریں۔ حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں:

كَادَ الْخَيْرَانِ أَنْ يَهْلِكَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ لَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَفَدَّ بَنِي تَمِيمٍ  
أَشَارَ أَحَدُهُمَا بِالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ التَّمِيمِيِّ الْحَنْظَلِيِّ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ وَأَشَارَ الْآخَرَ  
بِغَيْرِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ: إِنَّمَا أَرَدْتُ خِلَافِي، فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَدْتُ خِلَافَكَ، فَارْتَفَعَتْ  
أَصْوَاتُهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَزَلَتْ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ  
النَّبِيِّ إِي لَى قَوْلِهِ عَظِيمٌ (سورة الحجرات آية ۲-۳)، قَالَ ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ: قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ:  
فَكَانَ عُمَرُ بَعْدَ إِذَا حَدَّثَ النَّبِيَّ ﷺ بِحَدِيثٍ حَدَّثَهُ كَأَخِي السِّرَارِ لَمْ يَسْمِعْهُ حَتَّى  
يَسْتَفِيهِمَهُ (۲)

”امت کے دو بہترین انسان، قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جس  
وقت نبی کریم ﷺ کے پاس بنی تمیم کا وفد آیا تو ان میں سے ایک صاحب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ)  
نے بنی مجاشع میں سے اقرع بن حابس حنظلی رضی اللہ عنہ کو ان کا سردار بنائے جانے کا مشورہ دیا اور  
دوسرے صاحب (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے ان کے علاوہ (قعقاع بن سعید بن زرارہ) کو بنائے  
جانے کا مشورہ دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کا مقصد صرف  
میری مخالفت کرنا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری نیت آپ کی مخالفت کرنا نہیں ہے اور نبی  
کریم ﷺ کی موجودگی میں دونوں بزرگوں کی آواز بلند ہو گئی۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی

۱۔ الفتح: ۸، ۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من التعمق والتنازع فی العلم، رقم: ۴۳۰۲



یا ایہا الذین آمنوا لاترفعوا أصواتکم ”اے لوگو! جو ایمان لے آئے ہو اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔“ اللہ تعالیٰ کے ارشاد عظیم تک۔ ابن ابی ملیکہ نے بیان کیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے اترنے کے بعد یہ طریقہ اختیار کیا وہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرتے تو اتنی آہستگی سے جیسے کوئی کان میں بات کرتا ہے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بات سنائی نہ دیتی تو آپ دوبارہ پوچھتے کیا کہا۔“

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے کافروں سے صلح کا معاہدہ کیا اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ادب و احترام کے عجب مناظر پیش کیے۔ ذرا نظر دوڑائیے کافروں کی طرف سے عروہ بن مسعود، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لیے آیا۔ اس نے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

أَيُّ مُحَمَّدٍ، أَرَأَيْتَ إِنْ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ، هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَنَحَ أَهْلَهُ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى، فَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى وَجُوهًا وَإِنِّي لَأَرَى أَوْشَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُّوا وَيَدْعُوكَ، فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِيقُ: امْضُ بَطْرَ اللَّاتِ، أَنْحُنْ نَفِرُ عَنْهُ وَنَدَعُهُ، فَقَالَ: مَنْ ذَا؟ قَالُوا: أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِي لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لِأَجْبُثِكَ، قَالَ: وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ، فَكَلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ وَالْمُغِيرَةَ بِنُ شُعْبَةَ قَانِمٍ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكَلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةَ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ لَهُ: أَخِرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَفَعَ عُرْوَةَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بِنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: أَيُّ غَدْرٍ، أَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ، وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحْبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَتَقْتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَمَا الْإِسْلَامَ فَأَقْبَلُ، وَأَمَا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ، ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمِي أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ بِعَيْنَيْهِ، قَالَ: فَوَاللَّهِ مَا تَنْخَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدُهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأُوا كَادُوا يَمْتَلِئُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحْدُونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ، فَرَجَعَ عُرْوَةَ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: أَيُّ قَوْمٍ، وَاللَّهِ لَقَدْ

وَفَدَّتْ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدَتْ عَلَى قَيْصَرَ، وَكِسْرَى، وَالنَّجَاشِي، وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ  
يُعْظِمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاللَّهِ إِنْ تَنَحَّمْ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ  
فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأُوا كَادُوا  
يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُجِدُونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا  
لَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةً رُشِدًا فَاقْبَلُوهَا۔ (۱)

”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! بتائیے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو تباہ کر دیا تو کیا اپنے سے پہلے کسی بھی عرب کے متعلق سنا ہے کہ اس نے اپنے خاندان کا نام و نشان مٹا دیا ہو لیکن اگر دوسری بات واقع ہوئی (یعنی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب ہوئے) تو اللہ کی قسم تمہارے ساتھیوں کا منہ دیکھتا ہوں یہ مختلف قبائل کے لوگ اس وقت بھاگ جائیں گے اور آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے امصص بظر اللات۔ (لات کی شرمگاہ چاٹ) کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا اب تک میں بدلہ نہیں دے سکا ہوں تو تمہیں ضرور جواب دیتا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف اپنا ہاتھ لے جاتے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی نیام کو اس کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا اے دغا باز! کیا میں نے تیری دغا بازی کی سزا سے تجھے نہیں بچایا؟ اصل میں مغیرہ رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت میں ایک قوم کے ساتھ رہے تھے پھر ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لے لیا تھا۔ اس کے بعد (مدینہ) آئے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد و المصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا مال بھی رکھ دیا کہ جو چاہیں اس کے متعلق حکم فرمائیں) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرا اسلام تو میں قبول کرتا ہوں، رہا یہ مال تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ کیونکہ وہ دغا بازی سے ہاتھ آیا ہے جسے میں لے نہیں سکتا، پھر عروہ گھور گھور کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی نقل و حرکت دیکھتے رہے۔ راوی نے بیان کیا کہ قسم اللہ کی اگر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اپنے ہاتھوں پر اسے لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔ کسی کام کا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اس کی بجا آوری میں ایک دوسرے پر لوگ سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے پانی پر لڑائی ہو جائے گی (یعنی ہر شخص اس پانی کو لینے کی کوشش کرتا تھا) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرنے لگتے تو سب پر خاموشی چھا جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نظر بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ خیر عروہ جب اپنے ساتھیوں سے جا کر ملے تو ان سے کہا اے لوگو! قسم اللہ کی میں بادشاہوں کے دربار میں بھی وفد لے کر گیا ہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی سب کے دربار میں لیکن اللہ کی قسم میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھی اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا تو ان کے اصحاب نے اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اگر کوئی حکم دیا تو ہر شخص نے اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گفتگو شروع کی تو ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ انہوں نے تمہارے سامنے ایک بھلی صورت رکھی ہے، تمہیں چاہئے کہ اسے قبول کر لو۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و شخصیت کا ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری، آپ کے حجرہ مبارک، مسجد، منبر آپ کی تلوار آپ کے زیر استعمال برتن، لباس یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک تک کا ادب تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ حُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ،  
وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوْفِي بِالْمَدِينَةِ، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ  
عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، قَالَ:  
سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيْالِي، فَقَالَ: قَدْ بَدَأَ لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا، قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ  
أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا،  
فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيْالِي، ثُمَّ خَطَبَ هَارِ سَوْ لَ اللَّهِ ﷺ، فَأَنْكَحْتُهَا  
إِيَّاهُ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلِيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ  
إِلَيْكَ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعْ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ ذَكَرَهَا، فَلَمْ أَكُنْ لِأَفْشِي سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا. (۱)

”جب سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے شوہر حضرت حنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر کی لڑائی میں انہوں نے شرکت کی تھی اور مدینہ میں ان کی وفات ہو گئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میری ملاقات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے ان سے حفصہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس کا نکاح میں آپ سے کر دوں۔ انہوں نے کہا کہ میں سوچوں گا۔ اس لیے میں چند دنوں کے لیے ٹھہر گیا، پھر انہوں نے کہا کہ میری رائے یہ ہوئی ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میری ملاقات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے بھی میں نے یہی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ بنت عمر سے کر دوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کا یہ رویہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ میرے لیے باعث تکلیف ہوا۔ کچھ دنوں میں نے اور توقف کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام بھیجا اور میں نے ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات مجھ سے ہوئی تو انہوں نے کہا، شاید آپ کو میرے اس طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہوگی کہ جب آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور آپ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مجھ سے بات کی تو میں نے کوئی جواب

نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ ہاں تکلیف تو ہوئی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کی بات کا میں نے صرف اس لیے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے (مجھ سے) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا (مجھ سے اس بارے میں مشورہ لیا تھا کہ میں اس سے نکاح کر لوں) اور میں نبی کریم ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتا تھا۔ اگر آپ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیتے تو بیشک میں ان سے نکاح کر لیتا۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے راز کا بھی ادب کیا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان کو روتا ہوا پایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میرے بھائی آپ کس لیے رو رہے ہیں؟ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض نہیں اٹھایا؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان دونوں میں سے کسی بھی وجہ سے نہیں رو رہا، نہ تو دنیا کی حرص کی وجہ سے اور نہ اس وجہ سے کہ آخرت کو ناپسند کرتا ہوں، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک نصیحت کی تھی، جہاں تک میرا خیال ہے میں نے اس سلسلے میں زیادتی کی ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا نصیحت تھی؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ”تم میں سے کسی کے لیے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جتنا کہ مسافر کا توشہ، لیکن میں نے اس سلسلے میں زیادتی کی ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا اے سعد! جب آپ فیصلہ کرنا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، جب کچھ تقسیم کرنا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اور جب کسی کام کا قصد کرنا تو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کرنا۔ ثابت (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیس سے چند زائد درہم کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا، وہ بھی اپنے خرچ میں سے۔“<sup>(۱)</sup>

۶۔ آپ ﷺ کی خاطر لڑنا مرنا

رسول اللہ ﷺ کا مسلمانوں پر چھٹا حق یہ ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کی خاطر لڑنے مرنے کا عزم رکھیں اور اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نہ کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ لالابانی، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، رقم: ۴۱۰۴

لَمَّا كَانَ يَوْمَ أُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَأَبُو طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ ﷺ  
مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَهُ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ  
ثَلَاثًا، وَكَانَ الرَّجُلُ يَمْزُ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِنَ النَّبْلِ، فَيَقُولُ: انْثُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: وَيُشْرِفُ  
النَّبِيُّ ﷺ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ، فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: يَا أَبَتِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفُ يُصِيبُكَ سَهْمٌ  
مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ، نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ أَبِي طَلْحَةَ إِمَامَرَتَيْنِ وَإِمَامًا  
ثَلَاثًا. (۱)

”غزوہ احد میں جب مسلمان نبی کریم ﷺ کے پاس سے منتشر ہو کر پسا ہو گئے تو  
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اپنے چمڑے کی ڈھال سے حفاظت کر رہے تھے۔ حضرت  
ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز تھے اور کمان خوب کھینچ کر تیر چلایا کرتے تھے۔ اس دن انہوں نے دو  
یا تین کمانیں توڑ دی تھیں۔ مسلمانوں میں سے کوئی اگر تیر کا ترکش لیے گزرتا تو نبی کریم ﷺ  
اس سے فرماتے یہ تیر ابو طلحہ کے لیے یہیں رکھتے جاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ  
ﷺ مشرکین کو دیکھنے کے لیے سراٹھا کر جھانکتے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے: میرے  
ماں باپ آپ پر فدا ہوں، سر مبارک اوپر نہ اٹھائیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر سے کوئی تیر آپ کو لگ  
جائے۔ میری گردن آپ سے پہلے ہے اور اس دن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے دو یا تین  
مرتبہ تلوار گر گئی تھی۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی لڑائی میں  
حاضر نہ ہو سکے اس لیے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلی لڑائی ہی سے غائب رہا جو آپ  
نے مشرکین کے خلاف لڑی لیکن اگر اب اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے خلاف کسی لڑائی میں  
حاضری کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب احد کی لڑائی کا موقع آیا  
اور مسلمان بھاگ نکلے تو حضرت انس بن نضر نے کہا کہ اے اللہ! جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں  
اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ پھر وہ  
آگے بڑھے (مشرکین کی طرف) تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ ان سے حضرت

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب اذہمت طائفان منکم، رقم: ۴۰۶۴

انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا اے سعد بن معاذ! میں تو جنت میں جانا چاہتا ہوں اور نضر (ان کے باپ) کے رب کی قسم میں جنت کی خوشبو واحد پہاڑ کے قریب پاتا ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو انہوں نے کر دکھایا اس کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد جب حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو ہم نے پایا تو تلوار نیزے اور تیر کے تقریباً اسی زخم ان کے جسم پر تھے وہ شہید ہو چکے تھے مشرکوں نے ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے اور کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکا تھا، صرف ان کی بہن انگلیوں سے انہیں پہچان سکی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہم سمجھتے ہیں کہ یہ آیت ان کے اور ان جیسے مومنین کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ مومنوں میں کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔

صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب قول اللہ تعالیٰ من المؤمنین رجال صدقوا، رقم: ۲۸۰۵

### آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا دفاع

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا تحفظ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اس میں کسی قسم کی کوتاہی بندے کو ایمانی محرومی سے دوچار کر سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمٌّ وَلِدِ تَشْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزُجُرُهَا فَلَا تَنْزَجُرُ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتَشْتُمُهُ، فَأَخَذَ الْمِعْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ، فَلَطَخَتْ مَا هُنَاكَ بِالذَّمِّ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ: أَنْشُدُ اللَّهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلُّزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجُرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللَّوْلُوتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِعْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدْرٌ (۱)

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الحدود، باب الحكم فيمن سب النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، رقم: ۲۳۶۱

ایک نابینے شخص کے پاس ایک ام ولد تھی جو نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، وہ نابینا سے روکتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی، وہ اسے جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی طرح باز نہیں آتی تھی حسب معمول ایک رات اس نے آپ ﷺ کی ہجو شروع کی، اور آپ کو گالیاں دینے لگی، تو اس (اندھے) نے ایک چھری لی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھ کر خوب زور سے دبا کر اسے ہلاک کر دیا، اس کے دونوں پاؤں کے درمیان اس کے پیٹ سے ایک بچہ گرا جس نے اس جگہ کو جہاں وہ تھی خون سے لت پت کر دیا، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ سے اس حادثہ کا ذکر کیا گیا، آپ نے لوگوں کو اکٹھا کیا، اور فرمایا: ”جس نے یہ کیا ہے میں اس سے اللہ کا اور اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے“ تو وہ اندھا کھڑا ہو گیا اور لوگوں کی گردنیں پھاندتے اور ہانپتے کانپتے آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، اور عرض کرنے لگا: اللہ کے رسول میں اس کا مالک ہوں، وہ آپ کو گالیاں دیتی اور آپ کی ہجو کیا کرتی تھی، میں اسے منع کرتا تھا لیکن وہ نہیں رکتی تھی، میں اسے جھڑکتا تھا لیکن وہ کسی صورت باز نہیں آتی تھی، میرے اس سے موتیوں کی مانند دو بچے ہیں، وہ مجھے بڑی محبوب تھی تو جب کل رات آئی حسب معمول وہ آپ کو گالیاں دینے لگی، اور ہجو کرنی شروع کی، میں نے ایک چھری اٹھائی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھ کر خوب زور سے دبا دیا، وہ اس کے پیٹ میں گھس گئی یہاں تک کہ میں نے اسے مار ہی ڈالا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! سنو تم گواہ رہنا کہ اس کا خون لغو ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس پر حملہ کرنے والے کی سزا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل ہی سمجھتے تھے اور ایسے مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے وہ اپنی جان کی بازی لگا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ کعب بن اشرف جو خود اور اپنی لونڈیوں کے ذریعہ سے آپ ﷺ کی گستاخی کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہتا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستا رہا ہے۔“ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کر آؤں؟ آپ نے فرمایا ”ہاں مجھے یہ پسند ہے۔“ انہوں نے



عرض کیا، پھر آپ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں اس سے کچھ باتیں کہوں آپ نے انہیں اجازت دے دی۔ اب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا، یہ شخص (اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا مارا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب نے کہا، ابھی آگے دیکھنا، خدا کی قسم! بالکل اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، چونکہ ہم نے بھی اب ان کی اتباع کر لی ہے۔ اس لیے جب تک یہ نہ کھل جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے، انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ تم سے ایک وسق یاد و وسق غلہ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب بن اشرف نے کہا، ہاں، میرے پاس کچھ گروی رکھ دو۔ انہوں نے پوچھا، گروی میں تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا، اپنی عورتوں کو رکھ دو۔ انہوں نے کہا کہ تم عرب کے بہت خوبصورت مرد ہو۔ ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ اس نے کہا، پھر اپنے بچوں کو گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا، ہم بچوں کو کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں۔ کل انہیں اسی پر گالیاں دی جائیں گی کہ ایک یاد و وسق غلے پر انہیں رہن رکھ دیا گیا تھا۔ البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ہتھیار گروی رکھ سکتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور رات کے وقت اس کے یہاں آئے۔ ان کے ساتھ ابونا نکلہ بھی موجود تھے وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اس کے قلعہ کے پاس جا کر انہوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا کہ اس وقت (اتنی رات گئے) کہاں باہر جا رہے ہو؟ اس نے کہا، وہ تو محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابونا نکلہ ہے۔ اس کی بیوی نے اس سے کہا مجھے تو یہ آواز ایسی لگتی ہے جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونا نکلہ ہیں۔ شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ جب محمد بن مسلمہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے اور انہیں یہ کہا گیا تھا کہ جب کعب آئے تو میں اس کے (سر کے) بال ہاتھ میں لے لوں گا اور اسے سو نگھنے لگوں گا۔ جب تمہیں اندازہ ہو جائے کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ آخر کعب چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا،

آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ کعب اس پر بولا، میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے؟ اس نے کہا، سونگھ سکتے ہو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر انہوں نے کہا، کیا دوبارہ سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے اس مرتبہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے پوری طرح اپنے قابو میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی۔<sup>(۱)</sup>

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ چند ایک حقوق بیان کیے ہیں جبکہ حقوق اور بھی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر چند وہ حقوق بیان کیے ہیں جو مرکزی حیثیت رکھتے ہیں باقی حقوق بھی اکثر طور پر انہی حقوق کی ذیلی شاخوں میں آجاتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، رقم: ۴۰۳۷

## غصہ ملی مسکراہٹ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جب غزوہ تبوک میں اپنی سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں معذرت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ فرماتے ہیں:

فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمْتَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ، ثُمَّ قَالَ: تَعَالَ، فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ لِي: مَا خَلَقَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي وَاللَّهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا لَرَأَيْتُ أَنِّي سَأَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ وَلَقَدْ أُعْطِيتُ جَدًّا وَلَا وَلِيْنَ وَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيثَ كَذِبٍ لِيَتْرَضَى بِهِ عَنِّي لِيُوشِكَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُسَخِطُكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عَفْوَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرُ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا هَذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ فِيكَ، فَقُمْتُ فَمَضَيْتُ. (۱)

جب میں نے سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر مسکرائے جیسے کوئی غصہ میں مسکراتا ہے، پھر فرمایا: ”آ جاؤ!“ چنانچہ میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، تو آپ نے مجھ سے پوچھا: ”تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟“ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم اگر میں آپ کے علاوہ کسی اور کے پاس ہوتا تو میں اس کے غصہ سے اپنے آپ کو یقیناً بچا لیتا، مجھے باتیں بنانی خوب آتی ہیں لیکن اللہ کی قسم، میں جانتا ہوں کہ اگر آپ کو خوش کرنے کے لیے میں آج آپ سے جھوٹ بولوں گا تو قریب ہے کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ سے سچ کہہ دوں تو آپ مجھ پر ناراض تو ہوں گے لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے معاف کر دے گا، اللہ کی قسم جب میں آپ سے پیچھے رہ گیا تھا تو اس وقت میں زیادہ طاقتور اور زیادہ مال والا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رہا یہ شخص تو اس نے سچ کہا ہے، اٹھو

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب المساجد، باب الرخصة فی الجلوس فیہ والخروج منه بغير صلاة، رقم: ۷۳۱

چلے جاؤ یہاں تک کہ اللہ آپ کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے، چنانچہ میں اٹھ کر چلا آیا۔  
غصے کی وجہ

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ واقعہ سنئے۔ وہ فرماتے ہیں:

غزوہ تبوک کے سوا اور کسی غزوہ میں ایسا نہیں ہوا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں۔ البتہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا لیکن جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے، ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسم کی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر صرف قریش کے قافلے کی تلاش میں نکلے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی پہلی تیاری کے بغیر، آپ کی دشمنوں سے ٹکر ہو گئی اور میں عقبہ کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ یہ وہی رات ہے جس میں ہم نے اسلام کے لیے عہد کیا تھا اور مجھے تو یہ غزوہ بدر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اگرچہ غزوہ بدر کا لوگوں کی زبانوں پر چرچا زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا قوی اور اتنا صاحب مال نہیں ہوا تھا جتنا اس موقع پر تھا۔ جبکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کے غزوہ میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔ اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے لیکن اس موقع پر میرے پاس دو اونٹ موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ اس کے سفر کے لیے ذومعنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے لیکن اس غزوہ کا جب موقع آیا تو گرمی بڑی سخت تھی، سفر بھی بہت لمبا تھا، بیابانی راستہ اور دشمن کی فوج کی کثرت تمام مشکلات سامنے تھیں۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس غزوہ کے متعلق بہت تفصیل کے ساتھ بتا دیا تھا تا کہ اس کے مطابق پوری طرح سے تیاری کر لیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سمت کی بھی نشاندہی کر دی جدھر سے آپ کے جانے کا ارادہ تھا۔ مسلمان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھے اور کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا لکھنا بھی مشکل تھا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی شخص اگر اس غزوہ میں شریک نہ ہونا چاہتا تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا کسی کو پتہ نہیں

چلے گا۔ نبی کریم ﷺ جب اس غزوہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے تو پھل پکنے کا زمانہ تھا اور سایہ میں بیٹھ کر لوگ آرام کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ بھی تیاریوں میں مصروف تھے اور آپ کے ساتھ مسلمان بھی۔ لیکن میں روزانہ سوچا کرتا تھا کہ کل سے میں بھی تیاری کروں گا اور اس طرح ہر روز اسے ٹالتا رہا۔ مجھے اس کا یقین تھا کہ میں تیاری کر لوں گا۔ مجھے آسانیاں میسر تھیں، یوں ہی وقت گزرتا رہا اور آخر لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ بھی ہو گئے۔ اس وقت تک میں نے تیاری نہیں کی تھی۔ اس موقع پر بھی میں نے اپنے دل کو یہی کہہ کر سمجھا لیا کہ کل یا پرسوں تک تیاری کر لوں گا اور پھر لشکر سے جا ملوں گا۔ کوچ کے بعد دوسرے دن میں نے تیاری کے لیے سوچا لیکن اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ پھر تیسرے دن کے لیے سوچا اور اس دن بھی کوئی تیاری نہیں کی۔ یوں ہی وقت گزر گیا اور اسلامی لشکر بہت آگے بڑھ گیا۔ غزوہ میں شرکت میرے لیے بہت دور کی بات ہو گئی اور میں یہی ارادہ کرتا رہا کہ یہاں سے چل کر انہیں پالوں گا۔ کاش! میں نے ایسا کر لیا ہوتا لیکن یہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن کے چہروں سے نفاق ٹپکتا تھا یا پھر وہ لڑک جہنمیں اللہ تعالیٰ نے معذور اور ضعیف قرار دے دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن جب آپ تبوک پہنچ گئے تو وہیں ایک مجلس میں آپ نے دریافت فرمایا کہ کعب نے کیا کیا؟ بنو سلمہ کے ایک صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کے غرور نے اسے آنے نہیں دیا۔ (وہ حسن و جمال یا لباس پر اتر کر رہ گیا) اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بولے تم نے بری بات کہی۔ یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ واپس تشریف لارہے ہیں تو اب مجھ پر فکر سوار ہوا اور میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا جس سے میں کل نبی کریم ﷺ کی خفگی سے بچ سکوں۔ اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے اس کے متعلق میں نے مشورہ لیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے بالکل قریب آچکے ہیں تو غلط خیالات میرے ذہن سے نکل گئے اور مجھے یقین ہو گیا کہ

اس معاملہ میں جھوٹ بول کر میں اپنے آپ کو کسی طرح محفوظ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں نے سچی بات کہنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ صبح کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ جب آپ کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو یہ آپ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے۔ جب آپ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے جو غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور قسم کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسی کے قریب تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا، ان سے عہد لیا۔ ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا۔ اس کے بعد میں حاضر ہوا۔ میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے۔ آپ کی مسکراہٹ میں غصہ کی آمیزش تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ، میں چند قدم چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم غزوہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے۔ کیا تم نے کوئی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا، میرے پاس سواری موجود تھی۔ اللہ کی قسم! اگر میں آپ ﷺ کے سوا کسی دنیا دار شخص کے سامنے آج بیٹھا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر اس کی خفگی سے بچ سکتا تھا، مجھے خوبصورتی کے ساتھ گفتگو کا سلیقہ معلوم ہے۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر بیان کر کے آپ کو راضی کر لوں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ اس کے بجائے اگر میں آپ ﷺ سے سچی بات بیان کر دوں تو یقیناً آپ کو میری طرف سے خفگی ہوگی لیکن اللہ سے مجھے معافی کی پوری امید ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہیں تھا، اللہ کی قسم اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا فارغ البال نہیں تھا اور پھر بھی میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے سچی بات بتادی ہے۔ اچھا اب جاؤ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کر دے۔ میں اٹھ گیا اور میرے پیچھے بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہمیں تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے اور تم نے بڑی کوتاہی کی۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی ایسا عذر نہیں بیان کیا جیسا دوسرے لوگوں نے بیان کر دیا تھا۔ تمہارے گناہ کے لیے نبی کریم ﷺ کا استغفار ہی کافی ہو جاتا۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے مجھے

اس پر اتنی ملامت کی کہ مجھے خیال آیا کہ واپس جا کر نبی کریم ﷺ سے کوئی جھوٹا عذر کر آؤں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کیا میرے علاوہ کسی اور نے بھی مجھ جیسا عذر بیان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں دو حضرات نے اسی طرح معذرت کی جس طرح تم نے کی ہے اور انہیں جواب بھی وہی ملا ہے جو تمہیں ملا۔ میں نے پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ ان دو ایسے صحابہ کا نام انہوں نے لے دیا جو صالح تھے اور بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کا طرز عمل میرے لیے نمونہ بن گیا۔ چنانچہ انہوں نے جب ان بزرگوں کا نام لیا تو میں اپنے گھر چلا آیا اور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی، بہت سے لوگ جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے، ان میں سے صرف ہم تین تھے! لوگ ہم سے الگ رہنے لگے اور سب لوگ بدل گئے۔ ایسا نظر آتا تھا کہ ہم سے ساری دنیا بدل گئی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ پچاس دن تک ہم اسی طرح رہے، میرے دو ساتھیوں نے تو اپنے گھروں سے نکلنا ہی چھوڑ دیا، بس روتے رہتے تھے لیکن میرے اندر ہمت تھی کہ میں باہر نکلتا تھا، مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے بولتا کوئی نہ تھا۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا، آپ کو سلام کرتا، جب آپ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے، میں اس کی جستجو میں لگا رہتا تھا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں نبی کریم ﷺ کے مبارک ہونٹ ہلے یا نہیں، پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کنکھیوں سے دیکھتا رہتا جب میں اپنی نماز میں مشغول ہو جاتا تو نبی کریم ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جونہی میں آپ کی طرف دیکھتا آپ رخ مبارک پھیر لیتے۔ آخر جب اس طرح لوگوں کی بے رخی بڑھتی ہی گئی تو میں (ایک دن) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے ان سے بہت گہرا تعلق تھا، میں نے انہیں سلام کیا، لیکن اللہ کی قسم! انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا، ابو قتادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ اور اس کے رسول سے مجھے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے دوبارہ ان سے یہی سوال کیا اللہ کی قسم دے کر پوچھا لیکن اب بھی وہ خاموش تھے، پھر میں نے اللہ کا واسطہ دے کر ان سے یہی سوال کیا۔ اس

مرتبہ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اس پر میرے آنسو پھوٹ پڑے۔ میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر (باہر اتر آیا) ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ شام کا ایک کاشتکار جو غلہ بیچنے مدینہ آیا تھا، پوچھ رہا تھا کہ کعب بن مالک کہاں رہتے ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک خط مجھے دیا، اس خط میں یہ تحریر تھا۔ ”اما بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی نبی کریم ﷺ) تمہارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا کہ تمہارا حق ضائع کیا جائے، تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہارے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کریں گے۔“ جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا کہ یہ ایک اور امتحان آ گیا۔ میں نے اس خط کو تنور میں جلا دیا۔ ان پچاس دنوں میں سے جب چالیس دن گزر چکے تو رسول اللہ ﷺ کے ایلچی میرے پاس آئے اور کہا کہ نبی کریم ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی کے بھی قریب نہ جاؤ۔ میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں صرف ان سے جدا ہو جاؤ، ان کے قریب نہ جاؤ میرے دونوں ساتھیوں کو (جنہوں نے میری طرح معذرت کی تھی) بھی یہی حکم آپ نے بھیجا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملہ کا کوئی فیصلہ نہ کر دے۔ حضرت کعب بن اشرف نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ (جن کا مقاطعہ ہوا تھا) کی بیوی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں، ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے، کیا اگر میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف وہ تم سے صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! وہ تو کسی چیز کے لیے حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ جب سے یہ خفگی ان پر ہوئی ہے وہ دن ہے اور آج کا دن ہے ان کے آنسو تھمنے میں نہیں آتے۔ میرے گھر کے بعض لوگوں نے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرتے رہنے کی اجازت نبی کریم ﷺ نے دے دی ہے، آپ بھی اسی طرح کی اجازت نبی کریم ﷺ سے لے لیجئے۔ میں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! میں اس کے لیے نبی کریم ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا، میں جوان ہوں، معلوم نہیں جب میں اجازت



لینے جاؤں تو نبی کریم ﷺ کیا فرمائیں۔ اس طرح دس دن اور گزر گئے اور جب سے نبی کریم ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اس کو پچاس دن پورے ہو گئے۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا، اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، میرا دم گھٹا جا رہا تھا اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لیے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جبل سلح پر چڑھ کر کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب فراخی ہو جائے گی۔ فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کر دیا تھا۔ لوگ میرے یہاں بشارت دینے کے لیے آنے لگے اور میرے دو ساتھیوں کو بھی جا کر بشارت دی۔ ایک صاحب (زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) اپنا گھوڑا دوڑائے آ رہے تھے، ادھر قبیلہ اسلم کے ایک صحابی نے پہاڑی پر چڑھ کر (آواز دی) اور آواز گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جن صحابی نے (سلح پہاڑی پر سے) آواز دی تھی، جب وہ میرے پاس بشارت دینے آئے تو اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں، میں نے انہیں دے دیئے۔ اللہ کی قسم کہ اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا (دینے کے لائق) اور میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ پھر میں نے (ابوقنادہ رضی اللہ عنہ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے جاتے تھے، کہتے تھے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا نبی کریم ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! (وہاں موجود) مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا، میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: اس مبارک دن کے لیے تمہیں بشارت ہو جو تمہاری عمر کا سب سے مبارک دن ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا

اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ فرمایا نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک روشن ہو جاتا تھا، ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ کی مسرت ہم تو چہرہ مبارک سے سمجھ جاتے تھے۔ پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں، میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو، یہ زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا پھر میں خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی۔ اب میں اپنی توبہ کی قبولیت کی خوشی میں یہ عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا سچ کے سوا اور کوئی بات زبان پر نہ لاؤں گا۔ پس اللہ کی قسم! جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو، جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں۔ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے لیے ہدایت کے بعد، میری نظر میں نبی کریم ﷺ کے سامنے اس سچ بولنے سے بڑھ کر اللہ کا مجھ پر اور کوئی انعام نہیں ہوا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور اس طرح اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا۔ جیسا کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہو گئے تھے۔ نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی۔ حضرت کعب بن لؤی نے بیان کیا۔ چنانچہ ہم تین، ان لوگوں کے معاملے سے جدا رہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے قسم کھالی تھی اور آپ نے ان کی بات مان بھی لی تھی، ان سے بیعت بھی لی تھی اور ان کے لیے طلب مغفرت بھی فرمائی تھی۔ ہمارا معاملہ نبی کریم ﷺ نے چھوڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد و علی الثلاثة الذین خلفوا سے یہی مراد ہے کہ ہمارا مقدمہ ملتوی رکھا گیا اور ہم ڈھیل میں ڈال دیئے گئے۔ یہ نہیں مراد ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھا کر اپنے عذر بیان کئے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے عذر قبول کر لیے۔<sup>(۱)</sup>

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک، رقم: ۴۴۱۸

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نیکی کے عمل میں سستی کرنے پر غصہ کیا۔ انسانی زندگی کی کامیابی یہ ہے کہ وہ نیکی کے کام میں جلدی کرے اور اس جلدی کو اپنی عبادت بنالے اور برائی سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے اور اس کو اپنی عادت بنالے۔ اس لیے کہ نیکی کے عمل میں دیر کرنے سے انسان پر تین دشمن حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ایک شیطان ہے جو اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے۔ دوسرا اس کا نفس اسے نیکی سے روکتا ہے اور تیسری دنیا ہے جس کی محبت نیکی اور تقویٰ کو متاثر کرتی ہے۔ یہ تینوں دشمن مل کر اس وقت انسان سے نیکی کو دور کر دیتے ہیں جب وہ خود پرستی کا غلبہ طاری کر لیتا ہے۔ نیکی کرنے کے لیے نفس پر جبر کرنا پڑتا ہے جبکہ برائی کے لیے نفس پر جبر نہیں کرنا پڑتا وہ خود ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور سستی کا عمل اسے شرارت کا موقع دیتا ہے۔

نیکی میں جلدی کرنے کا حکم

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَوْمُنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ (۱)

”وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کاموں کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور وہ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے ہیں اور یہی نیکیو کار لوگ ہیں۔“

ایک اور مقام پر بخشش و مغفرت کی طرف تیزی سے لپکنے کا حکم ان الفاظ میں ارشاد فرمایا:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (۲)

”اور اپنے رب کی بخشش کی طرف تیزی سے بڑھو اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و

زمین جتنا ہے اور اسے پرہیزگاروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو ان کے دل میں اولاد کی خواہش نے انگڑائی لی۔ اس وقت وہ بڑھاپے کی عمر میں تھے اور بیوی بانجھ تھی۔

۱۔ آل عمران: ۱۱۴

۲۔ آل عمران: ۱۳۳

انہوں نے اللہ سے اولاد مانگنے میں دیر نہیں کی۔ فوری بارگاہِ الہی میں دعا کے لیے لپکے۔ سورۃ انبیاء میں ان کی دعا کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے:

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا النَّاخِشِينَ (۱)

”اور زکریا (کو یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ پروردگار! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے، تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور ان کو بیٹی بخشے اور ان کی بیوی کو ان کے (حسن معاشرت کے) قابل بنا دیا۔ یہ لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔“

نیکی کی طرف جلدی بڑھنے والا اللہ کے سامنے اپنی حاجات پیش کرنے اور معافی مانگنے میں بھی جلدی کرتا ہے اور یہی جلدی اسے رحمتِ الہی کے قریب کر دیتی ہے۔

### چند مثالیں احادیث سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیکی کے امور میں سبقت کرنے والے تھے۔ انہیں دنیا کی بجائے آخرت کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہتی تھی۔ وہ دنیا کے بازار سے بھی گزرے لیکن دنیا داری سے اپنے دامن کو بچا کے دین کو اپنے پلو میں باندھ کر لے گئے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُزْدِفٌ أُسَامَةَ عَلَى الْقُصَوَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتَّىٰ أَتَاخَ عِنْدَ الْبَيْتِ، ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ: ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ، فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ، فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَأُسَامَةُ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ، ثُمَّ أَغْلَقُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ، فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِيلًا، ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسَ الدُّخُولَ، فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ، فَقُلْتُ لَهُ: أَيُّنَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ فَقَالَ: صَلَّى بَيْنَ ذَيْنِكَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ، وَكَانَ الْبَيْتُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ سَطْرَيْنِ صَلَّى بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ،

وَجَعَلَ بَابَ الْبَيْتِ خَلْفَ ظَهْرِهِ، وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِي يَسْتَقْبِلُكَ حِينَ تَلِجُ الْبَيْتَ بَيْنَهُ  
وَبَيْنَ الْجِدَارِ، قَالَ: وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ مَرْمَرَةٌ  
حَمْرَاءُ. (۱)

فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کی قصواء اونٹنی پر پیچھے حضرت  
اسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما بھی تھے آپ  
نے کعبہ کے پاس اپنی اونٹنی بٹھادی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کعبہ کی کنجی لاؤ، وہ کنجی  
لائے اور دروازہ کھولا۔ آپ اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت اسامہ، بلال اور  
عثمان رضی اللہ عنہم بھی اندر داخل ہو گئے، پھر دروازہ اندر سے بند کر لیا اور دیر تک اندر (نماز اور دعاؤں  
میں مشغول) رہے۔ جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو لوگ اندر جانے کے لیے ایک  
دوسرے سے آگے بڑھنے لگے اور میں سب سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت  
بلال رضی اللہ عنہ دروازے کے پیچھے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز  
کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ خانہ کعبہ میں، اور بیت اللہ میں ان دنوں چھ ستون تھے۔ دو  
قطاروں میں اور آپ ﷺ نے آگے کی قطار کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی۔ کعبہ کا  
دروازہ آپ ﷺ کی پیٹھ کی طرف تھا اور چہرہ مبارک اس طرف تھا، جدھر دروازے سے اندر  
جاتے ہوئے چہرہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے اور دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کا فاصلہ تھا)۔ حضرت  
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ پوچھنا میں بھول گیا کہ نبی کریم ﷺ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی۔  
جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں سرخ سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔

بیت اللہ میں داخل ہونے کے بعد جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کا دروازہ اندر سے بند  
کر لیا تو لوگ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے دروازہ کھانے کے انتظار میں دیر تک کھڑے  
رہے۔ یہی نیکی کے حصول کا شوق ہے اور جیسے ہی دروازہ کھلا لوگ بیت اللہ میں داخل ہو کے نماز  
پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھے اور سیدنا عبد اللہ بن  
عمر رضی اللہ عنہما سب پر سبقت لے گئے۔

☆ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَلَّغْنَا مَخْرَجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ، فَخَرَجْنَا مَهَا جَرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخْوَانِي لِي أَنَا  
أَصْغَرُهُمْ، فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَيْنَا سَفِينَتَنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ، فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي  
طَالِبٍ، فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ، وَكَانَ  
أَنَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْني لِأَهْلِ السَّفِينَةِ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهَجْرَةِ، وَدَخَلْتَ أَسْمَاءُ بِنْتُ  
عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً، وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى  
النَّجَاشِيِّ فِي يَمَنِ هَاجَرَ، فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءَ عِنْدَهَا، فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى  
أَسْمَاءَ: مَنْ هَذِهِ؟ قَالَتْ: أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، قَالَ عُمَرُ: الْحَبَشِيَّةُ هَذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هَذِهِ، قَالَتْ  
أَسْمَاءُ: نَعَمْ، قَالَ: سَبَقْنَاكُمْ بِالْهَجْرَةِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ، فَغَضِبَتْ  
وَقَالَتْ: كَلَّا وَاللَّهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ، وَيَعْطُ جَاهِلَكُمْ، وَكُنَّا فِي دَارِ  
أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعْدَاءِ الْبُغْضَاءِ بِالْحَبَشَةِ، وَذَلِكَ فِي اللَّهِ وَفِي رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَإِيمُ اللَّهِ لَا أَطْعَمُ  
طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتَّى أَذْكَرَ مَا قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُوذِي وَنُخَافُ،  
وَسَأَذْكَرُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَسْأَلُهُ، وَاللَّهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلَيْهِ.

جب ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے متعلق خبر ملی تو ہم یمن میں تھے۔ اس لیے ہم بھی  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کی نیت سے نکل پڑے۔ میں اور میرے دو بھائی میں  
دونوں سے چھوٹا تھا۔ لوگ ساتھ تھے۔ ہم کشتی پر سوار ہوئے لیکن ہماری کشتی نے ہمیں نجاشی کے  
ملک حبشہ میں لا ڈالا۔ وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہو گئی جو پہلے ہی  
مکہ سے ہجرت کر کے وہاں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے وہاں ان کے ساتھ قیام کیا پھر ہم سب مدینہ  
ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب آپ خیبر فتح کر  
چکے تھے۔ کچھ لوگ ہم کشتی والوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے اور سیدہ اسماء  
بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ مدینہ آئی تھیں وہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں  
حاضر ہوئیں ان سے ملاقات کے لیے وہ بھی نجاشی کے ملک میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ  
ہجرت کر کے چلی گئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے۔ اس وقت سیدہ

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا وہیں تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اسماء بنت عمیس۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا اچھا وہی جو حبشہ سے بحری سفر کر کے آئی ہیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ہم تم لوگوں سے ہجرت میں آگے ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تمہارے مقابلہ میں زیادہ قریب ہیں۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اس پر غصہ ہو گئیں اور کہا ہرگز نہیں: اللہ کی قسم! تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، تم میں جو بھوکے ہوتے تھے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھلاتے تھے اور جو ناواقف ہوتے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت و موعظت کیا کرتے تھے۔ لیکن ہم بہت دور حبشہ میں غیروں اور دشمنوں کے ملک میں رہتے تھے یہ سب کچھ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے راستے ہی میں تو کیا اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک تمہاری بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کہہ لوں۔ ہمیں اذیت دی جاتی تھی ڈرا یا دھمکایا جاتا تھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کروں گی اور آپ سے اس کے متعلق پوچھوں گی۔ اللہ کی قسم نہ میں جھوٹ بولوں گی نہ کج روی اختیار کروں گی اور نہ کسی (بات کا) اضافہ کروں گی۔ چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے انہیں یہ یہ جواب دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا:

لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَ لَهُ وَ لِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ

هِجْرَتَانِ

وہ تم سے زیادہ مجھ سے قریب نہیں ہیں۔ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو صرف ایک ہجرت حاصل ہوئی اور تم کشتی والوں نے دو ہجرتوں کا شرف حاصل کیا۔

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور تمام کشتی والے میرے پاس گروہ درگروہ آنے لگے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھنے لگے۔ ان کے لیے دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے متعلق اس ارشاد سے زیادہ خوش کن اور باعث

فخر اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی بھی اس بات پر خوشی کا اظہار فرما رہے تھے کہ انہیں ہجرت میں سبقت مل گئی۔ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو پیچھے رہ جانے کا افسوس ہوا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دو ہجرتوں کی خوشخبری دی تو ان کی خوشی دو بالا ہو گئی۔

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَّمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أُمَّتِي، فَقِيلَ هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ، ثُمَّ قِيلَ لِي: انْظُرْ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ لِي انْظُرْ هَكَذَا وَهَكَذَا، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الْأُفُقَ، فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَمَعَ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَهُمْ، فَتَذَاكُرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالُوا: أَمَا نَحْنُ فَوَلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلَكِنَّا آمَنَّا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَكِنْ هَؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: هُمْ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنِ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَامَ آخَرُ، فَقَالَ: أَمِنْهُمْ أَنَا، فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ. (۲)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (خواب میں) مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ بعض نبی گزرتے اور ان کے ساتھ (ان کی اتباع کرنے والا) صرف ایک ہوتا۔ بعض گزرتے اور ان کے ساتھ دو ہوتے بعض کے ساتھ پوری جماعت ہوتی اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوتا پھر میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جس سے آسمان کا کنارہ ڈھک گیا تھا میں سمجھا کہ یہ میری ہی امت ہوگی لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی

۱- صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر، رقم: ۲۲۳۰

۲- صحیح بخاری، کتاب الطب، باب من لم يرق، رقم: ۵۷۵۲



امت کے لوگ ہیں پھر مجھ سے کہا کہ دیکھو میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے آسمان کا کنارہ ڈھانپ لیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر دیکھو، میں نے دیکھا کہ بہت سی جماعتیں ہیں جو تمام افق پر محیط تھیں۔ کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور اس میں سے ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے پھر صحابہ مختلف جگہوں میں اٹھ کر چلے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اس کے متعلق مذاکرہ کیا اور کہا کہ ہماری پیدائش تو شرک میں ہوئی تھی البتہ بعد میں ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے لیکن یہ ستر ہزار ہمارے بیٹے ہوں گے جو پیدائش ہی سے مسلمان ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہوں گے جو بدفالی نہیں کرتے، نہ منتر سے جھاڑ پھونک کراتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا کہ ہاں۔ ایک دوسرے صاحب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔“

سیدنا عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی بلا حساب و کتاب جنت میں جانے والے افراد کے بارے میں سنا تو فوراً ان میں نام لکھوانے کی درخواست کر دی اور پھر وہ باقی سب پر سبقت لے گئے۔ آپ ﷺ نے بذات خود نیکی میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس ضمن میں بہت سی احادیث آپ ﷺ سے مروی ہیں۔ جمعہ کی ادائیگی کے لیے آنے والے افراد میں سبقت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَدَنَهُ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّلَاثَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَ مَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. (۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة، رقم: ۸۸۱

”جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کر کے نماز پڑھنے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور اگر اس کے بعد آیا تو گویا ایک گائے کی قربانی دی اور جو تیسرے نمبر پر گیا تو گویا اس نے ایک سینگ والے مینڈھے کی قربانی دی۔ اور جو کوئی چوتھے نمبر پر گیا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی دی اور جو کوئی پانچویں نمبر پر گیا اس نے گویا انڈا اللہ کی راہ میں دیا۔ لیکن جب امام خطبہ کے لیے باہر آجاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔“

سنن نسائی کی روایت میں اس پر مزید اجر و ثواب کا ذکر ہے۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَسَلَ وَاعْتَسَلَ وَغَدَا وَابْتَكَّرَ وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلٌ سَنَةٍ صِيَامُهَا وَقِيَامُهَا. (۱)

”جو غسل کرے، اور جلدی (مسجد) میں پہنچے، شروع خطبہ سے موجود رہے، اور امام سے قریب بیٹھے، اور کوئی لغو کام نہ کرے، تو اس کو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام کا ثواب ملے گا۔“

صف اول میں جگہ پانے کی خواہش کو بڑھانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمْ وَأَوْحَبُوا. (۲)

”اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان اور صف اول میں کتنا ثواب ہے اور پھر (انہیں اس کے حاصل کرنے کے لیے) قرعہ اندازی کرنا پڑتی، تو وہ قرعہ اندازی بھی کرتے اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ نماز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو لوگ ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگیں اور اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی کتنی فضیلتیں ہیں تو اگر گھٹنوں کے بل آنا پڑتا تو پھر بھی آتے۔“

باجاماعت نماز کی ادائیگی کے لیے جذبہ مسابقت کو ان الفاظ میں انگیزت کیا:

۱- صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الجمعة، باب فضل غسل يوم الجمعة، رقم: ۱۳۸۱

۲- صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة في المشكلات، رقم: ۲۶۸۹

صَلَاةٌ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوْقِهِ، وَبَيْتِهِ، بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةَ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَفَعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَضَلَاةِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ، وَقَالَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ. (۱)

جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے درجوں میں کچھ اوپر بیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے۔ نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا معاف ہوتا ہے اور جب تک ایک شخص اپنی جائے نماز پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے برابر اس کے لیے رحمت کی یوں دعائیں کرتے رہتے ہیں اللھم صل علیہ، اللھم ارحمہ "اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔" یہ سلسلہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رکا رہتا ہے وہ نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

ایسی بہت ساری احادیث موجود ہیں جن میں آپ ﷺ نے جذبہ مسابقت کو بیدار کرنے کے لیے خوب رغبت دلائی ہے اور آپ ﷺ خود بھی نیکی کے کاموں میں سبقت کرنے والے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ، قَالَ: وَقَدْ فَرَعَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً سَمِعُوا صَوْتًا، قَالَ: فَتَلَقَاهُمْ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرِّي وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ، فَقَالَ: لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَجَدْتُهُ بِحَرِّ أَيْعِنِي الْفَرَسَ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ما ذکر فی الاسواق، رقم: ۲۱۱۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب اذا فرغوا باللیل، رقم: ۳۰۳۰

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ گھبرا گئے تھے، کیونکہ ایک آواز سنائی دی تھی۔ پھر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے پر جس کی پیٹھ ننگی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے تنہا اطراف مدینہ میں سب سے آگے تشریف لے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے تو تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو اسے دریا کی طرح پایا۔ (تیز دوڑنے میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ گھوڑے کی طرف تھا۔“

## خوشخبری رو کرنے پر غصہ

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: أَلَا تُنَجِّزُ لِي مَا وَعَدْتَنِي، فَقَالَ لَهُ: أَبَشِّرْ، فَقَالَ: قَدْ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبَشِرٍ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ أَبِي مُوسَى وَبِلَالٌ كَهَيْئَةِ الْغُضْبَانِ، فَقَالَ: رَدَّ الْبُشْرَى، فَأَقْبَلَا أَنْتُمَا، قَالَا: قَبِلْنَا، ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ، وَمَسَّحَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: اشْرَبَا مِنْهُ، وَأَفْرِغَا عَلَيَّ وَجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا، وَأَبَشِّرَا، فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَقَعَلَا، فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ: أَنْ أَفْضِلَا لِمَكُمَا، فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً. (۱)

”میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا جب آپ جعرانہ سے، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے اتر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی دوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو۔ اس پر وہ بدوی بولا بشارتیں تو آپ مجھے بہت دے چکے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک حضرت ابوموسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہما کی طرف پھیرا، آپ بہت غصے میں معلوم ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس نے بشارت واپس کر دی اب تم دونوں اسے قبول کر لو۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہم نے قبول کی۔ پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو اس میں دھویا اور اسی میں کلی کی اور (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ ہر دو سے) فرمایا کہ اس کا پانی پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر اسے ڈال لو اور بشارت حاصل کرو۔ ان دونوں نے پیالہ لے لیا اور ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ پردہ کے پیچھے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دینا۔ چنانچہ ان دونوں نے ان کے لیے ایک حصہ چھوڑ دیا۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف، رقم: ۳۳۲۸

اسی طرح کی ایک حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

إِنِّي عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ جَاءَهُ قَوْمٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ، قَالُوا: بَشَرْتَنَا، فَأَعْطِنَا، فَدَخَلَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ، قَالُوا: قَبِلْنَا جَنَّاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ وَلِنَسْأَلَكَ عَنْ أَوَّلِ هَذَا الْأَمْرِ مَا كَانَ، قَالَ كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلِّ شَيْءٍ ثُمَّ أَتَانِي رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا عِمْرَانُ، أَدْرِيكَ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ، فَأَنْطَلَقْتُ أَطْلُبُهَا، فَإِذَا السَّرَابُ يَنْقَطِعُ دُونَهَا، وَإِيْمُ اللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ أَقُمْ. (۱)

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ آپ کے پاس بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو تمیم! بشارت قبول کرو۔ انہوں نے اس پر کہا کہ آپ نے ہمیں بشارت دے دی، اب ہمیں مال بھی دیجیے۔ پھر آپ کے پاس یمن کے کچھ لوگ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل یمن! بنو تمیم نے بشارت قبول نہیں کی تم اسے قبول کرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے قبول کر لی۔ ہم آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور تاکہ آپ سے اس دنیا کی ابتداء کے متعلق پوچھیں کہ کس طرح تھی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تھا اور کوئی چیز نہیں تھی اور اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ پھر اس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی (حضرت عمران بیان کرتے ہیں کہ اتنے میں) مجھے ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ عمران اپنی اونٹنی کی خبر لو وہ بھاگ گئی ہے۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ میں نے دیکھا کہ میرے اور اس کے درمیان ریت کا چٹیل میدان حائل ہے اور اللہ کی قسم میری تمنا تھی کہ وہ چلی ہی گئی ہوتی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سے نہ اٹھا ہوتا۔

غصے کی وجہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری کو رد کر کے مال کی خواہش ظاہر کرنے میں دنیا کی شدید حرص پائی جاتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری کو رد کرنے میں آخرت سے اعراض کا پہلو بھی ہے۔ اسی چیز

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب وکان عرشہ علی الماء، رقم: ۷۴۱۸

نے آپ ﷺ کو غصہ دلا دیا اور آپ ﷺ نے خوشخبری حضرت ابوموسیٰ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دے دی اور انہیں اپنا بچا ہوا بابرکت پانی بھی عنایت فرمایا۔

### خوشخبری اور اس کے اصول و ضوابط

”آپ کو خوشخبری ہو“ یا ”آپ کو مبارک ہو“ ایک چھوٹا سا جملہ ہے۔ لیکن اس جملے میں کستوری کی مانند خوشبو بھری ہوئی ہے اور یہ ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں محبت و خلوص کے پھول سجے ہوئے ہیں۔ چند الفاظ پر مشتمل یہ جملہ بعض دفعہ نفرتوں کی جچی ہوئی گرد کو دھو دیتا ہے۔ مبارکباد اور خوشخبری کے جملے اپنے اندر ایسی قوت رکھتے ہیں جو ٹوٹے رشتوں کو محبت و خلوص سے گندھی مٹی کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نبی کریم ﷺ کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ خوشخبری دینے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا - وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا - وَبَشِيرِ الْمُؤْمِنِينَ بَأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا (۱)

”اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کے بھیجا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اس کے حکم سے اور روشن چراغ۔ آپ مومنین کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔“

### اللہ تعالیٰ کا خوشخبری دینا

خوشخبری دینا ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو متعدد مواقع پر خوشخبری دی ہے۔ چند مقامات ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب مریم علیہا السلام کے پاس بند کمرے میں اللہ کا دیا ہوا رزق دیکھا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی۔ قرآن حکیم میں ہے:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ

أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝ (۱)

”جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔ جب بچی کو جنم تو کہنے لگی اے پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں میں نے اس کا نام مریم رکھا میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش دی۔ اس کی خیر خبر لینے والا ذکر یا علیہ السلام کو بنایا جب کبھی ذکر یا علیہ السلام ان کے حجرے میں جاتے ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے وہ پوچھتے اے مریم یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی وہ جواب دیتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔ اسی جگہ ذکر یا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔ پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا سردار، ضابطہ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔ کہنے لگے اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔“



☆ یہی خوشخبری سورۃ مریم میں ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے:

كهيصص ۰ ذِكْرَ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۰ اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۰ قَالَ رَبِّ اِنِّي  
وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّاسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۰ وَاِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ  
مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَاَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۰ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ  
وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۰ يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اِسْمُهُ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۰ قَالَ  
رَبِّ اَنْتَى يَكُوْنُ لِي غُلَامًا وَكَانَتِ امْرَاَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۰ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ  
رَبُّكَ هُوَ عَلٰى هٰٓئِيْنٍ وَقَدْ خَلَقْتَكَ مِنْ قَبْلُ وَّلَمْ تَكُ شَيْئًا ۰ (۱)

”کھیصص۔ یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی تھی۔ کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھٹک اٹھا ہے لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی جانشین اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنا لے۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، ہم نے اس سے پہلے اس کا نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ زکریا (علیہ السلام) کہنے لگے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کے انتہائی ضعف کو پہنچ چکا ہوں ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا، تیرے رب نے فرمادیا کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے اور تو خود جبکہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔“

☆ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری ان الفاظ میں دی

فَبَشِّرْ نَاہُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ۰ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِنِّي اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّي  
اَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۰  
فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّہُ لِلْجَبِيْنِ ۰ وَنَادٰى نَاہُ اَنْ يَا اِبْرٰهِيْمُ ۰ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي  
المُحْسِنِيْنَ ۰ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ ۰ وَفَدَيْنَاہُ بِذَبْحٍ عَظِيْمٍ ۰ وَتَرَكْنَا عَلَیْہِ فِي

الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝  
وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ وَمِمَّن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ  
وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ۝ (۱)

”تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی، پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے، تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا کہ میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجالائیے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اس نے (بیٹے کو) پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔ ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اس کو اسحاق (علیہ السلام) نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا اور ہم نے ابراہیم و اسحاق (علیہ السلام) پر برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی اولاد میں بعضے تو نیک بخت اور بعض اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔“

☆ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کے ذریعہ خوشخبری بھیجی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے:

أَتَىٰ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ خَدِيجَةٌ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَمِنِّي، وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ. (۲)

جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن لیے آرہی ہیں جس میں سالن یا کھانا یا پینے کی چیز ہے جب وہ آپ کے پاس

۱۔ الصافات: ۱۰۱-۱۱۳

۲۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجہ و فضلها، رقم: ۳۸۲۰

آئیں تو ان کے رب کی جانب سے انہیں سلام پہنچا دیجیئے گا اور میری طرف سے بھی! اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک محل کی بشارت دے دیجیئے گا جہاں نہ شور و ہنگامہ ہوگا اور نہ تکلیف و تھکن ہوگی۔

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشخبری دینا

خوشخبری دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (۱)

”بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کے بھیجا اور آپ سے دوزخیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔“

اپنے اس وصف کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ڈرایا بھی اور انہیں خوشخبری بھی دی۔ یہ خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انفرادی طور پر دی کبھی اجتماعی طور پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشخبری دینے میں بھی تبلیغ اور نیکی کی رغبت شامل تھی۔

### انفرادی خوشخبری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کو انفرادی طور پر جنت کی خوشخبری دی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خوشخبری

حضرت خرشہ بن حر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَجَلَسْتُ إِلَى شَيْخَةٍ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ شَيْخٌ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَصَاهُ، فَقَالَ الْقَوْمُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا، فَقَامَ خَلْفَ سَارِيَةٍ، فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ كَذَا، وَكَذَا، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، الْجَنَّةُ لِلَّهِ يُدْخِلُهَا مَنْ يَشَاءُ، وَإِنِّي رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، رُؤْيَا، رَأَيْتُ كَأَنَّ رَجُلًا أَتَانِي، فَقَالَ لِي: انْطَلِقْ، فَذَهَبْتُ مَعَهُ، فَسَلَّكَ بِي فِي نَهْجٍ عَظِيمٍ، فَعَرِضْتُ عَلَيَّ طَرِيقًا عَلَى يَسَارِي، فَأَرَدْتُ أَنْ أَسْلُكَهَا، فَقَالَ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِهَا، ثُمَّ

عُرِضْتُ عَلَيَّ طَرِيقٌ عَنْ يَمِينِي، فَسَلَكْتُهَا، حَتَّى إِذَا انْتَهَيْتُ إِلَى جَبَلٍ زَلِقٍ فَأَخَذَ بِيَدِي، فَزَجَلَ بِي، فَإِذَا أَنَا عَلَى ذُرْوَتِهِ، فَلَمْ أَتَقَارَ، وَلَمْ أَتَمَسِكْ، وَإِذَا عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ فِي ذُرْوَتِهِ حَلْقَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَأَخَذَ بِيَدِي فَزَجَلَ بِي، حَتَّى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ، فَقَالَ: اسْتَمْسِكْ. قُلْتُ: نَعَمْ، فَضَرَبَ الْعَمُودَ بِرِجْلِهِ، فَاسْتَمْسَكْتُ بِالْعُرْوَةِ، فَقَالَ: قَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: رَأَيْتَ خَيْرًا، أَمَّا الْمَنْهَجُ الْعَظِيمُ، فَالْمَحْشَرُ، وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عُرِضْتُ عَنْ يَسَارِكَ، فَطَرِيقُ أَهْلِ النَّارِ، وَلَسْتُ مِنْ أَهْلِهَا، وَأَمَّا الطَّرِيقُ الَّتِي عُرِضْتُ عَنْ يَمِينِكَ، فَطَرِيقُ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الْجَبَلُ الزَّلِقُ، فَمَنْزِلُ الشُّهَدَاءِ، وَأَمَّا الْعُرْوَةُ الَّتِي اسْتَمْسَكْتَ بِهَا، فَعُرْوَةُ الْإِسْلَامِ، فَاسْتَمْسِكْ بِهَا حَتَّى تَمُوتَ، فَإِنَّا أَرْجُو أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ (۱)

جب میں مدینہ آیا تو مسجد نبوی میں چند بوڑھوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا، اتنے میں ایک بوڑھا اپنی لاٹھی ٹیکتے ہوئے آیا، تو لوگوں نے کہا: جسے کوئی جنتی آدمی دیکھنا پسند ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے، پھر اس نے ایک ستون کے پیچھے جا کر دو رکعت نماز ادا کی، تو میں ان کے پاس گیا، اور ان سے عرض کیا کہ آپ کی نسبت کچھ لوگوں کا ایسا ایسا کہنا ہے؟ انہوں نے کہا: الحمد للہ! جنت اللہ کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے اس میں داخل فرمائے، میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک خواب دیکھا تھا، میں نے دیکھا، گویا ایک شخص میرے پاس آیا، اور کہنے لگا: میرے ساتھ چلو، تو میں اس کے ساتھ ہو گیا، پھر وہ مجھے ایک بڑے میدان میں لے کر چلا، پھر میرے بائیں جانب ایک راستہ سامنے آیا، میں نے اس پر چلنا چاہا تو اس نے کہا: یہ تمہارا راستہ نہیں، پھر دائیں طرف ایک راستہ سامنے آیا تو میں اس پر چل پڑا یہاں تک کہ جب میں ایک ایسے پہاڑ کے پاس پہنچا جس پر قدم نہیں ٹکتا تھا، تو اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے دھکیلا یہاں تک کہ میں اس کی چوٹی پر پہنچ گیا، لیکن وہاں پر میں ٹھہر نہ سکا اور نہ وہاں کوئی ایسی چیز تھی جسے میں پکڑ سکتا، اچانک مجھے لوہے کا ایک کھمبانظر آیا جس کے سرے پر سونے کا ایک کڑا تھا، پھر اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا، اور مجھے دھکا دیا یہاں تک کہ میں نے وہ کڑا پکڑ لیا، تو اس نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے

۱۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب تعبیر الروایا، باب تعبیر الروایا، رقم: ۳۹۲۰

مضبوطی سے پکڑ لیا؟ میں نے کہا: ہاں، میں نے پکڑ لیا، پھر اس نے کھبے کو پاؤں سے ٹھوکر ماری، لیکن میں کڑا پکڑے رہا۔ میں نے یہ خواب نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے خواب تو بہت ہی اچھا دیکھا، وہ بڑا میدان، میدانِ حشر تھا، اور جو راستہ تمہارے بائیں جانب دکھایا گیا وہ جہنمیوں کا راستہ تھا، لیکن تم جہنم والوں میں سے نہیں ہو اور وہ راستہ جو تمہارے دائیں جانب دکھایا گیا وہ جنتیوں کا راستہ ہے، اور جو پھسلنے والا پہاڑ تم نے دیکھا وہ شہیدوں کا مقام ہے، اور وہ کڑا جو تم نے تھا ما وہ اسلام کا کڑا ہے، لہذا تم اسے مرتے دم تک مضبوطی سے پکڑے رہو، تو مجھے امید ہے کہ میں اہل جنت میں ہوں گا اور وہ (بوڑھے آدمی) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ثابت قیس رضی اللہ عنہ کو خوشخبری

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، فَقَالَ: رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ مِنْكَسَّرًا أَسَهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ، فَقَالَ: شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ، قَالَ: كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ: فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْأَخْرَى بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ، فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (۱)

نبی کریم ﷺ نے چند دن حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مجلس میں موجود نہ پایا تو ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے لیے ان کی خبر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے یہاں آئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ برا حال ہے۔ ان کی عادت تھی کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے آپ ﷺ سے بھی اونچی آواز میں بولا کرتے تھے (اس لیے کہ ان کی آواز قدرتی بلند تھی) انہوں نے کہا اسی لیے میرا عمل غارت ہو گیا اور میں دوزخیوں میں ہو گیا ہوں۔ وہ صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ یوں کہہ رہے ہیں۔ موسیٰ بن انس نے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، رقم: ۳۶۱۳

بیان کیا، دوسری مرتبہ وہی صحابی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بڑی خوشخبری لے کر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ ثابت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اہل جہنم میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ قدرتی طور پر بلند آواز تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (۱)

”اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے سامنے یوں اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو غلط فہمی ہو گئی انہوں نے سمجھا کہ وہ بلند آواز ہیں یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ غمزہ ہو گئے۔ گھر بیٹھ گئے اور مجلس نبوی میں آنا ترک کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسلسل اپنی مجلس سے غیر حاضر پایا تو ان کے بارے میں پوچھا۔ ایک صحابی نے عرض کیا میں ان کے بارے میں خبر لاتا ہوں۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت کی خوشخبری سے نوازا۔

حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو خوشخبری

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْلًا قَبْلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ، يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أَثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ، إِنْ تَقْتُلَنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَيَّ شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ، فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرِكَ حَتَّى كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: مَا قُلْتُ لَكَ: إِنْ تُنْعِمُ تُنْعِمُ عَلَيَّ شَاكِرٍ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ: عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ، فَقَالَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ، فَأَنْطَلَقَ إِلَى نَجْدٍ قَرِيبٍ مِنْ

الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ، فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهِكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ، فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ، وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ، فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ، وَإِنَّ خَيْلِكَ أَخَذْتَنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ، فَمَاذَا تَرَى؟ فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ، فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ، قَالَ لَهُ قَائِلٌ: صَبَوْتُ، قَالَ: لَا، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَا وَاللَّهِ لَا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةٌ حِنْطَةٌ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ ﷺ وَاللَّهُ رَسُلُهُ. (۱)

”نبی کریم ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ قبیلہ بنو حنیفہ کے (سرداروں میں سے) ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور پوچھا ثمامہ تو کیا سمجھتا ہے؟ (میں تیرے ساتھ کیا کروں گا؟) انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! میرے پاس خیر ہے (اس کے باوجود) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو خونی ہے، اس نے جنگ میں مسلمانوں کو مارا اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو (احسان کرنے والے کا) شکر ادا کرتا ہے لیکن اگر آپ کو مال مطلوب ہے تو جتنا چاہیں مجھ سے مال طلب کر سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ وہاں سے چلے آئے، دوسرے دن آپ نے پھر پوچھا: ثمامہ اب تو کیا سمجھتا ہے؟ انہوں نے کہا، وہی جو میں پہلے کہہ چکا ہوں، کہ اگر آپ نے احسان کیا تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو شکر ادا کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پھر چلے گئے، تیسرے دن پھر آپ نے ان سے پوچھا: اب تو کیا سمجھتا ہے ثمامہ؟ انہوں نے کہا کہ وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو (رسی کھول دی گئی) تو وہ مسجد نبوی سے قریب ایک باغ میں گئے اور غسل کر کے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور پڑھا اشہد ان لا الہ الا اللہ، و اشہد ان محمد رسول اللہ اور کہا اے محمد! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ میرے لیے برا نہیں تھا لیکن آج آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ بن اثال، رقم: ۴۳۷۲

چہرہ میرے لیے محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی شہر مجھے آپ کے شہر سے زیادہ برا نہیں لگتا تھا لیکن آج آپ کا شہر میرا سب سے زیادہ محبوب شہر ہے۔ آپ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوشخبری دی اور عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دے دیں۔“

اجتماعی طور پر حاضرین کو خوشخبری

خوشخبری میں خوشی کا عنصر غالب ہوتا ہے اور خوشخبری بندے کے حوصلے اور ولولے کو بڑھاتی ہے۔ اس لیے کہ خوشخبری کسی اچھے عمل کی قدر دانی اور انعام ہے۔ جس طرح انعام عمل کی قوت اور حوصلے کو بلند کرتا ہے اسی طرح خوشخبری بھی عمل کی رفتار کو تیز کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل اور نیکی کی رغبت کو بڑھانے کے لیے انہیں متعدد بار خوشخبری دی۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِيَ فِي السَّفِينَةِ نَزُولًا فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ وَالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالرَّسُولِ بِالْمَدِينَةِ، فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيُّ وَالرَّسُولُ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِنْهُمْ، فَوَافَقَنَا النَّبِيُّ وَالرَّسُولُ أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ، فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْتَهَارَ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ وَالرَّسُولُ فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ، قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ عَلَى رِسْلِكُمْ: أَبِشْرُوا إِنِّي مِنْ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ، أَوْ قَالَ مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ، لَا يَدْرِي أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ، قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى: فَرَجَعْنَا فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ. (1)

”میں نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ جو کشتی میں میرے ساتھ (جہشہ سے) آئے تھے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب فضل العشاء، رقم: ۵۶۷



”یقیناً بطحان“ میں قیام کیا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم میں سے کوئی نہ کوئی عشاء کی نماز میں روزانہ باری مقرر کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں اور میرے ایک ساتھی ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ جس کی وجہ سے نماز میں دیر ہو گئی اور تقریباً آدھی رات گزر گئی۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ نماز پوری کر چکے تو حاضرین سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہو اور ایک خوشخبری سنو۔ تمہارے سوا دنیا میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں جو اس وقت نماز پڑھتا ہو، یا آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تمہارے سوا اس وقت کسی (امت) نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ یہ یقین نہیں کہ آپ نے ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا تھا۔ پھر راوی نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پس ہم نبی کریم ﷺ سے یہ سن کر بہت ہی خوش ہو کر لوٹے۔“

اس وقت مسلمان مدینہ میں ہی آباد تھے اور نماز کو آدھی رات کے قریب ادا کرنے والی یہی جماعت تھی۔ رات کو دیر تک نماز کے انتظار میں جاگنا ایمان و عمل سے محبت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک مشقت طلب امر بھی ہے۔ آپ ﷺ کی خوشخبری نے ان کی ساری تھکاوٹ کو بھلا دیا اور وہ خوشی و مسرت کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹے۔ رات کی تاریکی میں قدم چلتے ہوئے مسجد میں آنا اللہ تعالیٰ سے محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اندھیروں میں چل کے مسجد کی طرف آنے والوں کو آپ ﷺ نے ان الفاظ میں خوشخبری دی ہے:

بَشِيرِ الْمَشَانِينِ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ<sup>(۱)</sup>

”تاریکیوں میں مسجدوں کی جانب چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی

خوشخبری سنادو۔“

بعض دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجتماعی خوشخبری دینے کے ساتھ ساتھ پند و

نصائح سے بھی نوازا۔ سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ، يَأْتِي بِحِزْبَيْتِهَا وَكَانَ

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد والجماعات، باب المشی إلى الصلاة، رقم: ۷۸۱

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ هُوَ صَالِحٌ أَهْلُ الْبَحْرَيْنِ، وَأَمَرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءُ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَدِمَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِهِ، فَوَافَتْهُ صَلَاةُ الصُّبْحِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ رَأَوْهُمْ، وَقَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ، وَأَنَّهُ جَاءَ بِشَيْءٍ، قَالُوا: أَجَلٌ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَأَبْشِرُوا وَأَمِلُوا مَا يَسْرُكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ مَا الْفَقْرَ أَحْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَحْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ. (۱)

”نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کا جزیہ لانے کے لیے بھیجا، نبی کریم ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر علماء بن الحضرمی کو امیر مقرر کیا تھا۔ جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے جزیہ کا مال لے کر آئے تو انصار نے ان کے آنے کے متعلق سنا اور صبح کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی اور جب نبی کریم ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ ابو عبیدہ کے آنے کے متعلق تم نے سن لیا ہے اور یہ بھی کہ وہ کچھ لے کر آئے ہیں؟ انصار نے عرض کیا: جی ہاں، یا رسول اللہ! نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں خوشخبری ہو تم اس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم! فقر و محتاجی وہ چیز نہیں ہے جس سے میں تمہارے متعلق ڈرتا ہوں بلکہ میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر بھی اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی، جس طرح ان لوگوں پر کر دی گئی تھی جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی اس کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی اسی طرح کوشش کرو گے جس طرح وہ کرتے تھے اور وہ تمہیں بھی اسی طرح غافل کر دے گی جس طرح ان کو غافل کیا تھا۔“

آپ ﷺ نے خوشخبری دینے کے ساتھ دنیا سے بے رغبتی کا درس بھی دیا ہے اور کبھی آپ ﷺ نے اجتماعی طور پر خوشخبری دی اور انفرادی عمل کی تعریف کی ہے۔ اس میں انفرادی عمل کرنے والے کی حوصلہ افزائی ہے اور دیگر لوگوں کے لیے ایسے قابل تعریف اعمال میں رغبت کا سامان ہے جیسے آپ ﷺ نے اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والے کی حاضرین کی موجودگی میں تعریف کی ہے۔ حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنيا والتنافس فیها، رقم: ۶۴۲۵

أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ حُنَيْنٍ، فَأَطْبَقُوا السَّيْرَ حَتَّى كَانَتْ عَشِيَّةً، فَحَضَرَتْ الصَّلَاةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتَّى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةَ آبَائِهِمْ يَطْعُنُهُمْ وَنَعْمِهِمْ وَشَانِهِمْ اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَالَ: تِلْكَ غَنِيمَةٌ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ، قَالَ: أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: فَارْكَبْ، فَارْكَبْ فَرَسًا لَهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اسْتَقْبِلْ هَذَا الشَّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ وَلَا تُغْرَنَ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَحْسَسْنَاهُ فَثَوَّبَ بِالصَّلَاةِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشَّعْبِ حَتَّى إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَبَشِرُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ فَارِسُكُمْ، فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلَى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشَّعْبِ فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَى هَذَا الشَّعْبِ حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشَّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَانْظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَدْ أُوجِبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا. (۱)

”لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین کے دن روانہ ہوئے تو بہت تیزی کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ شام ہوگئی، میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اتنے میں ایک سوار نے آکر کہا: اللہ کے رسول! میں آپ لوگوں کے آگے گیا، یہاں تک کہ فلاں فلاں پہاڑ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ سب کے سب اپنی عورتوں، چوپایوں اور بکریوں کے ساتھ بھاری تعداد میں مقام حنین میں جمع ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ”ان شاء اللہ یہ سب کل ہم مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گے“، پھر فرمایا: ”رات میں ہماری پہرہ داری کون کرے گا؟“ حضرت انس بن ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! میں کروں گا،

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالالبانی، کتاب الجہاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ تعالیٰ، رقم: ۲۵۰۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سوار ہو جاؤ“، چنانچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس گھاٹی میں جاؤ یہاں تک کہ اس کی بلندی پہ پہنچ جاؤ اور ایسا نہ ہو کہ ہم تمہاری وجہ سے آج کی رات دھوکہ کھا جائیں“، جب ہم نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر آئے، آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر فرمایا: ”تم نے اپنے سوار کو دیکھا؟“ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم نے اسے نہیں دیکھا، پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے لیکن دوران نماز کنکھیوں سے گھاٹی کی طرف دیکھ رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے اور سلام پھیرا تو فرمایا: ”خوش ہو جاؤ! تمہارا سوار آ گیا“، ہم درختوں کے درمیان سے گھاٹی کی طرف دیکھنے لگے، یکا یک وہی سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور سلام کیا اور کہنے لگا: میں گھاٹی کے بالائی حصہ پہ چلا گیا تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا تو جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں گھاٹیوں پر چڑھ کر دیکھا مجھے کوئی نہیں دکھائی دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”کیا تم آج رات گھوڑے سے اترے تھے؟“ انہوں نے کہا: نہیں، البتہ نماز پڑھنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے اترتا تھا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”تم نے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا، اب اگر اس کے بعد تم عمل نہ کرو تو تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔“

### خوشخبری کے مختلف مواقع

خوشخبری کی مذکورہ صورتوں کے علاوہ خوشخبری کے بعض اور مواقع بھی ہیں جہاں خوشخبری دے کر دلی کدورتوں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ خوشخبری میں ایک محبت اور چاہت چھپی ہوئی ہے۔ الفاظ رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ الفاظ کا ایک ذائقہ ہوتا ہے۔ الفاظ کڑوے بھی ہوتے ہیں اور میٹھے بھی، کبھی یہ زہر کی مانند تلخ ہوتے ہیں اور کبھی شہد کی مانند شیریں۔ کبھی یہ خوشبودار ہوتے ہیں، کبھی بدبودار، الفاظ لڑائی کی آگ پر ساون کی بارش کا کام بھی دیتے ہیں اور کبھی لڑائی کی دبی چنگاری کے لیے ہوا بن جاتے ہیں۔ الفاظ میں بڑی قوت ہوتی ہے اور یہ قوت و طاقت ہر اس آدمی کے پاس ہے جسے اللہ نے قوت گویائی سے نوازا ہے۔ لیکن اس قوت سے صرف وہی کام لے سکتا ہے جو الفاظ کو استعمال کرنا جانتا ہو۔ خوشخبری اور مبارکباد کے کلمے محبت و

خلوص کے مہکتے گلہستے ہیں اور یہ گلہستہ جسے پیش کیا جاتا ہے اس کے دل کے طاقچے میں یہ اپنی جگہ بنا لیتا ہے اور دل کی زمین میں یوں مہکتا ہے کہ وہاں سے نفرتوں کی بدبو اور کدورتوں کے میل کچیل کو نکال پھینکتا ہے۔ اس جملے کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خوشخبری دینے والا بنایا اور آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر اسے استعمال فرمایا۔ ان میں سے چند مواقع درج ذیل ہیں:

☆ کسی جرم یا الزام سے بری ہونے پر خوشخبری دی جاسکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی اور آپ ﷺ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کو اس واقعہ سے سخت ذہنی اذیت سے گزرنا پڑا اور جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس الزام سے بری کر دیا تو آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو پہلا جملہ کہا وہ یہی تھا کہ عائشہ! آپ کے لیے خوشخبری ہے اللہ نے آپ کو بری کر دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ دَخَلَ، وَقَدْ اُكْتَنَفَنِي أَبُو آيٍ عَنْ يَمِينِي، وَعَنْ شِمَالِي، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيَّ، ثُمَّ قَالَ: أَمَا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ، إِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوءًا أَوْ ظَلَمْتِ فُتُوبِي إِلَى اللَّهِ، فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ، قَالَتْ: وَقَدْ جَاءَتْ أَمْرًا مِنْ الْأَنْصَارِ فَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ، فَقُلْتُ: أَلَا تَسْتَحْيِي مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكَرَ شَيْئًا، فَوَعظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَالْتَفَتُ إِلَى أَبِي، فَقُلْتُ لَهُ: أَجِيبُهُ، قَالَ: فَمَاذَا أَقُولُ؟ فَالْتَفَتُ إِلَى أُمِّي، فَقُلْتُ: أَجِيبِيهِ، فَقَالَتْ: أَقُولُ مَاذَا؟ فَلَمَّا لَمْ يُجِيبْهَا تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللَّهَ، وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قُلْتُ: أَمَا بَعْدُ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ: إِنْ لَمْ أَفْعَلْ وَاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأَشْرَبْتُمْ قُلُوبَكُمْ، وَإِنْ قُلْتُ إِنِّي قَدْ فَعَلْتُ وَاللَّهِ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ، لَتَقُولَنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا، وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَجْدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا، وَالتَّمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوبَ، فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ، قَالَ: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهِ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ وَأَنْزَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهِ، فَسَكَّتْنَا، فَرَفَعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَّبِعُنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ، وَهُوَ يَمْسُحُ جَبِينَهُ، وَيَقُولُ: أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ، فَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ بَرَاءَتَكَ (1)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة، رقم: ۴۷۵۷

”عصر کی نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میرے والدین مجھے دائیں اور بائیں طرف سے پکڑے ہوئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: اما بعد! اے عائشہ! اگر تم نے واقعی کوئی برا کام کیا ہے اور اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو پھر اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک انصاری خاتون بھی آگئی تھیں اور دروازے پر بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے عرض کی، آپ ان خاتون کا لحاظ نہیں فرماتے کہیں یہ (اپنی سمجھ کے مطابق کوئی الٹی سیدھی) بات باہر کہہ دیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی، اس کے بعد میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور ان سے عرض کیا کہ آپ ہی جواب دیجئیے، انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں کیا کہوں جب کسی نے میری طرف سے کچھ نہیں کہا تو میں نے شہادت کے بعد اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثنا کی اور کہا: اما بعد! اللہ کی قسم! اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی اور اللہ عز و جل گواہ ہے کہ میں اپنے اس دعوے میں سچی ہوں، تو آپ لوگوں کے خیال کو بدلنے میں میری یہ بات مجھے کوئی نفع نہیں پہنچائے گی، کیونکہ یہ بات آپ لوگوں کے دل میں رچ بس گئی ہے اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ میں نے واقعتاً یہ کام کیا ہے حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے، تو آپ لوگ کہیں گے کہ اس نے تو جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ اللہ کی قسم! میری اور آپ لوگوں کی مثال یوسف علیہ السلام کے والد کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا فصر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون ”پس صبر ہی اچھا ہے اور تم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے۔“ میں نے ذہن پر بہت زور دیا کہ یعقوب علیہ السلام کا نام یاد آ جائے لیکن نہیں یاد آیا۔ اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور ہم سب خاموش ہو گئے۔ پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ خوشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پسینہ سے) اپنی پیشانی صاف کرتے ہوئے فرمایا کہ عائشہ! تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی نازل کر دی ہے۔“

☆ کسی مشکل کے رفع ہو جانے پر خوشخبری دی جاسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کا قرض اتر جانے پر خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ لہوزنی رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں: میں نے مؤذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے حلب میں ملاقات کی، اور کہا: بلال! مجھے بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کیسے چلتا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ ہوتا، بعثت سے لے کر وفات تک جب بھی آپ کو کوئی ضرورت پیش آتی میں ہی اس کا انتظام کرتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مسلمان آتا اور آپ اس کے پاس تن ڈھانپنے کا کپڑا نہ دیکھتے تو مجھے حکم کرتے، میں جاتا اور قرض لے کر اس کے لیے چادر خریدتا، اسے پہننے کے لیے دے دیتا اور اسے کھانا کھلاتا، یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک شخص مجھے ملا اور کہنے لگا: بلال! میرے پاس وسعت ہے (تنگی نہیں ہے) آپ کسی اور سے قرض نہ لیں، مجھ سے لے لیا کریں، میں ایسا ہی کرنے لگا یعنی (اس سے لینے لگا) پھر ایک دن ایسا ہوا کہ میں نے وضو کیا اور اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا کہ اچانک وہی مشرک سوداگروں کی ایک جماعت لیے ہوئے آپہنچا جب اس نے مجھے دیکھا تو بولا: اے حبشی! میں نے کہا: حاضر ہوں، تو وہ ترش روئی سے پیش آیا اور مجھے سخت ست کہنے لگا اور بولا: تو جانتا ہے مہینہ پورا ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا: قریب ہے، اس نے کہا: مہینہ پورا ہونے میں صرف چار دن باقی ہیں، میں اپنا قرض تجھ سے لے کر چھوڑوں گا ورنہ تجھے ایسا ہی کر دوں گا جیسے تو پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا، مجھے اس کی باتوں کا ایسے ہی سخت رنج و ملال ہوا جیسے ایسے موقع پر لوگوں کو ہوا کرتا ہے، جب میں عشاء پڑھ چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لے جا چکے تھے (میں بھی وہاں گیا) اور شرف یابی کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی، میں نے (حاضر ہو کر) عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے اور نہ آپ کے پاس مال ہے جس سے میرے قرض کی ادائیگی ہو جائے اور نہ ہی میرے پاس ہے (اگر ادا نہ کیا) تو وہ مجھے اور بھی ذلیل و رسوا کرے گا، پس آپ مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں بھاگ کر ان قوموں میں سے کسی قوم کے پاس جو مسلمان ہو چکے ہیں اس وقت تک کے لیے چلا جاؤں جب تک کہ اللہ اپنے رسول کو اتنا مال عطا نہ کر دے جس سے میرا قرض ادا ہو جائے، یہ کہہ کر میں نکل آیا اور اپنے گھر چلا آیا، اور اپنی تلوار، موزہ جو تا اور ڈھال سرہانے رکھ کر سو گیا، صبح ہی صبح پو پھٹتے ہی یہاں سے چلے جانے کا

ارادہ تھا کہ ایک شخص بھاگا بھاگا پکارتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

يَا بِلَالُ أَجِبَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبٍ مُنَاخَاتٍ عَلَيْهِنَ أَحْمَالُهُنَّ فَاسْتَأْذَنْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَبَشِّرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللَّهُ بِقَضَائِكَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَمْ تَرَ الرِّكَائِبَ الْمُنَاخَاتِ الْأَرْبَعِ، فَقُلْتُ: بَلَى فَقَالَ: إِنَّ لَكَ رِقَابَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ فَإِنَّ عَلَيْهِنَّ كِسْوَةً وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمٌ فَذَكَ فَاقْبِضْهُنَّ وَاقْبِضْ دَيْنَكَ، فَفَعَلْتُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا فَعَلَ مَا قَبْلَكَ؟ قُلْتُ: قَدْ قَضَى اللَّهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ، قَالَ: أَفْضَلَ شَيْءٍ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: انْظُرْ أَنْ تُرِيحَنِي مِنْهُ فَإِنِّي لَسْتُ بِدَاخِلٍ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتَّى تُرِيحَنِي مِنْهُ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَتَمَةَ دَعَانِي فَقَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قَبْلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: هُوَ مَعِيَ لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ، فَبَاتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ دَعَانِي، قَالَ: مَا فَعَلَ الَّذِي قَبْلَكَ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ أَرَاكَ اللَّهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهُ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ وَعِنْدَهُ ذَلِكَ، ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَزْوَاجَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ امْرَأَةٌ امْرَأَةٌ حَتَّى أَتَى مَبِيتَهُ. (1)

”اے بلال (تمہیں رسول اللہ ﷺ یاد کر رہے ہیں) چل کر آپ کی بات سن لو، میں چل پڑا، آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے جانور بیٹھے ہیں، آپ سے اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”بلال! تمہیں خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری ضرورت پوری کر دی، کیا تم نے چاروں بیٹھی ہوئی سواریاں نہیں دیکھیں؟“ میں نے کہا: ہاں دیکھ لی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جاؤ وہ جانور بھی لے لو اور جو ان پر لدا ہوا ہے وہ بھی ان پر کپڑا اور کھانے کا سامان ہے، فدک کے رئیس نے مجھے ہدیہ میں بھیجا ہے، ان سب کو اپنی تحویل میں لے لو، اور ان سے اپنا قرض ادا کر دو“، پس میں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں، میں نے

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الخراج والامارۃ والفی، باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین،



آپ کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”جو مال تمہیں ملا اس کا کیا ہوا؟“ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے سارے قرضے ادا کر دیئے اب کوئی قرض باقی نہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کچھ مال بچا بھی ہے؟“ میں نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جاؤ جو بچا ہے اسے اللہ کی راہ میں صرف کر کے مجھے آرام دو کیونکہ جب تک یہ مال صرف نہ ہو جائے گا میں اپنی ازواج (مطہرات) میں سے کسی کے پاس نہ جاؤں گا“، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلایا اور فرمایا: ”اس مال کا کیا ہوا جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟“ میں نے کہا: وہ میرے پاس موجود ہے، کوئی ہمارے پاس آیا ہی نہیں کہ میں اسے دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات مسجد ہی میں گزاری۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز پڑھ چکے یعنی دوسرے دن تو آپ نے مجھے بلایا اور پوچھا: ”وہ مال کیا ہوا جو تمہارے پاس بچ رہا تھا؟“ میں نے کہا: اللہ کے رسول! اللہ نے آپ کو اس سے بے نیاز و بے فکر کر دیا (یعنی وہ میں نے ایک ضرورت مند کو دے دیا) یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنایاں کی اس ڈر سے کہ کہیں آپ کو موت نہ آجاتی اور یہ مال آپ کے پاس باقی رہتا، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا، آپ اپنی بیویوں کے پاس آئے اور ایک ایک کو سلام کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے جہاں رات گزارنی تھی۔“

☆ کسی بیمار کو حوصلہ دینے کے لیے اسے خوشخبری دی جاسکتی ہے۔ سیدہ ام علاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

عَادَيْتِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: أَبْشِرِي يَا أُمَّ الْعَلَاءِ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يُذْهِبُ اللَّهُ بِهِ خَطَايَاهُ، كَمَا تَذْهِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میں بیمار تھی تو میری عیادت کی، آپ نے فرمایا: ”خوش ہو جاؤ، اے ام العلاء! بیشک بیماری کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمان بندے کے گناہوں کو ایسے ہی دور کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔“

☆ گھبراہٹ یا پریشانی کو دور کرنے کے لیے دل جوئی کے طور پر خوشخبری دی جاسکتی ہے۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الجنائز، باب عیادة النساء، رقم: ۳۰۹۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے اپنی چادر اوڑھا دو مجھے اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگسار اور وفا شعار بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دی کہ آپ جیسے پارسا انسان کو اللہ کبھی ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فِيهِ فَقَالَ اقْرَأْ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِيٍّ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أُرْسَلَنِي. فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِيٍّ. فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أُرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ. فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِيٍّ. فَغَطَّنِي الثَّلَاثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ، ثُمَّ أُرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. حَتَّى بَلَغَ: مَا لَمْ يَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ فَقَالَ: زَمِلُونِي زَمِلُونِي. فَزَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرُّوعُ فَقَالَ: يَا خَدِيجَةُ مَا لِي. وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ وَقَالَ: قَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي. فَقَالَتْ لَهُ كَلَّا أَبِشْرُ، فَوَاللَّهِ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ. ثُمَّ انْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيٍّ - وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخُو أَبِيهَا، وَكَانَ امْرَأً تَنْصَرَفِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ فَيَكْتُبُ بِالْعَرَبِيَّةِ مِنَ الْإِنْجِيلِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ، وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدِّعَمِي - فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ أَيُّ ابْنِ عَمِّ اسْمَعُ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ. فَقَالَ وَرَقَةُ ابْنُ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ مَا رَأَى فَقَالَ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى مُوسَى، يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَدَعًا أَكُونُ حَيًّا، حِينَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَوْ مُخْرِجِي هُمْ. فَقَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِي، وَإِنْ يُدْرِكُنِي يَوْمَئِذٍ أَنْصُرَكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. (۱)

”فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ پڑھیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آخر اس نے مجھے پکڑ لیا اور زور سے دبایا اور خوب دبایا جس کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے میں نے پھر وہی جواب دیا کہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب اول مابدی بہ رسول اللہ ﷺ، رقم: ۶۹۸۲

میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے ایسا دبا یا کہ میں بے قابو ہو گیا یا انہوں نے اپنا زور ختم کر دیا اور پھر چھوڑ کر اس نے مجھ سے کہا کہ پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے۔۔۔ مالم يعلم تک۔ پھر جب آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو آپ کے کندھوں کا گوشت پھڑک رہا تھا۔ جب گھر میں آپ ﷺ داخل ہوئے تو فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو، مجھے چادر اڑھا دو، چنانچہ آپ کو چادر اڑھا دی گئی اور جب آپ ﷺ کا خوف دور ہو گیا تو فرمایا کہ خدیجہ میرا حال کیا ہو گیا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے اپنا سارا حال بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، بلکہ آپ کو خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، بات سچی بولتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پیش آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے پاس لائیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خوید کے بھائی کے بیٹے تھے اور زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عربی لکھ لیتے تھے اور وہ جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا عربی میں انجیل کا ترجمہ لکھا کرتے تھے، وہ اس وقت بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ ان سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے پوچھا: بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ نبی کریم ﷺ نے جو دیکھا تھا وہ سنایا تو ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر آیا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب تمہیں تمہاری قوم نکال دے گی نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کیا یہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا کہ ہاں۔ جب بھی کوئی نبی و رسول وہ پیغام لے کر آیا جسے لے کر آپ آئے ہیں تو اس کے ساتھ دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارے وہ دن پا لیے تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔“

☆ ایک مبلغ کو چاہیے کہ وہ اپنی تبلیغ میں لوگوں کو جہنم سے ڈرانے اور گناہوں کے سنگین نتائج و عواقب سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں نیک اعمال پر اللہ کی طرف سے دی جانے والی خوشخبری سے بھی آگاہ کرے۔ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا وَأَبَا مُوسَىٰ إِلَى الْيَمَنِ، قَالَ: يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا

تَنْفِرًا، وَتَطَاوَعًا وَلَا تَخْتَلِفًا. (۱)

”نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ کو یمن بھیجا، آپ ﷺ نے اس موقع پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ (لوگوں کے لیے) آسانی پیدا کرنا، انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوشخبری دینا، نفرت نہ دلانا اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا۔“

☆ کسی سنگین گناہ سے بچاؤ کے لیے اسے چھوڑنے والوں کو خوشخبری دی جاسکتی ہے۔ ایسی خوشخبری جو کتاب و سنت سے ثابت ہو۔ جیسے آپ ﷺ نے شرک چھوڑنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْشِي وَحْدَهُ وَلَيْسَ مَعَهُ إِنْسَانٌ، قَالَ: فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَقَيْتُ فَرَّانِي، فَقَالَ: مَنْ هَذَا، قُلْتُ: أَبُو ذَرٍّ، جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ، قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، تَعَالَهُ، قَالَ: فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً، فَقَالَ: إِنَّ الْمَكْثِرِينَ هُمُ الْمُقْلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللَّهُ خَيْرًا، فَفَنَفَخَ فِيهِ يَمِينَهُ، وَشِمَالَهُ، وَبَيَّنَّ يَدَيْهِ، وَوَرَاءَهُ، وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا، قَالَ: فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً، فَقَالَ لِي: اجْلِسْ هَاهُنَا، قَالَ: فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ، فَقَالَ لِي: اجْلِسْ هَاهُنَا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْكَ، قَالَ: فَاَنْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتَّى لَا أَرَاهُ، فَلَبِثْتُ عِنِّي، فَأَطَالَ اللَّبْثَ، ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ: وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى، قَالَ: فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ مَنْ تَكَلَّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ، مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا، قَالَ: ذَلِكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَرَضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ، قَالَ: بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا، دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ، وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قُلْتُ: وَإِنْ سَرَقَ، وَإِنْ زَنَى، قَالَ: نَعَمْ، وَإِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ (۲)

”ایک روز میں باہر نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تنہا چل رہے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے میں سمجھا کہ نبی کریم ﷺ پسند نہیں

۱ - صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب، رقم: ۳۰۳۸

۲ - صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب المکثرون ہم المقلون، رقم: ۶۲۴۳

فرمائیں گے کہ آپ کے ساتھ اس وقت کوئی رہے۔ اس لیے میں چاند کے سائے میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس کے بعد آپ مڑے تو مجھے دیکھا اور دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابو ذر! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ابو ذر! یہاں آؤ۔ بیان کیا کہ پھر میں تھوڑی دیر تک آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ (دنیا میں) زیادہ مال و دولت جمع کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہی خسارے میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور انہوں نے اسے دائیں بائیں، آگے پیچھے خرچ کیا ہو اور اسے بھلے کاموں میں لگایا ہو۔ (حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے) بیان کیا کہ پھر تھوڑی دیر تک میں آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک ہموار زمین پر بٹھا دیا جس کے چاروں طرف پتھر تھے اور فرمایا کہ یہاں اس وقت تک بیٹھے رہو جب تک میں تمہارے پاس نہ لوٹ آؤں۔ پھر آپ پتھریلی زمین کی طرف چلے گئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ وہاں رہے اور دیر تک وہیں رہے۔ پھر میں نے آپ سے سنا، آپ یہ کہتے ہوئے تشریف لارہے تھے ”چاہے چوری ہو، چاہے زنا ہو“ ابو ذر کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکا اور میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اللہ آپ پر مجھے قربان کرے۔ اس پتھریلی زمین کے کنارے آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے تو کسی دوسرے کو آپ سے بات کرتے نہیں دیکھا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ پتھریلی زمین (حرہ) کے کنارے وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری سنا دو کہ جو بھی اس حال میں مرے گا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا: اے جبرائیل! خواہ اس نے چوری کی ہو، زنا کیا ہو؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں، خواہ اس نے شراب ہی پی ہو۔“

☆ اعمالِ صالحہ کی رغبت دلانے کے لیے بعض اعمال پر مخصوص ثواب اور اللہ کی طرف سے دی جانے والی خوشخبری سنائی جاسکتی ہے۔ جیسے آپ ﷺ نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی اختتامی آیات پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی خوشخبری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعِنْدَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذْ سَمِعَ نَقِيضًا فَوْقَهُ فَرَفَعَ  
جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: هَذَا بَابٌ قَدْ فُتِحَ مِنَ السَّمَاءِ مَا فَتِحَ قَطُّ قَالَ:  
فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: أَبَشِّرْ بِنُورَيْنِ أَوْ تَيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةَ  
الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَمْ تَقْرَأْ أَحَدًا مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيَتْهُ. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل علیہ السلام ایک ساتھ ہی تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام نے آسمان  
کے اوپر دروازہ کھلنے کی آواز سنی، تو نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا: یہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا  
ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، پھر اس سے ایک فرشتہ اترآ، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
آیا، اور اس نے کہا: خوشخبری ہو! آپ کو دونوں دیے گئے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے  
گئے، ایک سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں، ان دونوں میں سے ایک حرف بھی تم  
پڑھو گے تو (اس کا ثواب) تمہیں ضرور دیا جائے گا۔

ایسی ہی خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھنے والے کے بارے میں ذکر فرمائی۔ سیدنا  
ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرَى فِي وَجْهِهِ، فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرَى  
فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ: إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ، يَقُولُ: أَمَا يَرْضِيكَ أَنَّهُ لَا  
يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا. (۲)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے، ہم  
نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”یہ اس لیے  
کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے: کیا آپ کے لیے یہ خوشی  
کی بات نہیں کہ جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، تو میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا، اور جو کوئی  
آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔“

☆ آنے والے وفود یا معزز مہمانوں کو خوشخبری دی جاسکتی ہے اور انہیں خوش آمدید کہا جاسکتا

۱- صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الافتتاح، باب فضل فاتحۃ الكتاب، رقم: ۹۱۲

۲- صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب السہو، باب فضل التسليم علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۸۳

ہے۔ جب ربیعہ قبیلہ کے لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: مَنْ الْوَفْدُ أَوْ مِنَ الْقَوْمِ، قَالُوا: رَبِيعَةٌ، فَقَالَ: مَزَّحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى، قَالُوا: إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارٍ مُضْرٍ، وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي شَهْرِ حَرَامٍ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ، فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ، أَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحَدَهُ، قَالَ: هَلْ تَذَرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحَدَهُ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَتُعْطُوا الْخُمْسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَنَهَاهُمْ عَنِ الدَّبَائِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُرْفَتِ، قَالَ: احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ. (۱)

”قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کون سا وفد ہے؟ یا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ خاندان (کے لوگ ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش آمدید ہو قوم کو یا مبارک ہو اس وفد کو (جو کبھی) نہ رسوا ہونہ شرمندہ ہو (اس کے بعد) انہوں نے عرض کیا کہ ہم ایک دور دراز کونے سے آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ (پڑتا) ہے (اس کے خوف کی وجہ سے) ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور ایام میں نہیں آسکتے۔ اس لیے ہمیں کوئی ایسی (قطععی) بات بتلا دیجئے کہ جس کی ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو خبر دے دیں۔ (اور) اس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہو سکیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روک دیا۔ اول انہیں حکم دیا کہ ایک اللہ پر ایمان لائیں۔ (پھر) فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (ایک اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ) اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبدالقیس علی ان یحفظوا الایمان، رقم: ۸۷

ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے منع فرمایا، دباء، حنتم، اور مزفت کے استعمال سے۔ (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان (باتوں کو) یاد رکھو اور اپنے پیچھے (رہ جانے) والوں کو بھی ان کی خبر کر دو۔“

☆ آنے والا اگر اکیلا ہو تو اسے بھی انفرادی طور پر خوش آمدید کہا جاسکتا ہے۔ جب سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ہاں تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا۔ چنانچہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ، قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ فَقُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِي بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ: مَرَّ حَبَابًا بِأُمِّ هَانِي، فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِي رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلُ رَجُلًا قَدْ أَجْرْتُهُ فَلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَدْ أَجْرْنَا مَنْ أَجْرْتَ يَا أُمَّ هَانِي، قَالَتْ أُمُّ هَانِي: وَذَلِكَ ضَحَى. (۱)

”میں فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے ہیں اور آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پردہ کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ام ہانی آپ کو خوش آمدید ہو۔ پھر جب آپ ﷺ نہانے سے فارغ ہو گئے تو اٹھے اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے مادری بھائی (علی بن ابی طالب) کا دعویٰ ہے کہ وہ اس شخص کو ضرور قتل کرے گا جس کو میں نے پناہ دے رکھی ہے۔ یہ (میرے خاوند) ہبیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ام ہانی جسے تم نے پناہ دے دی، ہم نے بھی اسے پناہ دی۔ ام ہانی نے کہا کہ یہ نماز چاشت کا وقت تھا۔“

آنے والے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہنا صرف آپ ﷺ کا ہی شیوہ نہیں فرشتوں کا بھی یہی عمل ہے۔ معراج کے موقع پر ہر آسمان کے فرشتوں نے آپ ﷺ کی آمد پر آپ کو

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحقا به، رقم: ۳۵۷



خوش آمدید کہا ہے اور آسمانوں پر موجود انبیاء کرام ﷺ نے بھی آپ ﷺ کو مرحبا کہا تھا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فُرِجَ عَنِّي سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ ﷺ فَغَسَّاهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَُّمْتَلِيٍّ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ: افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، مَعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ، فَقَالَ: أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوَدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَسَارِهِ بَكَى، فَقَالَ: مَرَّ حَبَابُ النَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا آدَمُ، وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَن يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ، فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَن شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ؟ فَإِذَا نَظَرَ عَن يَمِينِهِ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَقَالَ لِخَازِنِهَا: افْتَحْ، فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ، فَفَتَحَ، قَالَ أَنَسُ: فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَوَاتِ آدَمَ، وَإِدْرِيسَ، وَمُوسَى، وَعِيسَى، وَإِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُثَبِّتْ كَيْفَ مَنَازِلَهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ أَنَسُ: فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ بِالنَّبِيِّ ﷺ بِإِدْرِيسَ، قَالَ: مَرَّ حَبَابُ النَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ، ثُمَّ مَرَّرْتُ بِمُوسَى، فَقَالَ: مَرَّ حَبَابُ النَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا مُوسَى، ثُمَّ مَرَّرْتُ بِعِيسَى، فَقَالَ: مَرَّ حَبَابُ الْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا عِيسَى، ثُمَّ مَرَّرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: مَرَّ حَبَابُ النَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ثُمَّ عَرَجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ، قَالَ ابْنُ حَزْمٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: فَفَرَضَ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلَاةً، فَزَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَّرْتُ عَلَى مُوسَى، فَقَالَ: مَا

فَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: فَرَضَ خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَارْجِعْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَارْجِعْ إِلَى مُوسَى، قُلْتُ: وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبِّكَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ، فَارْجِعْ: فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَارْجِعْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ، فَارْجِعْهُ، فَقَالَ: هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، فَارْجِعْ إِلَى مُوسَى، فَقَالَ: رَاجِعْ رَبِّكَ، قُلْتُ: اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي، ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، وَغَشِيَهَا الْوَأْنُ لَا أُدْرِي مَا هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا حَبَائِلُ اللَّوْلُؤِ وَإِذَا تَرَابُهَا الْمِسْكُ. (۱)

”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر سینے کو جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف لے کر چلے۔ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کھولو۔ اس نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ جبرائیل، پھر انہوں نے پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ جواب دیا، ہاں میرے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ان کے بلانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا تھا؟ کہا، جی ہاں! پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھ گئے، وہاں ہم نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے داہنی طرف کچھ لوگوں کے جھنڈے تھے اور کچھ جھنڈے بائیں طرف تھے۔ جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے تو مسکرا دیتے اور جب بائیں طرف نظر کرتے تو روتے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا، آؤ اچھے آئے ہو۔ صالح نبی اور صالح بیٹے! میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو جھنڈے ہیں یہ ان کے بیٹوں کی روحیں ہیں۔ جو جھنڈے دائیں طرف ہیں وہ جنتی ہیں اور بائیں طرف کے جھنڈے دوزخی روحیں ہیں۔ اس لیے جب وہ اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے مسکراتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو (رنج سے) روتے ہیں۔ پھر جبرائیل مجھے لے کر

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة فی الاسراء، رقم: ۳۴۹

دوسرے آسمان تک پہنچے اور اس کے داروغہ سے کہا کہ کھولو۔ اس آسمان کے داروغہ نے بھی پہلے کی طرح پوچھا پھر کھول دیا۔ حضرت انس نے کہا کہ حضرت ابوذر نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو موجود پایا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کا ٹھکانہ نہیں بیان کیا۔ البتہ اتنا بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم کو پہلے آسمان پر پایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ جب جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مرحبا، خوش آمدید صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ مرحبا، خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا، انہوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی کے لیے خوش آمدید۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر میں ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ انہوں نے فرمایا صالح نبی اور صالح بیٹے کو مرحبا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب نے کہا کہ مجھے ابو بکر بن حزم نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس اور ابو حبیہ الانصاری رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر مجھے جبرائیل علیہ السلام لے کر چڑھے، اب میں اس بلند مقام تک پہنچ گیا جہاں میں نے قلم کی آواز سنی (جو لکھنے والے فرشتوں کی قلموں کی آواز تھی) ابن حزم نے (اپنے شیخ سے) اور انس بن مالک نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر لوٹا۔ جب موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کی امت پر اللہ نے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا آپ واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے۔ کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔ میں واپس بارگاہ رب العزت میں گیا تو اللہ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ دوبارہ جائیے کیونکہ آپ کی امت میں اس کے برداشت کی طاقت نہیں ہے۔ پھر میں بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ پھر ایک حصہ کم ہوا۔

جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جائیے، کیونکہ آپ کی امت اس کو بھی برداشت نہ کر سکے گی، پھر میں بار بار آیا گیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔ اب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس جائیے۔ لیکن میں نے کہا مجھے اب اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبرائیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جسے کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا۔ اس کے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔“

☆ بیٹی، بہن، والدہ یا دیگر رشتہ دار خواتین کے آنے پر انہیں خوش آمدید کہا جاسکتا ہے۔ اس سے احترام اور شفقت کے جذبات بڑھتے ہیں۔ نیز باہمی رشتہ داری میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد پر انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إِنَّا كُنَّا زَوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهُ جَمِيعًا لَمْ تُغَادِرْ مِنَّا وَاحِدَةٌ، فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامَ تَمْشِي لَأَنَّ اللَّهَ مَا تَخْفَى مَشِيَّتُهَا مِنْ مَشِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا آهَارَ حَبٌّ، قَالَ: مَرَّ حَبًّا بِابْنَتِي، ثُمَّ اجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ سَارَهَا فَبَكَتُ بُكَاءً شَدِيدًا، فَلَمَّا رَأَى حُزْنَهَا سَارَهَا الثَّانِيَةَ، فَإِذَا هِيَ تَضْحَكُ، فَقُلْتُ لَهَا: أَنَا مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ خَصَّكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالسِّرِّ مِنْ بَيْنِنَا، ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَأَلْتُهَا عَمَّا سَارَكَ، قَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأَفْشِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِرَّهُ، فَلَمَّا تَوَفَّي قُلْتُ لَهَا: عَزَمْتُ عَلَيْكَ بِمَا لِي عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ، لَمَّا أَخْبَرْتَنِي. قَالَتْ: أَمَا الْآنَ فَنَعَمْ، فَأَخْبَرْتَنِي، قَالَتْ: أَمَا حِينَ سَارَنِي فِي الْأَمْرِ الْأَوَّلِ، فَإِنَّهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ سَنَةٍ مَرَّةً، وَإِنَّهُ قَدْ عَارَضَنِي بِهِ الْعَامَ مَرَّتَيْنِ، وَلَا أَرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدْ اقْتَرَبَ، فَاتَّقِيَ اللَّهَ وَاصْبِرِي، فَإِنِّي نِعَمَ السَّلَفِ أَنَا لَكَ، قَالَتْ: فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ، فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَنِي الثَّانِيَةَ، قَالَ: يَا فَاطِمَةُ، أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ، أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ. (1)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس، رقم: ۶۲۸۵

”تمام ازواج مطہرات (نبی کریم ﷺ کے مرض وفات میں) نبی کریم ﷺ کے پاس تھیں، کوئی وہاں سے نہیں ہٹا تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی آئیں۔ اللہ کی قسم! ان کی چال رسول اللہ ﷺ کی چال سے الگ نہیں تھی (بلکہ بہت ہی مشابہ تھی) جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو خوش آمدید کہا۔ فرمایا بیٹی! مرحبا! پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف انہیں بٹھایا۔ اس کے بعد آہستہ سے ان سے کچھ کہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ رونے لگیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کا غم دیکھا تو دوبارہ ان سے سرگوشی کی اس پر وہ ہنسنے لگیں۔ تمام ازواج میں سے میں نے ان سے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ہم میں صرف آپ کو سرگوشی کی خصوصیت بخشی۔ پھر آپ رونے لگیں۔ جب نبی کریم ﷺ اٹھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے کان میں نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کا راز نہیں کھول سکتی۔ پھر جب آپ کی وفات ہو گئی تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میرا جو حق آپ پر ہے اس کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے وہ بات بتادیں۔ انہوں نے کہا کہ اب بتا سکتی ہوں چنانچہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پہلی سرگوشی کی تھی تو فرمایا تھا کہ ”جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے سال میں ایک مرتبہ (قرآن کا) دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال مجھ سے انہوں نے دو مرتبہ دور کیا اور میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے، اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لیے ایک اچھا آگے جانے والا ہوں“ بیان کیا کہ اس وقت میرا رونا جو آپ نے دیکھا تھا اس کی وجہ یہی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ نے میری پریشانی دیکھی تو آپ نے دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی، فرمایا ”فاطمہ بیٹی! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جنت میں تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہوگی، یا (فرمایا کہ) اس امت کی عورتوں کی سردار ہوگی۔“

☆ کسی معزز خاندان کے فرد کی آمد پر اس سے محبت کا اظہار کرنا اور اسے خوش آمدید کہنا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

دَخَلْنَا عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهِ، سَأَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْ، فَقُلْتُ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى رَأْسِي فَحَلَّ زُرِّي الْأَعْلَى، ثُمَّ حَلَّ زُرِّي الْأَسْفَلَ، ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ ثَدْيَيْ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِكَ، سَلْ عَمَّا

شئت، فسألته وهو أعمى، فجاء وقت الصلاة فقام في نساجة ملتحفًا بها كلّمًا وضعها على منكبيه رجع طرفًاها إليه من صغرِها، وردّ أوّه إلى جانبه على المشجب، فصلّى بنا۔<sup>(۱)</sup>

”ہم جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے، جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنے والوں کے بارے میں پوچھا کہ کون لوگ ہیں، یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے پوچھا، میں نے کہا: میں محمد بن علی بن حسین ہوں، تو انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا، اور میرے کرتے کے اوپر کی گھنڈی کھولی پھر نیچے کی کھولی پھر اپنی ہتھیلی کو میری دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا، میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا، اور کہا: تمہیں خوش آمدید، تم جو چاہو پوچھو، میں نے ان سے (کچھ باتیں) پوچھیں، وہ نابینا تھے اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا، وہ ایک بٹی ہوئی چادر جسے جسم پر لپیٹے ہوئے تھے اوڑھ کر کھڑے ہوئے، جب اس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈالتے تو اس کے دونوں کنارے ان کی جانب واپس آجاتے (کیونکہ چادر چھوٹی تھی) اور ان کی بڑی چادر ان کے پاس ہی میز پر رکھی ہوئی تھی، انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی۔“

☆ حدیث کے طلباء میں علمی اشتیاق پیدا کرنے کے لیے انہیں مرحبا بھی کہا جاسکتا ہے اور انہیں وہ بشارتیں بھی سنائی جاسکتی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے راستے میں نکلنے والوں کو عطا فرمائی ہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ، فَقُولُوا لَهُمْ: مَرْحَبًا مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهِ وَسَلَّمَ۔<sup>(۲)</sup>

”عنقریب تمہارے پاس کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، لہذا جب تم ان کو دیکھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق انہیں مرحبا (خوش آمدید) کہو، اور انہیں علم سکھاؤ۔“

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب المناسک، باب حجة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۰۷۴

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب افتتاح الكتاب فی الايمان، باب الوصاة بطلب العلم، رقم: ۲۴۷

## تعریف میں مبالغہ آرائی پر غصہ

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسرے آدمی کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَيَلِّكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيُقِلُّ أَحْسِبُ فَلَانًا وَاللَّهِ حَسِيبُهُ، وَلَا أَرْكِي عَلَى اللَّهِ أَحَدًا أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ. (۱)

”افسوس! تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ کئی مرتبہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا) پھر فرمایا کہ اگر کسی کے لیے اپنے کسی بھائی کی تعریف کرنی ضروری ہو جائے تو یوں کہے کہ میں فلاں شخص کو ایسا سمجھتا ہوں، آگے اللہ خوب جانتا ہے، میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ ایسا اور ایسا ہے اگر اس کا حال جانتا ہو۔“

### غصہ کی وجہ

تعریف میں مبالغہ آرائی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور تعریف کرنے والے کو ان الفاظ میں ڈانٹ پلائی ”تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھ کی گردن کاٹ ڈالی ہے۔“ اس لیے کہ تعریف سے بعض دفعہ مدوح خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے اور خود پسندی کے دو بڑے نقصان ہوتے ہیں۔ بندہ خود کو بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے جس سے تکبر کی بیماری لاحق ہونے کا خدشہ ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ بندے کے کام کی رفتارست ہو جاتی ہے۔ منہ کی تعریف اکثر نقصان کا باعث بنتی ہے۔ اس لیے اس کو ناپسند کیا گیا ہے۔ ہاں بعض صورتوں میں تعریف کی بھی جاسکتی ہے۔ اس اعتبار سے تعریف کی کچھ اقسام بن جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب اذا زکی رجل رجلا کفاه، رقم: ۲۶۶۲

## تعریف کی اقسام

تعریف کی دو بڑی اقسام ہیں (۱) مدح محمود (۲) مدح مذموم

### مدح محمود

وہ تعریف جو جائز ہے اور مبالغہ آرائی سے بچتے ہوئے مدوح کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ حوصلہ افزائی کے طور پر کسی کی تعریف کرنا حوصلہ افزائی ہمت بندھانے کے لیے ہوتی ہے تاکہ مدوح کے کام کرنے کی رفتار بڑھے اور حوصلہ افزائی بعض دفعہ بندے کی ہمت کو دو چند کر دیتی ہے اور وہ نیکی و خیر میں مزید بڑھ جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جس میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانُوا يَرَوْنَ الرُّؤْيَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَيَقْضُونَهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَيَقُولُ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ، وَأَنَا غُلَامٌ حَدِيثُ السِّنِّ وَبَيْتِي الْمَسْجِدُ قَبْلَ أَنْ أَنْكَحَ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي: لَوْ كَانَ فِيكَ خَيْرٌ لَرَأَيْتَ مِثْلَ مَا يَرَى هَؤُلَاءِ، فَلَمَّا اضْطَجَعْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، قُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ فِيَّ خَيْرًا فَأَرِنِي رُؤْيَا، فَبَيْنَمَا أَنَا كَذَلِكَ إِذْ جَاءَنِي مَلَكَانِ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ يُقْبِلَانِ بِي إِلَى جَهَنَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُمَا أَدْعُو اللَّهَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ جَهَنَّمَ، ثُمَّ أَرَانِي لَقِينِي مَلَكٌ فِي يَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ، فَقَالَ: لَنْ تُرَاعَ، نِعَمَ الرَّجُلُ أَنْتَ لَوْ كُنْتَ تُكْثِرُ الصَّلَاةَ، فَانْطَلِقُوا بِي حَتَّى وَقِفُوا بِي عَلَى شَفِيرِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبُرِّ لَهُ قُرُونٌ كَقَرْنِ الْبُرِّ بَيْنَ كُلِّ قَرْنَيْنِ مَلَكٌ بِيَدِهِ مِقْمَعَةٌ مِنْ حَدِيدٍ وَأَرَى فِيهَا رَجُلًا مُعَلَّقِينَ بِالسَّلَابِلِ رءُوسُهُمْ أَسْفَلَهُمْ عَرَفْتُ فِيهَا رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ، فَانْصَرَفُوا بِي عَنْ ذَاتِ الْيَمِينِ (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خواب دیکھتے تھے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر دیتے جیسا کہ اللہ چاہتا۔ میں اس وقت نو عمر تھا اور میرا گھر مسجد ہی تھی یہ میری شادی سے پہلے کی بات ہے۔ میں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التعمیر، باب الامن و ذهاب الروع فی المنام، رقم: ۷۰۲۸



نے اپنے دل میں اپنے بارے میں سوچا کہ اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تو بھی ان لوگوں کی طرح خواب دیکھتا۔ چنانچہ جب میں ایک رات لیٹا تو میں نے کہا: اے اللہ! اگر تو میرے اندر کوئی خیر و بھلائی جانتا ہے تو مجھے کوئی خواب دکھا دے۔ میں اسی حال میں (سو گیا اور میں نے دیکھا کہ) میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ہتھوڑا تھا اور وہ مجھے جہنم کی طرف لے چلے۔ میں ان دونوں فرشتوں کے درمیان میں تھا اور اللہ سے دعا کرتا جا رہا تھا کہ اے اللہ! میں جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں پھر مجھے دکھایا گیا (خواب ہی میں) کہ مجھ سے ایک اور فرشتہ ملا جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور اس نے کہا ڈرو نہیں تم کتنے اچھے آدمی ہو اگر تم نماز زیادہ پڑھتے۔ چنانچہ وہ مجھے لے کر چلے اور جہنم کے کنارے پر لے جا کر کھڑا کر دیا جہنم ایک گول کنویں کی طرح تھی اور کنویں کے منکوں کی طرح اس کے بھی منکے تھے اور ہر دو منکوں کے درمیان ایک فرشتہ تھا۔ جس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک ہتھوڑا تھا اور میں نے اس میں کچھ لوگ دیکھے جنہیں زنجیروں میں لٹکا دیا گیا تھا اور ان کے سر نیچے تھے۔ (اور پاؤں اوپر) ان میں سے بعض قریش کے لوگوں کو میں نے پہچانا بھی، پھر وہ مجھے دائیں طرف لے کر چلے۔“

ایک اور روایت میں ہے وہ بیان کرتے ہیں:

فَقَصَّهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَسَلَهُ فَقَالَ: نِعْمَ، الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا. (۱)

”میں نے خواب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تعبیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ بہت خوب لڑکا ہے۔ کاش رات کو نماز پڑھا کرتا۔ (راوی نے کہا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات بہت کم سوتے تھے (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف کی ”عبد اللہ بہت اچھا آدمی ہے کاش وہ رات کو نماز پڑھا کرتا۔“ ان الفاظ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں تہجد پڑھنے کی رغبت پیدا کی اور یہ خیر کا پہلو اس قدر بڑھا کہ وہ رات کو کم سویا کرتے اور عبادت میں مشغول و مصروف

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب فضل قیام اللیل، رقم: ۱۱۲۲

رہتے۔ پس حوصلہ افزائی ایک مثبت تعریف ہے جو قوتِ عمل کو بڑھا دیتی ہے۔

۲۔ کبھی تعریف بغرضِ رغبت ہوتی ہے کہ ممدوح کی تعریف کی جاتی ہے تاکہ دوسروں میں ایسا ہی قابلِ تعریف کام کرنے کی رغبت پیدا ہو۔ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا يَوْمًا نَصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ وَاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ، قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: مَنْ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ: أَنَا، قَالَ: رَأَيْتُ بِضْعَةَ وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَ نَهَايَهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلًا. (۱)

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ رکوع سے سراٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ ایک شخص نے پیچھے سے کہا ربنا ولك الحمد، حمدا كثيرا طيبا مبارک فيه آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان کلمات کو لکھنے میں وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔“

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اچھے عمل کی تعریف کی ہے تاکہ دیگر لوگوں میں رغبت پیدا

ہو۔

۳۔ کبھی دوسرے لوگوں کے ہاں ممدوح کا احترام بڑھانے کے لیے اس کی تعریف کی جاتی ہے اور اس سے بتانا یہ مقصود ہوتا ہے کہ ممدوح قابلِ احترام ہے۔ اس کا احترام کرو۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتِ أَبِي جَهْلٍ فَسَمِعْتُ بِذَلِكَ فَاطِمَةَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ وَرَسُولَهُ فَقَالَتْ: يَزُغُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتِ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهِ وَرَسُولَهُ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشْهَدُ، يَقُولُ: أَمَا بَعْدُ أَنْ كَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي وَصَدَّقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةُ مِنِّي وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوءَهَا وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ وَاللَّهِ وَرَسُولَهُ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ، فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخُطْبَةَ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل اللہم ربنا لک الحمد، رقم: ۷۹۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر اصهار النبی وَاللَّهِ وَرَسُولَهُ، رقم: ۳۷۲۹

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کو (جو مسلمان تھیں) پیغام نکاح دیا، اس کی اطلاع جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ کو اپنی بیٹیوں کی خاطر (جب انہیں کوئی تکلیف دے) کسی پر غصہ نہیں آتا۔ اب دیکھیے یہ علی ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ پڑھتے سنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اما بعد: میں نے ابو العاص بن ربیع سے (اپنی سب سے بڑی صاحبزادی) کی شادی کی تو انہوں نے جو بات بھی کہی اس میں وہ سچے اترے اور بلاشبہ فاطمہ بھی میرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی بھی اسے تکلیف دے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے ایک دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔ اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قابل احترام ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو مختلف مواقع پر القابات سے نوازا ہے وہ ان کے احترام کو بڑھانے کے لیے ہی ہے اور ان القابات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف بھی ہے۔ مثلاً جنگ موتہ کے موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سیف من سیوف اللہ کہا، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امین الامت کہا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا۔ ایسے جتنے بھی اور القابات ہیں ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بھی ہے اور ان کے احترام کا پہلو بھی ہے۔

### مدح مذموم

اس کی بھی دو اقسام ہیں۔

(۱) اپنی تعریف خود کرنا

(۲) دوسروں کی تعریف میں مبالغہ کرنا

### اپنی تعریف خود کرنا

اپنے منہ میاں مٹھو بننا اور دل میں یہ خواہش رکھنا کہ لوگ میری تعریف کریں۔ اپنی تعریف کی خواہش اور اس کے لیے تگ و دو ایک ایسا عمل ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ جو بندہ چاہتا ہے

کہ لوگ اس کی تعریف کریں وہ ساری زندگی اچھا نظر آنے کے لیے ہی اعمال کرتا ہے۔ اچھا بننے کے لیے عمل نہیں کرتا پس نیکی کا بیج اس کے دل میں نہیں اگتا۔ اس کا سینہ ایمان کے نور سے محروم رہتا ہے۔ اس کا وجود اس گھر کی طرح ہوتا ہے جس کی منڈیروں پر روشنیاں جگمگا رہی ہوں۔ جبکہ اس کے کمروں میں تاریکی اور ویرانی ہو۔ اعمال صالحہ کی خوشبودل و دماغ کو معطر تب کرتی ہے جب اعمال میں تقویٰ اور خلوص ہو اور جب عمل محض لوگوں میں نمایاں نظر آنے کے لیے کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف و توصیف کریں اور اسے مستحسن نظروں سے دیکھیں تب اعمال میں تقویٰ اور خشیت و انابت کا نور نہیں ہوتا اور بے نور اعمال اللہ کی بارگاہ میں قبولیت نہیں پاسکتے حشر کے روز ایسے اعمال جو لوگوں کی نظروں میں اچھا بننے اور ان سے داد پانے کے لیے کیے گئے بندے کے لیے رسوائی کا باعث بن جائیں گے۔ حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ: أَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَعَمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: أَوَّلُ النَّاسِ يُقْضَى لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ اسْتَشْهَدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِيُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ، فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ، لِيُقَالَ عَالِمٌ، وَقَرَأْتُ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ، فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَهُ، فَعَرَفَهَا، فَقَالَ: مَا عَمِلْتُ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ؟ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: وَلَمْ أَفْهَمْ تُحِبُّ كَمَا أَرَدْتُ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنْ لِيُقَالَ إِنَّهُ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ، فَأُلْقِيَ فِي النَّارِ. (۱)

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (کی مجلس) سے لوگ جدا ہونے لگے، تو اہل شام میں سے ایک شخص

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الجہاد، باب من قاتل لیقال فلان جری، رقم: ۳۱۳۷

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: شیخ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی حدیث مجھے بیان کیجئے، انہوں نے کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”قیامت کے دن پہلے پہل جن لوگوں کا فیصلہ ہوگا، وہ تین (طرح کے لوگ) ہوں گے، ایک وہ ہوگا جو شہید کر دیا گیا ہوگا، اسے لا کر پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی (ان) نعمتوں کی پہچان کروائے گا (جو نعمتیں اس نے انہیں عطا کی تھیں)۔ وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ (اس) سے فرمائے گا: یہ ساری نعمتیں جو ہم نے تجھے دی تھیں ان میں تم نے کیا کیا وہ کہے گا: میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ میں شہید کر دیا گیا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے۔ بلکہ تو اس لیے لڑتا رہا کہ کہا جائے کہ فلاں تو بڑا بہادر ہے چنانچہ تجھے ایسا کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا: اسے لے جاؤ پس اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایک وہ ہوگا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور قرآن پڑھا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ انہیں پہچان لے گا، اللہ (اس سے) فرمائے گا: ان نعمتوں کا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا اور تیرے واسطے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ اور غلط کہا تو نے تو علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے چنانچہ تجھے کہہ دیا گیا۔ پھر اسے لے جانے کا حکم دیا جائے گا چنانچہ چہرے کے بل گھسیٹ کر اسے لے جایا جائے گا یہاں تک کہ وہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ ایک اور شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی وسعت دی ہوگی طرح طرح کے مال و متاع دیئے ہوں گے اسے حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی عطا کردہ نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ (اس سے) فرمائے گا: ان کے شکریہ میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا: اے رب! میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں تو پسند کرتا ہو کہ وہاں خرچ کیا جائے مگر میں نے وہاں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بکتا ہے، تو نے یہ سب اس لیے کیا کہ تیرے متعلق کہا جائے کہ تو بڑا سخی اور فیاض آدمی ہے چنانچہ تجھے کہا گیا، اسے یہاں سے لے جانے کا حکم دیا جائے گا چنانچہ چہرے کے بل گھسیٹا ہوا اسے لے جایا جائے گا۔ اور لے جا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ جس میں نیکی اور پاکبازی کا معنی پایا جاتا تھا۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل فرمادیا کہ برہ میں اپنی تعریف پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمَهَا بَرَّةً، فَقِيلَ: تَزَكِي نَفْسَهَا، فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَيْنَبَ (۱)

ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا، کہا جانے لگا کہ وہ اپنی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ بندے عاجزی و انکساری کو اختیار کریں اپنی تعریف میں خو پسندی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ خود پسندی تکبر کی ہی ایک قسم ہے۔ جب بندہ خود کو قابل تعریف سمجھتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ بڑا ہے اور بہت سے لوگ اس سے کم تر ہیں۔

اپنی تعریف کرنا کب جائز ہے؟

اپنی تعریف کرنا چند صورتوں میں جائز ہے

۱۔ ضرورت کے پیش نظر اسی امر کی وضاحت کے لیے اپنی تعریف مناسب حد تک کی جاسکتی ہے۔ جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب مصر کے بادشاہ نے کوئی اہم منصب دینے کا ارادہ کیا تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (۲)

”مجھے آپ ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں، میں حفاظت کرنے والا باخبر ہوں۔“

یہاں یوسف علیہ السلام نے خود کو حفاظت کرنے والا اور باخبر قرار دیا ہے۔ یہ اپنی تعریف ہے لیکن اس کا پس منظر یہ ہے کہ آدمی کو کسی منصب یا عہدہ قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے۔ جب وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کوئی منصب قبول کرنا ہی پڑے گا تو وہ اپنی ذات پر غور کرتا ہے کہ میں کس منصب کے زیادہ اہل ہوں تو وہ غور و خوض کے بعد کہہ دیتا ہے میرے اندر فلاں کام کی اہلیت ہے۔ آپ مجھے اس پر متعین کر دیں۔ وہ میں احسن انداز سے کر لوں گا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، تحویل الاسم الی اسم احسن منه، رقم: ۶۱۹۲

۲۔ یوسف: ۵۵

نے بھی یہی کیا۔ جب انہیں بادشاہ نے اپنے خاص مصاحبین میں شامل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ مجھے خزانوں پر نگران متعین فرمادیں۔ یہ کام میں بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔ پس اگر کسی کو عہدہ یا منصب قبول کرنے کی پیشکش کی جائے تو وہ بتا سکتا ہے کہ مجھے فلاں کام کا تجربہ ہے۔ وہ مجھے سونپ دو میں اسے بخوبی انجام دے لوں گا۔

۲۔ میدان جہاد میں دشمن پر رعب و دبدبہ کے لیے رجز یہ اشعار پڑھے جاسکتے ہیں اور اپنے سپاہیوں کا لہو گرمانے کے لیے اپنی اور اپنی فوج کی تعریف بھی کی جاسکتی ہے۔ جنگ حنین کے موقع پر جب ابتداء میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بہت سے نو مسلم آپ ﷺ کے گرد سے بکھر گئے تو اس موقع پر آپ ﷺ اپنی سواری سے اترے اور بلند آواز سے پکار کے کہا ”میں اللہ کا نبی اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ اس جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لَا وَاللَّهِ مَا وَلَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَ لَكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَأَخْفَأُ هُمْ حُسْرَ النَّيْسِ بِسِلَاحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رَمَاءَ جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِي نَضْرٍ مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُواهُمْ رَشَقًا مَا يَكَادُونَ يُخْطِئُونَ، فَأَقْبَلُوا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهِ أَبُو سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ يَقُودُ بِهِ، فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ.

”نہیں اللہ کی قسم، رسول اللہ ﷺ نے پشت ہرگز نہیں پھیری تھی۔ البتہ آپ ﷺ کے اصحاب میں جو نو جوان بے سرو سامان تھے جن کے پاس نہ زرہ تھی، اور کوئی ہتھیار بھی نہیں لے گئے تھے، انہوں نے ضرور میدان چھوڑ دیا تھا کیونکہ مقابلہ میں ہوازن اور بنونصر کے بہترین تیر انداز تھے کہ کم ہی ان کا کوئی تیر خطا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے خوب تیر برسائے اور شاید ہی کوئی نشانہ ان کا خطا ہوا ہو (اس دوران میں مسلمان) نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ”میں نبی

ہوں اس میں غلط بیانی کا کوئی شائبہ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی (نئے طریقے پر) صف بندی کی۔

آپ ﷺ نے یہ کلمات میدان جنگ میں اس وقت ارشاد فرمائے جب مسلمان فوج پسپا ہو گئی تھی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ آپ ﷺ کے ان کلمات کا اثر یہ ہوا کہ فوج دوبارہ مجتمع ہو گئی اور دشمن پر ایسی یلغار کی کہ اسے میدان چھوڑنا پڑا۔

جنگ خیبر میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سامنا مرحب سے ہوا تو مرحب نے یہ اشعار پڑھے:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْبَرَ أَنِّي مَرْحَبٌ ... شَاكِي السِّلَاحِ بَطْلٌ مُجَزَّبٌ ... إِذَا الْحُرُوبُ  
أَقْبَلَتْ تَلَّهَبُ

”خیبر کو یہ معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں پورا ہتھیار بند بہادر، آزمودہ کار، جب لڑائیاں  
شعلے اڑاتی ہوئی آئیں۔“

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيْدَرَةً ... كَلَيْتِ غَابَاتِ كَرِيهِ الْمُنْظَرَةَ أَوْ فِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ  
السَّنْدَرَةِ - قَالَ: فَضْرَبَ رَأْسَ مَرْحَبٍ فَقَتَلَهُ، ثُمَّ كَانَ الْفَتْحُ عَلَى يَدَيْهِ

”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ مثل اس شیر کے جو جنگلوں میں ہوتا  
ہے اور جسے دیکھنے سے خوف طاری ہو جاتا ہے اور میں لوگوں کو ایک صاع کے بدلے سندرہ دیتا  
ہوں (سندرہ صاع سے بڑا پیمانہ ہے یعنی میں دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا ہوں۔)“ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرحب کے سامنے اپنے بارے میں تعریفی اشعار کہنا دشمن پر رعب  
طاری کرنے کے لیے تھا۔

۳۔ اپنے ساتھیوں میں نیکی اور تقویٰ کے اوصاف پیدا کرنے کے لیے یوں کہا جاسکتا ہے  
میرے اندر یہ خوبی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میرے ہر دوست اور رفیق میں یہ خوبی پائی جائے۔  
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوة ذی قرد وغیرہا، رقم: ۱۸۰۷



قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللَّهِ أَغْيَرُ مِنِّي. (۱)

”حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ اگر کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو اسے اپنی تلوار سے فوراً قتل کر ڈالوں اور وہ بھی دھار سے، نہ کہ چوڑی طرف سے (بلکہ اس کا معاملہ ہی ختم کر ڈالوں)۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں سعد رضی اللہ عنہ کی غیرت پر حیرت ہوئی ہے؟ اللہ کی قسم! مجھے اس سے بڑھ کر غیرت ہے اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرت کے وصف کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ میں سعد رضی اللہ عنہ سے بڑھ کے غیرت مند ہوں۔ یہ اپنی تعریف ہے لیکن یہاں مقصود ایک اچھے وصف کی تعریف ہے کہ یہ خوبی میرے ہر صحابی میں ہونی چاہیے۔

۴۔ تحدیث نعمت کے لیے اپنے اوپر اللہ کے انعامات کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

أَنَا سَيِّدٌ وَلِدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءِ الْحَمْدِ بِيَدِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (۲)

”میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا، قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لیے پھٹے گی، اور میں یہ فخر یہ نہیں کہتا، میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی، اور میں فخر یہ نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں یہ فخر یہ نہیں کہتا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں تعریفی کلمات تحدیث نعمت کے طور پر کہے۔ پس بندہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کر سکتا ہے۔ لیکن فخر یہ طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ممنون احسان ہونے کے طور پر جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے یہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الغیرة، رقم: ۵۲۲۰

۲۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ، رقم: ۴۳۰۸

احسانات ہیں لیکن میں ان پر فخر نہیں کرتا۔

۵۔ اپنے ساتھیوں کو مطمئن کرنے کے لیے خود سے کسی عیب کی نفی کی جاسکتی ہے کہ میرے اندر ایسا کوئی عیب نہیں پایا جاتا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَةً مِنْ حُنَيْنٍ، فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ حَتَّى اضْطَرُّوهُ إِلَى سَمْرَةَ فَخَطِطَتْ رِدَاءَهُ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: أَعْطُونِي رِدَائِي لَوْ كَانَ لِي عَدَدُ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعْمًا لَقَسَمْتُه بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بِخِيَلًا، وَلَا كَذُوبًا، وَلَا جَبَانًا. (۱)

”وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ آپ ﷺ وادی حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ کچھ (بدو) لوگ آپ ﷺ سے لپٹ گئے۔ بالآخر آپ کو مجبوراً ایک ببول کے درخت کے پاس جانا پڑا۔ وہاں آپ کی چادر مبارک ببول کے کانٹے میں الجھ گئی تو ان لوگوں نے اسے لے لیا (تا کہ جب آپ ﷺ انہیں کچھ عنایت فرمائیں تو چادر واپس کریں) آپ ﷺ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر مجھے دے دو اگر میرے پاس درخت کے کانٹوں جتنے بھی اونٹ بکریاں ہوتیں تو میں تم میں تقسیم کر دیتا، مجھے تم بخیل نہیں پاؤ گے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل پاؤ گے۔“

آپ ﷺ نے دیہاتی لوگوں کو مطمئن کرنے کے لیے فرمایا: میں بخیل اور جھوٹا نہیں ہوں۔ میرے پاس درختوں کے کانٹوں کی مانند اونٹ ہوتے وہ بھی تم میں بانٹ دیتا۔ یہ کہنے کا مقصد یہی تھا کہ دیہاتی لوگ مطمئن ہو جائیں کہ آپ ﷺ نے ان سے چھپا کر کچھ نہیں رکھا۔

دوسروں کی تعریف کرنا

جسے چا پلوسی بھی کہا جاسکتا ہے۔ اپنے بھائی کی مبالغہ کی حد تک تعریف کرنا جس کا مقصد اس سے اپنا کوئی کام نکلوانا یا اس کی نظر میں محض اپنا قد بڑھانا ہو سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ بے جا تعریف کا مقصد عموماً اپنا کوئی کام نکلوانا ہوتا ہے۔ دنیا میں عموماً دو قسم کے بندے کامیابی پاتے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو محنت و دیانت سے کام کرتا ہے اور اپنی لیاقت کے پیش نظر نام پاتا ہے اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب الشجاعة في الحرب والجن، رقم: ۲۸۲۱

دوسرا وہ ہے جس میں ذہانت و لیاقت اور محنت و دیانت تو اتنی نہیں ہوتی لیکن وہ اپنی زبان سے دوسروں کی تعریف کرنا اور انہیں شیشے میں اتارنا جانتا ہے۔ پس ایسے افراد اپنی زبان کے بل بوتے پر بہت سے لوگوں کو شکار کرتے ہیں۔ مگر وہ ترقی جو ذہانت و لیاقت کے بل پر ہوتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے اور ایسے آدمی کا احترام سب کے دل میں ہوتا ہے اور یہ احترام حقیقی ہوتا ہے جبکہ وہ ترقی جو خوشامد کے بل بوٹے پر ہو وہ پائیدار نہیں ہوتی اور ایسے آدمی کا احترام صرف اس کے دل میں ہوتا ہے جس کا یہ خوشامدی ہے جبکہ باقی افراد اسے مکار اور ہلکے درجہ کا آدمی سمجھتے ہیں۔ جھوٹی تعریف کرنے والا اپنی تعریف سے دوسرے آدمی کو شکار کرتا ہے۔ اس لیے ایسی تعریف کو ذبح کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَالتَّمَادِحَ فَإِنَّهُ الذَّبْحُ <sup>(۱)</sup>

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”تم آپس میں ایک دوسرے کی منہ پر مدح و تعریف کرنے سے بچو، کیونکہ اس طرح تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے“

حدیث کا مفہوم دو طرفہ ہے۔ منہ پر بے جا تعریف کرنے والا ایسا ظالم آدمی ہے جو ہاتھ میں چھری پکڑے ہوئے ہے جس سے وہ کسی کو بھی ذبح کر سکتا ہے اور جس کی تعریف کی جا رہی ہے اگر وہ تعریف کی چھری سے گھائل ہو گیا تو خود پسندی اور تکبر کا شکار ہو جائے گا، اسی لیے منہ پر بے جا تعریف کرنے والوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ان کے منہ پر مٹی پھینکو تاکہ وہ اپنے اس عمل سے باز آجائیں۔ حضرت ہمام بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ فَأَتَى عَلِيَّ عُمَانَ فِي وَجْهِهِ، فَأَخَذَ الْمُقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ ثُرَابًا، فَحَثَا فِي وَجْهِهِ، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَقَيْتُمُ الْمَدَّاحِينَ، فَاحْثُوا فِي وَجْهِهِمُ الثَّرَابَ <sup>(۲)</sup>

ایک شخص آیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف انہی کے سامنے کرنے لگا، پس حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے مٹی لی اور اس کے چہرے پہ ڈال دی اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ حسن۔ ابن ماجہ للالبانی، کتاب الادب، باب المدح، رقم: ۳۷۴۳

۲۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی کراہیۃ التمارح، رقم: ۳۸۰۳

ہے: جب تم تعریف کرنے والوں سے ملو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دو۔

منہ پر مٹی ڈالنے کے حکم میں سخت ناپسندیدگی کا عنصر پایا جاتا ہے کہ ایسے آدمی کو سختی سے روک دیا جائے جو اپنے دوست کو حقیقی دنیا سے دور خیالی دنیا میں لے جانا چاہتا ہے۔ اسے تو اپنے بھائی کے لیے آئینہ کا کردار ادا کرنا چاہیے تھا کہ وہ اسے بطریق اصلاح اس کا حقیقی چہرہ اسے دکھاتا جبکہ وہ اسے حقیقت سے دور کر رہا ہے۔

### قابل تعریف مدح

دنیا میں دو قسم کی مدح ایسی ہے جو قابل تعریف ہے اور تعریف کرنے والا بھی قابل تعریف ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح پسند ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ، وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ، وَلَا شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللَّهِ، وَلِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ (۱)

اللہ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور اللہ کو اپنی تعریف سے زیادہ اور کوئی چیز پسند نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی خود مدح کی ہے۔

قرآن حکیم میں بے شمار مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا ذکر فرمایا اور سورۃ کہف میں تو یہاں تک فرمادیا:

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (۲)

”فرمادیجیے اگر سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لیے سیاہی بن جائے تو وہ میرے رب کے کلمات لکھنے سے پہلے ختم ہو جائے۔ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ولا تقر بوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن، رقم: ۴۶۳۴

۲۔ الکہف: ۱۰۹

مزید ایک مقام پر یوں فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ  
كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ<sup>(۱)</sup>

”زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی جسے مزید سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔“

صبح و شام کے اذکار، رکوع و سجود کی تسبیحات اور خاص مواقع کی دعائیں سب اللہ کے تعریفی کلمات پر مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بعض تعریفی کلمات ایسے ہیں جو اسے بہت پسند ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ  
اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ.<sup>(۲)</sup>

”دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارک کہ یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔“

غور کریں یہ دونوں کلمات جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف پر مشتمل ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کو اپنی تعریف پسند ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا بندہ بھی اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو نعت کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا ایک قابل تعریف عمل اور ثواب کا کام ہے بلکہ ہر مسلمان کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و

۱۔ لقمان: ۲۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازين القسط ليوم القيامة، رقم: ۷۵۶۳

توصیف کرے۔ آپ ﷺ سے اپنی جان سے بڑھ کے محبت کرے اور آپ ﷺ کی ذات کا ہر ممکن دفاع کرے۔ جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دفاع کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: فَكَيْفَ بِنَسَبِي، فَقَالَ حَسَّانُ: لِأَسْلَتِكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعْرَةَ مِنَ الْعَجِينِ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: ذَهَبْتُ أَسْبُ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: لَا تَسُبَّهُ، فَإِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. (۱)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا اور میرا خاندان تو ایک ہی ہے (پھر تو میں بھی اس ہجو میں شریک ہو جاؤں گا)۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہجو سے آپ کو اس طرح صاف نکال دوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ کی مجلس میں برا کہنے لگا تو انہوں نے کہا کہ حسان کو برا بھلا نہ کہو، وہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے مشرکوں کو جواب دیتا تھا۔

لیکن مدحتِ رسول ﷺ کے کچھ آداب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے برابر یا اللہ تعالیٰ سے برتر ظاہر کرنا درست نہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَبَ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ. (۲)

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم علیہا السلام

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب هجاء المشركين، رقم: ۶۱۵۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبياء، باب قول الله تعالى، واذكر في الكتاب مريم، رقم: ۳۴۴۵

کو نصاریٰ نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔“

سیدہ ریح بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ بُنَيِّ عَلِيٍّ، فَجَلَسَ عَلَيَّ فِرَاشِي كَمَا جَلَسْتُ مِثِّي، وَجَوَيْرِيَاتٍ يَضْرِبْنَ بِالذَّفِ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَقُولِي هَكَذَا وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ. (۱)

”جس رات میری شادی ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صبح میرے یہاں تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے، جیسے اب تم یہاں میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔ چند بچیاں دف بجارہی تھیں اور وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جن میں ان کے ان خاندان والوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ اُن میں سے ایک لڑکی نے یہ مصرع بھی پڑھا کہ ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کل ہونے والی بات کو جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نہ پڑھو، اور جو پہلے پڑھ رہی تھیں وہی پڑھو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا ایک مقدس اور پاکیزہ عمل ہے۔ اس میں ان باتوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔

فوت شدگان کی تعریف

فوت شدگان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا (۲)

”مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے جیسا عمل کیا اس کا بدلہ پالیا۔“

فوت شدگان کی جائز تعریف کرنا جس کے وہ مستحق تھے ایک اچھا عمل گردانا یا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائكة بدرا، رقم: ۴۰۰۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما ينهى عن سب الاموات، رقم: ۱۳۹۳

مَزُوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنُوا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبْتُ، ثُمَّ مَزُوا بِأُخْرَى  
فَأَثْنُوا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: وَجَبْتُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا وَجَبْتُ، قَالَ:  
هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبْتُ لَهُ الْجَنَّةَ، وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبْتُ لَهُ النَّارَ، أَنْتُمْ  
شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ (۱)

”صحابہ رضی اللہ عنہم کا گزر ایک جنازہ پر ہوا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے (کہ کیا اچھا آدمی  
تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو  
لوگ اس کی برائی کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اس پر حضرت عمر  
بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میت کی تم  
لوگوں نے تعریف کی ہے اس کے لیے توجنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے  
لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔“

واضح رہے یہاں اچھی تعریف کرنے والے وہ لوگ مراد ہیں جو نیک اور صالح افراد ہیں۔  
ایسے لوگوں کو ہی زمین میں اللہ کے گواہ کہا گیا ہے۔ حدیث مبارک پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ  
تعریف کرنے والے صحابہ کرام ہیں جو متقی لوگ تھے۔ پس ایسے ہی لوگوں کی گواہی عند اللہ مقبول  
ہے۔ کسی کے مرنے پر اگر صالحین بھی اس کے حق میں اچھی گواہی دیں تو یہ اس آدمی کے نیک  
ہونے کی دلیل ہے۔

## تعریف کا دوسرا رخ تنقید

جس طرح تعریف کی دو اقسام ہیں اسی طرح تنقید کی بھی دو اقسام ہیں:

(۲) منفی تنقید

(۱) مثبت تنقید

### مثبت تنقید

اسے تنقید برائے اصلاح بھی کہا جاسکتا ہے وہ تنقید جس میں اصلاح کا پہلو ہو اور دوسرے  
آدمی کی عزت نفس کو برقرار رکھا جائے اسے مجروح نہ کیا جائے قابل تعریف تنقید ہے۔ تنقید میں  
چند اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، رقم: ۱۳۶۷



۱۔ اگر شریعت کی کوئی بات بندہ اپنی طبیعت پر گراں محسوس کرتا ہے تو شرعی مسئلہ پر تنقید کرنا جائز نہیں ہوگا۔ وہاں بس گردن جھکا دینا ضروری ہے۔ جیسے داڑھی پر تنقید نہیں کی جاسکتی، شلووار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کو ہدف تنقید نہیں بنایا جاسکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری تعلیمات اور سارے فیصلے بجا اور درست ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی انگلی نہیں رکھی جاسکتی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرائط لکھی گئیں ان میں تقریباً سب ہی شرائط کافروں کی مانی گئی تھیں۔ اس پر بعض مسلمانوں نے دل میں محسوس کیا کہ شاید ہم دب گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کافروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے بہادر آدمی تھے، ان سے رہا نہ گیا وہ بارگاہ رسالت میں آئے، فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدِّينَةَ فِي دِينِنَا إِذَا قَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيهِ وَهُوَ نَاصِرِي، قُلْتُ: أَوْلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَا سَأَلْتُ الْبَيْتَ فَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَا نَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قَالَ: قُلْتُ لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمَطُوفٌ بِهِ، قَالَ: فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا بَكْرٍ، أَلَيْسَ هَذَا نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدِّينَةَ فِي دِينِنَا، إِذَا قَالَ: أَيُّهَا الرَّجُلُ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللَّهِ صِدِّيقِي وَوَلِيِّي رَبُّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمِمْكَ بِعَزْزِهِ، فَوَاللَّهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ، قُلْتُ: أَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا أَنَا سَأَلْتُ الْبَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ؟ قَالَ: بَلَى، فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّكَ تَأْتِيهِ الْعَامَ؟ قُلْتُ: لَا، قَالَ: فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمَطُوفٌ بِهِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: فَعَمِلْتُ لِذَلِكَ أَعْمَالًا (۱)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! میں نے کہا پھر اپنے دین کے معاملے میں کیوں دہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ میں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ آپ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب، رقم: ۲۷۳۱

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے لیکن کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا نہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قید کے ساتھ نہیں فرمایا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم بیت اللہ ضرور پہنچو گے اور ایک دن اس کا طواف کرو گے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا اور ان سے بھی یہی پوچھا کہ ابو بکر! کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں؟ انہوں نے بھی کہا کہ کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں! میں نے کہا کہ پھر اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا جناب! بلا شک و شبہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اپنے رب کی حکم عدولی نہیں کر سکتے اور رب ہی ان کا مددگار ہے پس ان کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اللہ گواہ ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ نہیں کہتے تھے کہ عنقریب ہم بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے لیکن کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال آپ بیت اللہ پہنچ جائیں گے۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ ایک نہ ایک دن بیت اللہ پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ زہری نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد میں، میں نے اپنی عجلت پسندی کی مکافات کے لیے کئی نیک اعمال کئے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تمام سوالوں کا صرف ایک ہی جامع جواب دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں یعنی جب تم میرے رسول ہونے پر ایمان لے آئے ہو تو پھر یہ بات ذہن نشین کر لو میرے تمام فیصلوں پر تمہارے لیے تنقید کا جواز ختم ہو چکا ہے۔ بس تمہارا کام ایمان لانا اور میرے فیصلوں پر تسلیم خم کر دینا ہے اور یہی بات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہی کہ عمر! وہ اللہ کے رسول ہیں ہمارا کام بس ان کی اطاعت کرنا ہے وہ جو بھی فیصلہ فرمادیں اسے مان لینا ہمارے ایمان کا اولین تقاضہ ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر اور شرعی مسائل پر تنقید کرنا جائز نہیں۔

۲۔ تنقید کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر تنقید مجمع میں سب لوگوں کے سامنے کی جاتی ہے تو اس کا

جواب بھی سب کے سامنے ہی دیا جائے تاکہ لوگوں کے اذہان میں اٹھنے والے شکوک و شبہات ختم ہو جائیں۔ حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مصر سے ایک آدمی بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے آیا اور اس نے وہاں کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا ان میں جو بزرگ آدمی بیٹھے ہیں وہ کون ہیں؟ بتایا کہ یہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس وہ مصری حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا:

يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَى أَيْتِنُ لَكَ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ، وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا الْآنَ مَعَكَ. (۱)

اے ابن عمر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے بتائیں گے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے احد کی لڑائی سے راہ فرار اختیار کی تھی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے۔ جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ یہ سن کر اس کی زبان سے نکلا اللہ اکبر تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: قریب آ جاؤ، اب میں تمہیں ان واقعات کی تفصیل سمجھاؤں گا۔ احد کی لڑائی سے فرار کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۹۸

معاف کر دیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور اس وقت وہ بیمار تھیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں (مریضہ کے پاس ٹھہرنے کا) اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوگا اور اسی کے مطابق مال غنیمت سے حصہ بھی ملے گا اور بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر اگر وادی مکہ میں کوئی شخص (مسلمانوں میں سے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت والا اور بااثر ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسی کو ان کی جگہ وہاں بھیجتے، یہی وجہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے انہیں (قریش سے باتیں کرنے کے لیے) مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت رضوان ہو رہی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے شخص سے فرمایا کہ جا، ان باتوں کو بھی ساتھ لے جا۔

اس آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پر تنقید سب کے سامنے تھی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی فوری اور سب کے سامنے اس تنقید کا رد کیا تا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اٹھنے والے اعتراضات لوگوں کے ذہنوں سے صاف ہو جائیں۔

۳۔ اگر فرد واحد کو سمجھانا مقصود ہو تو اسے علیحدگی میں سمجھایا جائے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک گھریلو مسئلہ میں سمجھانا ضروری سمجھا تو ان کے گھر میں جا کے علیحدگی میں ان سے بات کی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مذکور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَاللَّهِ إِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعْدُ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِنَّ مَا أَنْزَلَ، وَقَسَمَ لَهِنَّ مَا قَسَمَ، قَالَ: فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَمَّرُهُ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتِي لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَقُلْتُ لَهَا: مَالِكَ وَلِمَا هُنَا وَفِيمَ تَكُلْفِكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ، فَقَالَتْ لِي: عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَابِ مَا تُرِيدُ أَنْ تُرَاجِعَ أَنْتَ وَإِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَ يَوْمَهُ غَضَبَانَ، فَقَامَ عَمْرٌ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ مَكَانَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ، فَقَالَ لَهَا: يَا بِنْتِي إِنَّكَ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَ يَوْمَهُ غَضَبَانَ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: وَاللَّهِ إِنْ أَلْتُرَاجِعُهُ، فَقُلْتُ: تَعْلَمِينَ

أَبِي أَحَدِزِكِ عُقُوبَةَ اللَّهِ وَغَضَبَ رَسُولِهِ ﷺ يَا بِنْتَهُ لَا يَغْرَنَكَ هَذِهِ الَّتِي أُعْجِبَهَا حُسْنُهَا  
حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا هَا، يُرِيدُ عَائِشَةَ (۱)

”اللہ کی قسم! زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی عزت نہ تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں وہ احکام نازل کئے جو نازل کرنے تھے اور ان کے حقوق مقرر کئے جو مقرر کرنے تھے۔ بتلایا کہ ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ بہتر ہے اگر تم اس کام کو اس طرح کرو، میں نے کہا تمہارا اس میں کیا کام۔ معاملہ مجھ سے متعلق ہے تم اس میں دخل دینے والی کون ہوتی ہو؟ میری بیوی نے اس پر کہا: خطاب کے بیٹے! تمہارے اس طرز عمل پر حیرت ہے تم اپنی باتوں کا جواب برداشت نہیں کر سکتے تمہاری لڑکی (حفصہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جواب دے دیتی ہے ایک دن تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ بھی دلا دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر اوڑھ کر سیدہ حفصہ کے گھر پہنچے اور فرمایا بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا جواب دے دیتی ہو یہاں تک کہ ایک دن تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دن بھر ناراض بھی رکھا ہے۔ سیدہ حفصہ نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کی قسم! ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جواب دے دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا جان لو میں تمہیں اللہ کی سزا اور اس کے رسول کی سزا (ناراضگی) سے ڈراتا ہوں۔ بیٹی! اس عورت کی وجہ سے دھوکا میں نہ آجانا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل کر لی ہے۔ ان کا اشارہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تھا۔“

جب اس طرح علیحدگی میں کسی کے ناپسندیدہ عمل پر مثبت تنقید کی جاتی ہے اور اسے سمجھایا جاتا ہے تو اس کا دل درستگی کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اگر سب کے سامنے تنقید کی جائے تو اس کا منفی رد عمل ہو سکتا ہے اور اس کا نفس اسے ہٹ دھرمی کے راستے پر بھی ڈال سکتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر سنت کی مخالفت کرتا ہے تو اس پر تنقید بھی سب کے سامنے کی جا سکتی ہے۔ جیسے مروان نے جب اپنے دور حکومت میں نماز عید سے پہلے خطبہ دینا چاہا تو ایک آدمی نے سب کے سامنے اس پر تنقید کی اور صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب تبغی مرضات ازواجک، رقم: ۴۹۱۳

تعریف کی کہ اس نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں مذکور ہے:

أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ. فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تَرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (۱)

”سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا وہ مروان تھا۔ اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہے مروان نے کہا یہ عمل چھوڑ دیا گیا ہے۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی کسی برے کام کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے ہی سہی (کہ وہ اسے بُرا جانے)۔“

۵۔ تنقید میں دوسرے کی شخصیت کا وقار برقرار رہنا چاہیے۔ اس لیے کہ مثبت تنقید کا مقصد اصلاح ہوتا ہے۔ کسی کی توہین کرنا مقصد نہیں ہوتا۔ اگر تنقید میں توہین کا پہلو غالب ہو تو اسے مثبت تنقید نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے جن میں ایک عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے مہینہ میں کیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کرتے ہوئے کہا:

يَا أُمَّهُ، يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَتْ: مَا يَقُولُ؟ قَالَ: يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ، قَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا اعْتَمَرَ عُمَرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ، وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ. (۲)

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النهی عن المنکر من الایمان، رقم: ۷۸

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب کم اعتمر النبی ﷺ، رقم: ۱۷۷۵

”اے میری امی جان! اے ام المؤمنین! ابو عبد الرحمن کی بات آپ سن رہی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے تھے جن میں سے ایک رجب میں کیا تھا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم کرے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ خود موجود نہ رہے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔“

غور فرمائیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر تنقید کی ہے لیکن تنقید سے پہلے ان کے لیے دعا کی ”اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم کرے“ پھر ان کی ان الفاظ میں تعریف کی ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے عمرے کیے ان تمام میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ان کلمات کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔ ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنتَشِرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ؟ فَقَالَ: لِأَنَّ أَطْلِيَّ بِالْقَطْرِ أَنْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ، فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَقَدْ كُنْتُ أَطْيِبُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَيَطُوفُ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ يَنْضَعُ طَيْبًا. (۱)

”محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احرام کے وقت خوشبو کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے کہا: تارکول لگالینا میرے نزدیک اس سے زیادہ بہتر ہے۔ پس میں نے اس بات کا ذکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا، تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے، میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی، پھر آپ اپنی بیویوں کا چکر لگاتے، اور آپ اس حال میں صبح کرتے کہ آپ کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہوتی۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ تنقید کرتے ہوئے کسی کے وقار کو مجروح نہ کیا جائے۔ اختلاف رائے ہو لیکن سلیقہ اختلاف کے ساتھ دوسرے آدمی کے علم پر تنقید کرنا اور بھاری بھر کم جملے استعمال کرنا یا اسے جاہل قرار دینا پسندیدہ عمل نہیں۔

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب مناسک الحج، باب موضع الطیب، رقم: ۲۷۰۴

۶۔ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے چرب زبانی کی بجائے دلائل سے کام لیا جائے۔ بعض لوگ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے دلائل کی بجائے دوسرے آدمی کی ذات و شخصیت پر بلا جواز اعتراضات سے غالب آنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وزن دلائل کا ہوتا ہے نہ کہ رکیک جملوں کا بلکہ گھٹیا جملے بات کے وزن کو کم کر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آپس کی گفتگو اتنی جامع ہوتی تھی کہ دلائل کے تبادلہ میں شخصیت پر اعتراض تو بہت دور کی بات ہے، دلائل دیتے ہوئے کسی شخصیت کا نام تک نہیں لیا جاتا تھا۔ ذیل کی روایت پڑھیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت کعب اور پھر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے ایک مسئلہ میں اختلاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن دونوں اطراف سے دلائل سے بات ہو رہی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ الطُّورَ فَوَجَدْتُ ثَمَّ كَعْبًا، فَمَكَثْتُ أَنَا وَهُوَ يَوْمًا أُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحَدِّثُنِي عَنِ التَّوْرَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أَهْبَطَ، وَفِيهِ تَيْبَ عَلَيْهِ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ تَقَوْمُ السَّاعَةِ، مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ تُصْبِحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مُصِيحَةً، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا ابْنَ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا مَوْمِنٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَقَالَ كَعْبٌ: ذَلِكَ يَوْمٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ، فَقُلْتُ: بَلْ هِيَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، فَقَرَأَ كَعْبُ التَّوْرَةَ، ثُمَّ قَالَ: صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ. فَخَرَجْتُ فَلَقَيْتُ بَصْرَةَ بْنَ أَبِي بَصْرَةَ الْعِفَارِيَّ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قُلْتُ: مِنَ الطُّورِ، قَالَ: لَوْ لَقَيْتُكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَهُ لَمْ تَأْتِهِ، قُلْتُ لَهُ: وَلِمَ؟ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَعْمَلُ الْمَطْيُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَلَقَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ، فَقُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي خَرَجْتُ إِلَى الطُّورِ فَلَقَيْتُ كَعْبًا فَمَكَثْتُ أَنَا وَهُوَ يَوْمًا أُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحَدِّثُنِي عَنِ التَّوْرَةِ، فَقُلْتُ لَهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أَهْبَطَ، وَفِيهِ تَيْبَ عَلَيْهِ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ تَقَوْمُ



السَّاعَةَ، مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ تُصْبِحُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مُصِيحَةً حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا ابْنَ آدَمَ، وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُؤْمِنٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ كَعْبٌ: ذَلِكَ يَوْمٌ فِي كُلِّ سَنَةٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ: كَذَبَ كَعْبٌ، قُلْتُ: ثُمَّ قَرَأَ كَعْبٌ، فَقَالَ: صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: صَدَقَ كَعْبٌ إِنْ لَمْ تَلِكِ السَّاعَةَ، قُلْتُ: يَا أَخِي، حَدِّثْنِي بِهَا، قَالَ: هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ قُلْتُ: أَلَيْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُصَادِفُهَا مُؤْمِنٌ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، وَلَيْسَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ صَلَاةً، قَالَ: أَلَيْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ صَلَّى، وَجَلَسَ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ لَمْ يَزَلْ فِي صَلَاتِهِ حَتَّى تَأْتِيَهُ الصَّلَاةُ الَّتِي تَلَا قِيَّهَا قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهُوَ كَذَلِكَ (۱)

”میں طور پہاڑی پر آیا تو وہاں مجھے کعب (کعب احبار) نے ملے میں اور وہ دونوں ایک دن تک ساتھ رہے، میں ان سے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں بیان کرتا تھا، اور وہ مجھ سے تورات کی باتیں بیان کرتے تھے، میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن (دنیا میں) اتارے گئے، اسی دن ان کی توبہ قبول کی گئی، اسی میں ان کی روح نکالی گئی، اور اسی دن قیامت قائم ہوگی، زمین پر رہنے والی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو جمعہ کے دن قیامت کے ڈر سے صبح کو سورج نکلنے تک کان نہ لگائے رہے، سوائے ابن آدم کے، اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ کسی مومن کو یہ گھڑی مل جائے اور وہ نماز کی حالت میں ہو اور وہ اللہ سے اس ساعت میں کچھ مانگے تو وہ اسے ضرور دے گا“، کعب نے کہا: یہ ہر سال میں ایک دن ہے، میں نے کہا: نہیں، بلکہ یہ گھڑی ہر جمعہ میں ہوتی ہے، تو کعب نے تورات کو دیکھا اور کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے، یہ ہر جمعہ میں ہے۔ پھر میں (وہاں سے) نکلا، تو میری ملاقات حضرت بصرہ بن ابی بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا: آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا: طور سے، انہوں نے کہا: کاش کہ میں آپ سے وہاں جانے سے پہلے ملا ہوتا، تو آپ وہاں نہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب ذکر الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة، رقم: ۱۴۳۰

جاتے، میں نے ان سے کہا: کیوں؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ فرما رہے تھے: ”سواریاں استعمال نہ کی جائیں یعنی سفر نہ کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف: ایک مسجد الحرام کی طرف، دوسرا میری مسجد یعنی مسجد نبوی کی طرف، اور تیسرا مسجد بیت المقدس کی طرف۔ پھر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے کہا: کاش آپ نے مجھے دیکھا ہوتا، میں طور گیا تو میری ملاقات کعب سے ہوئی، پھر میں اور وہ دونوں پورا دن ساتھ رہے، میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتا تھا، اور وہ مجھ سے تورات کی باتیں بیان کرتے تھے، میں نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دنوں میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے جس میں سورج نکلتا ہے، اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی میں دنیا میں اتارے گئے، اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی، اسی میں ان کی روح نکالی گئی، اور اسی میں قیامت قائم ہوگی، زمین پر کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جو قیامت کے ڈر سے جمعہ کے دن صبح سے سورج نکلنے تک کان نہ لگائے رہے سوائے ابن آدم کے، اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جس مسلمان کو وہ گھڑی نماز کی حالت میں مل جائے، اور وہ اللہ سے کچھ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ چیز ضرور دے گا، اس پر کعب نے کہا: ایسا دن ہر سال میں ایک ہے، تو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: کعب نے غلط کہا، میں نے کہا: پھر کعب نے (تورات) پڑھی اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، وہ ہر جمعہ میں ہے، تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: کعب نے سچ کہا، پھر انہوں نے کہا: میں اس گھڑی کو جانتا ہوں، تو میں نے کہا: اے بھائی! مجھے وہ گھڑی بتادیں، انہوں نے کہا: وہ گھڑی جمعہ کے دن سورج ڈوبنے سے پہلے کی آخری گھڑی ہے، تو میں نے کہا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا: ”جو مومن اس گھڑی کو پائے اور وہ نماز میں ہو“ جبکہ اس گھڑی میں کوئی نماز نہیں ہے، تو انہوں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”جو شخص نماز پڑھے پھر بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے، تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے“ میں نے کہا: کیوں نہیں، سنا ہے اس پر انہوں نے کہا: تو وہ اسی طرح ہے۔“

جو لوگ دلائل کی بجائے صرف تنقید کا راستہ اپناتے ہیں وہ کبھی دوسروں کو مطمئن نہیں کر پاتے بلکہ وہ اپنا وزن بھی کھودیتے ہیں۔ منفی تنقید ہٹ دھرمی کے پہلو کو ہوا دیتی ہے اور ہٹ دھرمی

میں تعمیر نہیں تخریب ہوتی ہے اور کسی بھی شخصیت کے بگاڑ میں تخریب کا عنصر انتہائی مہلک کردار ادا کرتا ہے۔

### منفی تنقید

تنقید کی دوسری قسم منفی تنقید ہے جسے تنقید برائے تنقید بھی کہا جاسکتا ہے۔ منفی تنقید زہر میں بچھا ہوا ایک نشتر ہے جس سے احساسات اور عزتوں کو زخمی کیا جاتا ہے۔ ایسی تنقید بعض دفعہ بڑے سے بڑے آدمی کو بھی مشتعل کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک دفعہ ایسی تنقید سے غصہ میں آگئے تھے۔ حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں

أَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي شَرَاخٍ مِنَ الْحَرَّةِ، كَانَا يَسْقِيَانِ بِهِ كِلَاهُمَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهِ وَاللَّهِ رَسُولٌ لِّلزُّبَيْرِ: اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أُرْسِلْ إِلَى جَارِكِ، فَعَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْ كَانَ ابْنُ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوْنَ وَجْهَهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: اسْقِ، ثُمَّ أَحْبَسَ حَتَّى يَبْلُغَ الْجَدْرَ، فَاسْتَوْعَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينِيذِ حَقِّهِ لِلزُّبَيْرِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ ذَلِكَ أَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَأْيِ سَعَةٍ لَهُ وَلِلْأَنْصَارِيِّ، فَلَمَّا أَحْفَظَ الْأَنْصَارِيُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اسْتَوْعَى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ مَا أَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ إِلَّا فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحْكَمُوا لَكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ<sup>(۱)</sup>

”سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ان میں اور ایک انصاری صحابی میں جو بدر کی لڑائی میں بھی شریک تھے، مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ دونوں حضرات اس نالی سے (اپنے باغ) کو سیراب کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، زبیر! تم پہلے سیراب کر لو، پھر اپنے پڑوسی کو بھی سیراب کرنے دو، اس پر انصاری کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا، یا رسول اللہ! اس وجہ سے کہ یہ آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں۔۔۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، اے زبیر! تم سیراب کرو اور پانی کو (اپنے باغ میں) اتنی دیر تک آنے دو کہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اشار الامام بالصلح فابى حکم علیہ بالحکم البین، رقم: ۲۷۰۸

دیوار تک چڑھ جائے۔ اس مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق عطا فرمایا، اس سے پہلے آپ ﷺ نے ایسا فیصلہ کیا تھا، جس میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور انصاری صحابی دونوں کی رعایت تھی۔ لیکن جب انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو غصہ دلایا تو آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قانون کے مطابق پورا حق عطا فرمایا۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، قسم اللہ کی! میرا خیال ہے کہ یہ آیت فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم اسی واقعہ پر نازل ہوئی تھی ”پس ہرگز نہیں! تیرے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے اختلافات میں آپ ﷺ کے فیصلے کو دل و جان سے تسلیم نہ کر لیں۔“

بھلا رسول اللہ ﷺ انصاف کے معاملہ میں رشتہ دار کو رعایت دے سکتے ہیں؟ ایسا تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ انصاری کا یہ اعتراض بالکل بے جا تھا یہ ایک ایسی تنقید تھی جس میں صرف غصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فیصلہ میں انصاری کا خیال کیا تھا حالانکہ وہ اس رعایت کا استحقاق نہیں رکھتا تھا اور جب اس نے رسول اللہ ﷺ پر بے جا تنقید کی تو آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دے دیا اور انصاری کو جو رعایت دی گئی تھی وہ اس کے احترام میں تھی جبکہ وہ اس کا مستحق نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے وہ رعایت اس سے واپس لے لی۔ انصاری کی طرف سے نبی ﷺ پر یہ ایک منفی تنقید تھی جس نے انصاری کو ملنے والی رعایت اس سے چھین لی۔ پس منفی تنقید بندے کو فائدہ دینے کی بجائے اس کے لیے نقصان کا پیش خیمہ بن جاتی ہے اور اس سے محبت و پیار کے پھول کھلنے کی بجائے نفرتوں کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔

## والدین کی خدمت میں کوتاہی کرنے پر غصہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَغِمَ أَنْفٌ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفٌ، قِيلَ: مَنْ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكَبِيرِ، أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (۱)

”خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، پھر خاک آلود ہو اس کی ناک، کہا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کی؟ فرمایا جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر ان کی خدمت گزاری کر کے جنت میں نہ چلا جائے۔“

عربی زبان میں رَغِمَ أَنْفٌ ”اس کی ناک خاک آلود ہو“ عموماً غصہ کی حالت میں بولا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باریہ کلمہ بولا اور اس آدمی پر غصے کا اظہار فرمایا جو بوڑھے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے۔ والدین کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت سے جنت کو مشروط کر دیا ہے۔ انسان ساری زندگی قیمتی سے قیمتی ترین چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہتا ہے اور ایسی چیزوں کے لیے محنت اور کوشش بھی کرتا ہے۔ جب یہ چیزیں اسے مل جاتی ہیں تو وہ انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے اور ان کی حفاظت کا پورا خیال رکھتا ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو بن مانگے انسان کو مل جاتی ہیں اور ان کی اہمیت کا احساس اسے تب ہوتا ہے جب وہ چیزیں اس سے چھین جاتی ہیں۔ جیسے والدین بچے کو بن مانگے مل جاتے ہیں، جب بچہ دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تو ماں اس کے سامنے مسکرا رہی ہوتی ہے وہ اسے اپنے گلے سے لگاتی ہے باپ کی نظریں محبت سے اسے تک رہی ہوتی ہیں اس نے باری تعالیٰ سے ماں باپ کی دُعا نہیں مانگی اللہ نے بن مانگے اسے ان دوستوں کا مالک بنا دیا۔ دنیا کی قیمتی ترین چیزوں میں قیمتی ترین چیز ماں اور باپ کی شخصیات ہے۔ وہ خادموں کی طرح بچے کے لیے کھانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس کے لیے کپڑے بناتے ہیں وہ بیمار ہو جائے تو اس کا علاج

۱۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب رَغِمَ أَنْفٌ مِنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِمَا، رَقْم: ۲۵۵۱

کرواتے ہیں۔ غرضیکہ بچے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وہ اپنا آرام و سکون قربان کر دیتے ہیں یہ بن مانگے کے دورشتے ہیں اور اتنے قیمتی ہیں کہ ان سے بڑھ کر بچے کا کوئی ہمدرد نہیں اور نہ ان سے بڑھ کے کوئی مخلص ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان قیمتی رشتوں کی قدر دانی کا حکم دیا ہے۔  
والدین سے حسن سلوک انبیاء کی صفت ہے

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب بڑھاپے کی عمر میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کا سوال کیا اس وقت وہ عالم پیری میں تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے سے نوازا اور بیٹے کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی یحییٰ رکھا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام جب سوچنے سمجھنے کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا

يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا۔ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا۔ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (۱)

”اے یحییٰ علیہ السلام! کتاب الہی کو مضبوطی سے تھام لو اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں قوت فیصلہ سے نوازا اور اپنی طرف سے انہیں نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے والے تھے اور نہ وہ سخت مزاج تھے اور نہ نافرمان، سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ فوت ہوئے اور جس دن انہیں زندہ اٹھایا جائے گا۔“  
ہر پیغمبر اعلیٰ ترین معاشرتی خوبیوں کا مالک ہوتا ہے اور وہ اخلاقی و کردار میں بلند مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی بے شمار خوبیوں میں سے چند خوبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان میں سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔

سیدہ مریم علیہا السلام نے جب عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا اور وہ بچے کو اٹھا کر قوم کے پاس آئیں تو لوگوں نے کہا:

يَا أُخْتِ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا۔ فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُنكِلُكَ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا۔ وَجَعَلَنِي

مُبَارَكًا أَيَّنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا - وَبَرًّا بِوَالِدَيْي وَلَمْ يَجْعَلْنِي  
جَبَّارًا شَقِيًّا - وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا<sup>(۱)</sup>

”اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔  
پس مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے  
میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے (تو بچے نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا  
اور مجھے بابرکت کیا، میں جہاں بھی رہوں اور اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے  
جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش و  
بدبخت نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں فوت ہوں گا اور جس دن  
زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔“

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے انجیل نازل فرمائی جس میں بہت سے احکام ہیں اور بطور  
خاص انہیں اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ والدین سے اچھا سلوک کرنا  
انبیاء کی صفت ہے۔ والدین سے حسن سلوک پر بہت سی احادیث مروی ہیں۔ یہاں تک کہ  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد جیسے عظیم عمل میں شرکت کی خواہش کرنے والے بعض افراد کو والدین کی  
خدمت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ سیدنا معاویہ بن جاحمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ  
أَبْتَنِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحْيَيْتُ أُمَّكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ:  
ارْجِعْ، فَبَرَّهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْجَانِبِ الْآخِرِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ أَرَدْتُ الْجِهَادَ  
مَعَكَ أَبْتَنِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحْيَيْتُ أُمَّكَ، قُلْتُ: نَعَمْ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَارْجِعْ إِلَيْهَا فَبَرَّهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنْ أَمَامِي فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ  
أَرَدْتُ الْجِهَادَ مَعَكَ أَبْتَنِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ، قَالَ: وَيْحَكَ، أَحْيَيْتُ أُمَّكَ،  
قُلْتُ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: وَيْحَكَ الزَّمِ رِجْلَهَا فَنَمَّ الْجَنَّةَ<sup>(۲)</sup>

۱ - مریم: ۲۸ تا ۳۳

۲ - صحیح - سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الجہاد، باب الرجل یغزولہ أبوان، رقم: ۲۷۸۱

میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: میں اللہ کی رضا اور دار آخرت کی بھلائی کے لیے آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”افسوس، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟“ میں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”واپس جاؤ، اور اپنی ماں کی خدمت کرو“ پھر میں دوسری جانب سے آیا، اور میں نے عرض کیا: میں اللہ کی رضا جوئی اور دار آخرت کی خاطر آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا تیری ماں زندہ ہے؟“ میں نے پھر کہا: ہاں! اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کے پاس واپس چلے جاؤ اور اس کی خدمت کرو“، پھر میں آپ ﷺ کے سامنے سے آیا اور آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے اللہ کی رضا اور دار آخرت کے لیے آپ کے ساتھ جہاد کا ارادہ کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”افسوس، کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟“ میں نے جواب دیا: ہاں! اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”افسوس! اس کے پاؤں پاس رہو، وہیں جنت ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَجَاهِدُ قَالَ: لَكَ أَبَوَانِ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ. (۱)

”ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ماں باپ موجود ہیں انہوں نے کہا: جی ہاں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کی خدمت میں جہاد کرو۔“

ہجرت بھی والدین کی اجازت سے

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ، قَالَ: أَبَوَايَ، قَالَ: أَذِنَا لَكَ، قَالَ: لَا، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنَهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا. (۲)

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن سے ہجرت کر کے آیا، آپ نے اس سے فرمایا:

۱- صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لایجہد الا باذن الابوين، رقم: ۵۹۷۲

۲- صحیح- سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجہاد، باب فی الرجل یغزو و ابواہ کارہان، رقم ۲۵۳۰



”کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟“ اس نے کہا: ہاں، میرے ماں باپ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟“ اس نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کے پاس واپس جاؤ اور اجازت لو، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان دونوں کی خدمت کرو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي جِئْتُ أَبَايُغْلِكَ عَلَى الْهَجْرَةِ وَلَقَدْ تَرَكْتُ  
أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، قَالَ: ازْجِعْ إِلَيْهِمَا فَأُضْحِكُهُمَا كَمَا أُبْكِيْتَهُمَا. (۱)

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ سے ہجرت پر بیعت کروں، اور میں نے اپنے ماں باپ کو روتا چھوڑا ہے، آپ نے فرمایا: ”تم ان کے پاس واپس جاؤ اور انہیں جس طرح تم نے رلایا ہے اسی طرح ہنساؤ“

### والدین کی خدمت پر انعامات

والدین کی خدمت میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے یہاں ان چند انعامات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا حصول والدین کی خدمت پر موقوف ہے۔

☆ والدین کے خدمت گار کی اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے ہیں اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ روایت ہے جس پر امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ باب قائم کیا ہے ”اجابة دعاء من بر والديه“ جو شخص اپنے والدین سے نیک سلوک کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا ثَلَاثَةٌ نَفَرٍ يَتَمَشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ  
غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأُطْبِقَتْ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: انظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا لِلَّهِ  
صَالِحَةً، فَادْعُوا اللَّهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ  
كَبِيرَانِ وَلِي صَبِيَّةٌ صَغَارٌ كُنْتُ أُرْعَى عَلَيْهِمْ، فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيْ  
أَسْقِيَهُمَا قَبْلَ وَلَدِي، وَإِنَّهُ نَاءَ بِي الشَّجَرُ فَمَا أَتَيْتُ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا، فَحَلَبْتُ  
كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوسِهِمَا، أَكْرَهُ أَنْ أَوْقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا،

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب البیعة، باب البیعة علی الهجرة، رقم: ۴۱۶۳

وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصَّبِيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصَّبِيَةُ يَتَضَاعَوْنَ عِنْدَ قَدَمِي، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَائِبِي وَدَائِبُهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، فَفَرَجَ اللَّهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ، وَقَالَ الثَّانِي: اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةٌ عَمَّ أَحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى آتَيْتَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَسَعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ، وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ عَنْهَا، اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً، وَقَالَ الْآخِرُ: اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا ابْفَرِقِ أُرْزِ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ، فَلَمْ أَزَلْ أُرْزَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقْرًا وَرَاعِيَهَا، فَجَاءَنِي فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَظْلِمْنِي وَأَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقْرِ وَرَاعِيَهَا، فَقَالَ: اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَهْزَأْ بِي، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذَلِكَ الْبَقْرَ وَرَاعِيَهَا فَأَخْذُهُ فَاَنْطَلَقَ بِهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءً وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللَّهُ عَنْهُمْ. (۱)

” تین آدمی چلتے ہوئے کہیں جا رہے تھے کہ بارش نے انہیں آلیا اور انہوں نے مڑ کر پہاڑی کی غار میں پناہ لی۔ اس کے بعد کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان گری اور اس کا منہ بند ہو گیا۔ اب انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے جونیک کام کئے ہیں ان میں سے ایسے کام کو دھیان میں لاؤ جو تم نے خالص اللہ کے لیے کیا ہو، تاکہ اللہ سے اس کے ذریعہ دعا کرو ممکن ہے وہ غار کو کھول دے۔ اس پر ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! میرے والدین تھے اور بہت بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا اور واپس آ کر دودھ نکالتا تو سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا اپنے بچوں سے بھی پہلے۔ ایک دن چارے کی تلاش نے مجھے بہت دور لے جا ڈالا چنانچہ میں رات گئے واپس آیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے والدین سوچکے ہیں۔ میں نے معمول کے مطابق دودھ نکالا پھر دودھ لے کر آیا اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا میں گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ انہیں نیند سے جگاؤں اور یہ بھی مجھ سے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اجابة دعاء من بر والديه، رقم: ۵۹۷۴

نہیں ہو سکتا تھا کہ والدین سے پہلے بچوں کو پلاؤں۔ بچے بھوک سے میرے قدموں پر لوٹ رہے تھے اور اسی کشمکش میں صبح ہو گئی۔ پس اے اللہ! اگر تیرے علم میں ہے کہ یہ کام میں نے صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دے کہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے (دعا قبول کی اور) ان کے لیے اتنی کشادگی پیدا کر دی کہ وہ آسمان دیکھ سکتے تھے۔ دوسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی اور میں اس سے محبت کرتا تھا، ایسی انتہائی محبت جو کوئی مرد ایک عورت سے کر سکتا ہے۔ میں نے اس سے بدکاری کی خواہش تو اس نے انکار کیا اور صرف اس شرط پر راضی ہوئی کہ میں اسے سو دینار دوں۔ میں نے دوڑ دھوپ کی اور سو دینار جمع کر لایا پھر اس کے پاس انہیں لے کر گیا پھر جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان میں بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو مت توڑ۔ میں یہ سن کر کھٹرا ہو گیا (اور زنا سے باز رہا) پس اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہمارے لیے کشادگی (چٹان کو ہٹا کر) پیدا کر دے۔ چنانچہ ان کے لیے تھوڑی سی اور کشادگی ہو گئی۔ تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک مزدور ایک فرق چاول کی مزدوری پر رکھا تھا اس نے اپنا کام پورا کر کے کہا کہ میری مزدوری دو۔ میں نے اس کو مزدوری دے دی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا اور اس کے ساتھ بے توجہی کی۔ میں اس کے اس بچے ہوئے دھان کو بوتارہا اور اس طرح میں نے اس سے ایک گائے اور اس کا چرواہا کر لیا (پھر جب وہ آیا تو) میں نے اس سے کہا کہ یہ گائے اور چرواہا لے جاؤ۔ اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا۔ اس گائے اور چرواہے کو لے جاؤ۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر چلا گیا۔ پس اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو (چٹان کی وجہ سے غار سے) نکلنے میں جو رکاوٹ باقی رہ گئی ہے اسے بھی کھول دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پوری طرح کشادگی کر دی جس سے وہ باہر آ گئے۔“

مذکورہ حدیث مبارک سے بہت سارے مسائل حل ہوتے ہیں۔ جن میں سے چیدہ چیدہ یہ ہیں (۱) والدین کی خدمت کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے (۲) والدین کی خدمت

ایک ایسا عمل ہے جو مشکلات سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ (۳) والدین کی خدمت اللہ کو راضی کرنے والا عمل ہے۔ (۴) خدمت والدین ایک ایسا عمل ہے جسے اللہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

☆ والدین کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھے اور یمن میں رہائش پذیر تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صرف اس لیے حاضر نہیں ہو سکے کہ ان کی والدہ بوڑھی تھیں جن کی وہ خدمت کیا کرتے تھے اور والدہ کو چھوڑ کے مدینہ تک آنے میں انہیں والدہ کی خدمت میں کوتاہی کا اندیشہ تھا۔ ان کی یہ ادا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَوْيسٌ، وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَمَرَّوهُ فَلَيْسَتْ غَفْرًا لَكُمْ<sup>(۱)</sup>

”تابعین میں بہترین شخص وہ ہیں جنہیں اویس کہا جاتا ہے ان کی ایک ماں ہے (یعنی اس کے رشتہ داروں میں صرف ماں زندہ ہے) ان کے جسم کو سفیدی ہو گئی تھی۔ تم اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لیے دُعا کریں۔“

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ عمر بھر اپنی والدہ کی خدمت گزاری کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں حاضر نہیں ہو سکے۔ اس طرح شرف صحابیت سے محروم ہو گئے لیکن والدہ کی خدمت کی وجہ سے اللہ نے انہیں یہ مقام دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رتبہ صحابیت پر فائز ہونے والوں سے فرمایا تم اویس تابعی سے اپنے لیے دُعا کروانا۔

پیار کرتا ہے نیازی جو زمانہ مجھ سے

یہ میری ماں کی دُعاؤں کا اثر لگتا ہے

خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یمن سے آنے والے قافلوں کا انتظار کرتے اور جب کوئی قافلہ آتا تو اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب من فضائل اویس القرنی، رقم: ۲۵۴۲

چنانچہ حضرت اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ، سَأَلَهُمْ: أَفِيكُمْ أَوْيُسُ بْنُ عَامِرٍ؟  
 حَتَّى أَتَى عَلَى أَوْيُسٍ فَقَالَ: أَنْتَ أَوْيُسُ بْنُ عَامِرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ مَرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ؟  
 قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَكَ وَالِدَةٌ؟  
 قَالَ: نَعَمْ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَأْتِي عَلَيْكُمْ أَوْيُسُ بْنُ عَامِرٍ  
 مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ، مِنْ مَرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ  
 وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبْرَهُ، فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِي،  
 فَاسْتَغْفِرَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَيَنْ تَرِيدُ؟ قَالَ: الْكُوفَةَ، قَالَ: أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلَى عَامِلِيهَا؟ قَالَ:  
 أَكُونُ فِي غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ. قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِنْ أَشْرَافِهِمْ،  
 فَوَافَقَ عُمَرَ، فَسَأَلَهُ عَنْ أَوْيُسٍ، قَالَ: تَرَ كُتْبَهُ رَثَ الْبَيْتِ، قَلِيلَ الْمَتَاعِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: يَأْتِي عَلَيْكُمْ أَوْيُسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ  
 مَرَادٍ، ثُمَّ مِنْ قَرْنٍ، كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ، إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى  
 اللَّهِ لَأَبْرَهُ، فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاتَى أَوْيُسًا فَقَالَ: اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: أَنْتَ  
 أَحَدْتُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: أَنْتَ أَحَدْتُ عَهْدًا بِسَفَرٍ  
 صَالِحٍ، فَاسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: لَقِيتَ عُمَرَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاسْتَغْفِرَ لَهُ، فَقَطِنَ لَهُ النَّاسُ، فَانْطَلَقَ عَلَى  
 وَجْهِهِ، قَالَ أَسِيرٌ: وَكَسَوْتُهُ بُرْدَةً، فَكَانَ كَلِمَارَ آهٍ إِنْسَانٌ قَالَ: مِنْ أَيِّنَ لِأَوْيُسٍ هَذِهِ الْبُرْدَةُ<sup>(۱)</sup>

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب یمن سے مدد کے لیے لوگ آتے تو وہ ان سے  
 پوچھتے کہ تم میں اویس بن عامر نامی کوئی شخص ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اویس کے  
 پاس آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارا نام اویس بن عامر ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ  
 نے پوچھا کیا تم مراد قبیلہ کی شاخ قرن سے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا  
 تمہیں برص تھا جو اب اچھا ہو گیا مگر درہم برابر باقی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے  
 پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول

۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم، باب من فضائل اویس القرنی، رقم: ۲۵۴۲

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ”تمہارے پاس اویس بن عامر یمن والوں کی کمکی فوج کے ساتھ آئے گا۔ وہ قبیلہ مراد سے ہے جو قرن کی شاخ ہے اس کو برص کا مرض تھا جو اچھا ہو گیا مگر درہم کے بقدر باقی ہے اس کی ایک ماں ہے اس کا یہ حال ہے کہ اگر اللہ کے بھروسے پر قسم اٹھالے تو اللہ اس کو سچا کر دے پھر اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سے اپنے لیے دعا کروانا۔ پس تم میرے لیے دعا کرو۔ حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعا کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کوفہ میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں تمہیں کوفہ کے حاکم کے نام ایک خط لکھ دوں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے خاکساروں میں رہنا اچھا لگتا ہے۔ جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے رئیسوں میں سے ایک آدمی نے حج کیا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حضرت اویس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے اویس کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کے گھر کا اسباب کم تھا اور وہ (خرچ سے) تنگ تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا ”اویس بن عامر تمہارے پاس یمن والوں کے امدادی لشکر کے ساتھ آئے گا وہ مراد قبیلہ کی شاخ قرن سے ہے اس کو برص تھا وہ اچھا ہو گیا صرف درہم کے بقدر جگہ باقی ہے اس کی ایک ماں ہے جس کے ساتھ وہ نیکی کرتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے پھر اگر تجھ سے ہو سکے کہ وہ تیرے لیے دعا کرے تو اس سے دعا کروانا۔“ وہ شخص یہ سن کر حضرت اویس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے لیے دعا کرو حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے کہا تو ابھی نیک سفر کر کے آ رہا ہے (یعنی حج سے) اس لیے تم میرے لیے دعا کرو۔ اس آدمی نے دوبارہ کہا کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ حضرت اویس نے پھر یہی جواب دیا پھر انہوں نے پوچھا کیا تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے ہو؟ اس شخص نے کہا ہاں ملا ہوں۔ اویس نے اس کے لیے دعا کی اس وقت لوگ اویس کا درجہ سمجھے پھر وہ وہاں سے سیدھے چل پڑے۔ اسیر نے کہا کہ میں نے ان کو ایک چادر پہنائی جب کوئی آدمی ان کو دیکھتا تو کہتا کہ اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی؟“

## والدین کی نافرمانی کا گناہ

## کبیرہ گناہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أُتْبِتُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا؟ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَجَلَسَ وَكَانَ مَتَكِنًا، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، قَالَ: فَمَا زَالَ يُكْزِرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَّتَ. (۱)

میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا، ہاں اور جھوٹی گواہی بھی۔ انہوں نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے کاش! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ. (۲)

”یقیناً سب سے بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے ہی والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص دوسرے کے باپ کو برا بھلا کہے گا تو دوسرا بھی اس کے باپ کو اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔“

یہی حدیث سنن ابی داؤد میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ میں مروی ہے:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ: أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ، وَيَلْعَنُ أُمَّهُ، فَيَلْعَنُ أُمَّهُ. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، رقم: ۲۶۵۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا يسب الرجل والديه، رقم: ۵۹۷۳

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، ابواب النوم، باب فی بر الوالدین، رقم: ۵۱۴۱

” (بڑے گناہوں) میں سے ایک بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے“ عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیج سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ایک شخص کسی شخص کے باپ پر لعنت بھیجتا ہے، تو وہ شخص (جواب میں) اس کے باپ پر لعنت بھیجتا ہے، یا ایک شخص کسی شخص کی ماں پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ اس کے جواب میں اس کی ماں پر لعنت بھیجتا ہے“ (اس طرح وہ گویا خود ہی اپنے ماں باپ پر لعنت بھیجتا ہے)۔“

اور ماں کی نافرمانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کاموں میں شمار فرمایا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ حَزَمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَادَّ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ. (۱)

اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور (والدین کے حقوق) نہ دینا اور ناحق ان سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور قیل وقال (فضول باتیں) کثرت سوال اور مال کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے۔

### عزت میں کمی

والدین کی خدمت میں کوتاہی پر بندہ بعض دفعہ معاشرہ میں اپنا مقام کھودیتا ہے۔ اس کے مقام و مرتبہ اور عزت و وقار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ والدین کے خادم کو مقام و مرتبہ سے نوازتے ہیں تو نافرمانی پر لوگوں کی نظروں سے گرا بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ، فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ: أُجِيبُهَا أَوْ أَصَلِّي، ثُمَّ أَتَتْهُ، فَقَالَتْ: اللَّهُمَّ لَا تُمِثَّهُ حَتَّى تُرِيَهُ وَجُوهَ الْمُؤْمِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضْتُ لَهُ فَكَلَّمْتُهُ، فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا، فَأَمَكَّنْتُهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدْتُ غُلَامًا، فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ، فَقَالَ: مَنْ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، رقم: ۵۹۷۵



أَبُوكَ يَا غَلَامٌ؟ قَالَ: الزَّاعِي، قَالُوا: تَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ: لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ. (۱)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بنی اسرائیل میں ایک صاحب تھے، جن کا نام جرتج تھا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور انہیں پکارا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ سوچتے رہے کہ جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ دوبارہ آئیں اور (غصے میں) بددعا کر گئیں، اے اللہ! اسے موت نہ آئے جب تک کسی بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔ جرتج اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے۔ ایک عورت نے (جو جرتج کے عبادت خانے کے پاس اپنی مویشی چرایا کرتی تھی اور فاحشہ تھی) کہا کہ جرتج کو فتنہ میں ڈالے بغیر نہ رہوں گی۔ چنانچہ وہ ان کے سامنے آئی اور گفتگو کرنی چاہی، لیکن انہوں نے منہ پھیر لیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اپنے جسم کو اس کے قابو میں دے دیا۔ آخر لڑکا پیدا ہوا۔ اور اس عورت نے الزام لگایا کہ یہ جرتج کا لڑکا ہے۔ قوم کے لوگ جرتج کے یہاں آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا۔ انہیں باہر نکالا اور گالیاں دیں۔ لیکن جرتج نے وضو کیا اور نماز پڑھ کر اس لڑکے کے پاس آئے۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ بچے! تمہارا باپ کون ہے؟ بچہ (اللہ کے حکم سے) بول پڑا کہ چرواہا! (قوم خوش ہو گئی اور) کہا کہ ہم آپ کے لیے سونے کا عبادت خانہ بنوادیں؟ جرتج نے کہا کہ میرا گھر تو مٹی ہی سے بنے گا۔“

### نظر رحمت سے محرومی

والدین کا نافرمان قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم رہے گا اور دخول جنت سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ، وَالذُّيُوثُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ، وَالْمُدْمِنُ عَلَى الْخَمْرِ، وَالْمَنَانُ بِمَا أُعْطِيَ (۲)

”تین طرح کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے دیکھیں گے بھی نہیں، ایک ماں باپ کا نافرمان، دوسری وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب اذا هدم حائطاً فلبين مثله، رقم: ۲۳۸۲

۲۔ حسن صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الزکاة، باب المنان بما اعطى، رقم: ۲۵۶۲

تیسرا دیوث (بے غیرت) اور تین شخص ایسے ہیں جو جنت میں نہ جائیں گے۔ ایک ماں باپ کا نافرمان، دوسرا عادی شرابی، اور تیسرا دے کر احسان جتانے والا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی صورتیں

والدین کی خدمت کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں

۱۔ جن کے والدین زندہ ہیں

۲۔ جن کے والدین وفات پا چکے ہیں

جن کے والدین زندہ ہیں

انہیں ان تمام دینی و دنیاوی امور میں والدین کی مدد کرنی چاہیے جو والدین کو درپیش ہیں۔

ان کے کھانے، پینے اور لباس و آرام کا بھرپور خیال رکھنا چاہیے۔ والدین کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ہر اس امر سے اجتناب کریں جو ان کا دل دکھانے کا باعث بن سکتا ہو۔

جن کے والدین وفات پا چکے ہیں

وہ متعدد کاموں سے والدین کی خدمت کر سکتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ گناہوں کو ترک کر کے اپنی اصلاح کریں، نیکی اور حق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اعمال صالحہ کو اختیار کریں۔ جب وہ گناہوں کو چھوڑ کے خود کو نیکی کے قالب میں ڈھال لیں گے تو فوت شدہ والدین کے لیے صدقہ جاریہ بن جائیں گے۔ اس کی دلیل سنن ابی داؤد کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ أَسْيَاءٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ. (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان مر جاتا ہے

تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (جن کا فیض اسے برابر پہنچتا رہتا ہے): ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، تیسری صالح اولاد جو اس کے لیے دعائیں کرتی رہے۔“

سنن ابن ماجہ میں سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی الصدقة عن المیت، رقم: ۲۸۸۰

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خَيْرُ مَا يَخْلِفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ، وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اپنی موت کے بعد جو چیزیں دنیا میں چھوڑ جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں: نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے، صدقہ جاریہ جس سے نفع جاری رہے، اس کا ثواب اسے پہنچتا رہے گا، اور ایسا علم کہ اس کے بعد اس پر عمل کیا جاتا رہے۔“

نیک اولاد کا ثواب والدین کو وفات کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ پس فوت شدہ والدین کو ثواب پہنچانے اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کے لیے اولاد کو چاہیے کہ نیک اعمال کو اختیار کرے صالحین کا طریقہ اپنائے تاکہ وہ والدین کے لیے صالح اولاد بن جائیں۔ جب وہ صالحیت کو اختیار کر لیں گے تو والدین کو ان کے نیک اعمال کا ثواب خود بخود پہنچتا رہے گا۔

### دُعا کرنا

فوت شدہ والدین کے حق میں دُعا کرنا بھی ان سے حسن سلوک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (۲)

”اور جو لوگ ان (اہل ایمان) کے بعد آئے وہ کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنا۔ اے ہمارے پروردگار! بلاشبہ تو مشفق و مہربان ہے۔“

جب اہل ایمان اسلامی اور ایمانی بھائیوں کے حق میں دُعا کی جاسکتی ہے تو اہل ایمان والدین کے حق میں بھی دُعا کی جاسکتی ہے۔ قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الایمان و فضائل الصحابة و العلم، باب ثواب معلم الناس الخیر،

رقم: ۲۴۱

۲۔ الحشر: ۱۰

تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنََّّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (۱)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔ اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔“  
مذکورہ آیت میں کافر و مشرک کے لیے دعا سے منع کیا ہے پس اگر میت مسلمان ہو تو اس کے لیے دعا کرنا جائز ہوگا۔ علاوہ ازیں مسلمان میت کے لیے دعا کرنا احادیث سے بھی ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَعَى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ،  
وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ. (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دے دی تھی جس دن ان کا انتقال ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنے بھائی کی مغفرت کے لیے دعا کرو۔  
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ، وَقَفَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ،  
وَسَلُّوا لَهُ بِالتَّشْبِيهِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر رکتے اور فرماتے:  
”اپنے بھائی کی مغفرت کیلئے دعا مانگو، اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔“

صدقہ جاریہ

صدقہ جاریہ کی دو اقسام ہیں:

۱۔ مرنے والا اپنی زندگی میں کوئی ایسا نیک عمل کر جائے جس سے لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی نفع پاتے رہیں تو مرنے والے کو اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں۔

۱۔ التوبة: ۱۱۳

۲۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب موت النجاشی، رقم: ۳۸۸۰

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف، رقم: ۳۲۲۱

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ مِمَّا يُلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ، وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَثَتُهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ، أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ، أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يُلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ. (۱)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے وہ یہ ہیں: علم جو اس نے سکھایا اور پھیلایا، نیک اور صالح اولاد جو چھوڑ گیا، وراثت میں قرآن مجید چھوڑ گیا، کوئی مسجد بنا گیا، یا مسافروں کے لیے کوئی مسافر خانہ بنوایا ہو، یا کوئی نہر جاری کر گیا، یا زندگی اور صحت و تندرستی کی حالت میں اپنے مال سے کوئی صدقہ نکالا ہو، تو اس کا ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی اسے ملتا رہے گا۔“

☆ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ مَا يُخَلْفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِهِ ثَلَاثٌ، وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ، وَصَدَقَةٌ تَجْرِي يَبْلُغُهُ أَجْرُهَا، وَعِلْمٌ يُعْمَلُ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ. (۲)

”آدمی اپنی موت کے بعد جو چیزیں دنیا میں چھوڑ جاتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں: نیک اور صالح اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کرتی رہے، صدقہ جاریہ جس سے نفع جاری رہے، اس کا ثواب اسے پہنچتا رہے گا، اور ایسا علم کہ اس کے بعد اس پر عمل کیا جاتا رہے۔“

۲۔ میت کے لیے صدقہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کی وفات کے بعد دوسرے مسلمان اس کے لیے صدقہ کریں۔ مسلمان میت کو ان کے صدقہ کا ثواب بھی پہنچے گا۔ پس والدین کی وفات کے بعد اولاد کا ان کی طرف سے صدقہ کرنا اپنے والدین سے حسن سلوک شمار ہوگا اور والدین کو اس صدقہ کا ثواب پہنچے گا۔ اس کی دلیل درج ذیل احادیث میں ہیں:

۱۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب افتتاح الكتاب فی الايمان و فضائل الصحابة و العلم، باب ثواب

معلم الناس الخیر، رقم: ۲۲۲

۲۔ صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی، المقدمة، باب ثواب معلم الناس الخیر، رقم: ۲۲۱

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أُمَّهُ تُوفِيَتْ، أَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ لِي مِخْرَافًا وَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا. (۱)

”ایک صحابی (سعد بن عبادہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ان کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا اگر وہ ان کی طرف سے خیرات کریں تو انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر ان صحابی نے کہا کہ میرا ایک پُرمیوہ باغ ہے اور میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے وہ ان کی طرف سے صدقہ کر دیا۔“

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمَّيْ افْتَلَيْتُ نَفْسَهَا، وَأَظْنُهَا لَوْ تَكَلَّمْتُ تَصَدَّقْتُ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. (۲)

”ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا اور میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ کچھ نہ کچھ خیرات کرتیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ خیرات کر دوں تو کیا انہیں اس کا ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ملے گا۔“

☆ سنن ابی داؤد میں مذکور ہے:

أَنَّ الْعَاصِ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ مِائَةَ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً، فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرُو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ، وَإِنَّ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً، أَفَأَعْتِقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْهُ، أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ، أَوْ حَبَجْتُمْ عَنْهُ، بَلَغَهُ ذَلِكَ. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب اذا وقف ارضاً ولم یبین الحدود فهو جائز و كذلك الصدقة، رقم: ۲۷۷۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب موت الفجأة البغثة، رقم: ۱۳۸۸

۳۔ حسن۔ سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ماجاء فی وصیة الحربی یسلم ولیہ، رقم: ۲۸۸۳

”عاص بن وائل نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے، اس کے بعد اس کے (دوسرے) بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ باقی پچاس وہ اس کی طرف سے آزاد کر دیں، پھر انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں، چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دیئے ہیں، اور پچاس غلام ابھی آزاد کرنے باقی ہیں تو کیا میں انہیں اس کی طرف سے آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ دیتے یا حج کرتے تو اسے ان کا ثواب پہنچتا۔“

معلوم ہوا کہ مسلمان میت کی طرف سے اگر صدقہ کیا جائے یا دیگر اعمال خیر انجام دیے جائیں تو میت کو ثواب پہنچتا ہے۔

### قرض کی ادائیگی

اگر والدین کے ذمہ قرض ہے تو اولاد اس قرض کو ادا کرے یہ بھی حسن سلوک کی ایک صورت ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي عَلَيَّ رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأُتِيَ بِمَيِّتٍ، فَقَالَ: أَعْلِيهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: نَعَمْ، دِينَارَانِ، قَالَ: صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ: هُمَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَصَلَّى عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا، فَعَلَى قَضَائِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا، فَلِوَرَثَتِهِ (۱)

”رسول اللہ ﷺ اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جو اس حال میں مرتا کہ اس پر قرض ہوتا، چنانچہ آپ ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، آپ نے پوچھا: ”کیا اس پر قرض ہے؟“ لوگوں نے کہا: ہاں، اس کے ذمہ دو دینار ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، تو حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کی ادائیگی کی ذمہ داری لیتا ہوں

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین، رقم: ۳۳۲۳

تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو فتوحات اور اموال غنیمت سے نوازا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں ہر مومن سے اس کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں پس جو کوئی قرض دار مر جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی اور جو کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے ورثاء کا ہوگا۔“

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَلَمْ يُجِبْهُ أَحَدٌ، ثُمَّ قَالَ: هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي فُلَانٍ؟ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ ﷺ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُجِيبَنِي فِي الْمَرَّتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ؟ أَمَا إِنِّي لَمْ أَنْوِّهْ بِكُمْ إِلَّا خَيْرًا، إِنَّ صَاحِبَكُمْ مَأْسُورٌ بِدِينِهِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَدَى عُنُقِهِ، حَتَّى مَاتَ بَقِي أَحَدٌ يَطْلُبُهُ بِشَيْءٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعَانُ بْنُ مُشْنَجٍ. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبے میں فرمایا: ”کیا یہاں بنی فلاں کا کوئی شخص ہے؟“ تو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر پوچھا: ”کیا یہاں بنی فلاں کا کوئی شخص ہے؟“ تو پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ”کیا یہاں بنی فلاں کا کوئی شخص ہے؟“ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: میں ہوں، اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: ”پہلے دوبار پوچھنے پر تمہیں میرا جواب دینے سے کس چیز نے روکا تھا؟ میں تو تمہیں بھلائی ہی کی خاطر پکار رہا تھا تمہارا ساتھی اپنے قرض کے سبب قید ہے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اسے دیکھا کہ اس شخص نے اس کا قرض ادا کر دیا یہاں تک کہ کوئی اس سے اپنا قرض مانگنے والا نہ بچا۔ قرض کی ادائیگی سے میت کو نفع ملتا ہے۔ پس اولاد و والدین کے قرض کو ادا کر کے انہیں نفع پہنچا سکتی ہے۔

والدین کی طرف سے حج کرنا

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمَّي نَذَرَتْ أَنْ تَحْجَّ فَلَمْ

۱۔ حسن۔ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین، رقم: ۳۳۴۱



تَحَجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحْجُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً، اقْضُوا لِلَّهِ، فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَقَاءِ. (۱)

”قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے تم حج کر سکتی ہو۔ کیا تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا قرض تو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرض ادا نیگی کے زیادہ لائق ہے۔“

میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو اسے نفع پہنچتا ہے۔ اولاد بذریعہ حج بھی والدین کو نفع پہنچا سکتی ہے۔

### نذر کے روزوں کی قضاء

اگر والدین اس حال میں فوت ہوئے کہ ان کے ذمہ کسی نذر وغیرہ کے روزے تھے تو اولاد ان روزوں کو رکھ کر والدین کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيِّهُ (۲)

”جو آدمی فوت ہو جائے اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَتْ: إِنَّهُ كَانَ عَلَى أُمِّهَا صَوْمٌ شَهْرٍ، أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا؟ فَقَالَ: لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ، أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحج والنذور عن الميت، رقم: ۱۸۵۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم، رقم: ۱۹۵۲

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلالبانی، کتاب الایمان والنذور، باب ماجاء فیمن مات وعليه صیام، رقم: ۳۳۱۰

ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے عرض کیا کہ میری والدہ کے ذمہ ایک مہینے کے روزے تھے کیا میں اس کی جانب سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اگر تمہاری والدہ کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟“ اس نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کا قرض تو اور بھی زیادہ ادا کئے جانے کا مستحق ہے۔“

سنن ابی داؤد کی ایک اور حدیث میں ہے:

أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: إِنَّ أُمَّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ لَمْ تَقْضِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اقْضِهِ عَنْهَا. (۱)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا اور کہا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے ذمہ ایک نذر تھی جسے وہ پورا نہ کر سکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ان کی جانب سے ادا کر دو۔“

معلوم ہوا کہ والدین کی مانی ہوئی ان نذروں کو جنہیں وہ پورا نہ کر سکے اولاد ان کی وفات کے بعد ان نذروں کو پورا کر کے والدین کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ اولاد کو اپنے والدین کے احسانات یاد رکھنے چاہئیں۔ والدین کو بھول جانے والی اولاد انتہائی احسان فراموش ہے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ والدین نے اپنی جوانی بیچ کے انہیں پالا ہے۔ باپ نے ان کے عیش و آرام کے لیے تپتی دوپہروں اور ٹھٹھرتی راتوں میں کام کر کے ان کے لیے ایک ایک روپیہ جمع کیا۔ ماں نے انہیں تعلیم دلوانے کے لیے اپنا زیور تک بیچ دیا لیکن کتنی احسان فراموش ہے وہ اولاد جو ان وفادار محسنوں کو بھول جائے۔

شہر میں آ کے پڑھنے والے بھول گئے  
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا

۱۔ صحیح سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الایمان والنذور، باب فی قضاء النذر عن المیت، رقم: ۳۳۰۷

## درود پڑھنے میں کوتاہی کرنے والے پر غصہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ  
انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ (۱)  
”سواہوا وہ آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ سواہوا وہ آدمی  
جس کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آیا اور گزر گیا اور وہ اپنے گناہ معاف نہ کروا پایا۔ سواہوا وہ  
آدمی جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی عمر میں پایا (پھر وہ ان کی خدمت سے) جنت میں  
داخل نہ ہو پایا۔“

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

احْضَرُوا الْمُنْبَرَ فَحَضَرَ نَافِلًا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ  
قَالَ: آمِينَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّلَاثَةَ قَالَ: آمِينَ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ سَمِعْنَا  
مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَرَضَ لِي فَقَالَ: بُعْدًا  
لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرَ لَهُ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ  
فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَقِيتُ الثَّلَاثَةَ قَالَ: بُعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ عِنْدَهُ أَوْ  
أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِينَ (۲)

”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر لانے کا حکم ارشاد فرمایا پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی  
سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا ”آمین“ پھر دوسری سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا ”آمین“ پھر تیسری سیڑھی پر  
چڑھے تو فرمایا ”آمین“ (خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے  
تشریف لائے تو (صحابہ نے کہا) ہم نے عرض کیا ”آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی ہے جو

۱۔ حسن صحیح، سنن الترمذی للالبانی، ابواب الدعوات، باب فی فضل التوبہ، رقم: ۳۵۴۵

۲۔ صحیح۔ الترغیب والترہب للالبانی، کتاب الصوم، باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً، رقم ۹۹۵

اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جس نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی میں نے جواب میں کہا: ”آمین“ پھر جب میں دوسری سیرٹھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہلاکت ہو اس آدمی کیلئے جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے کہا: ”آمین“ جب میں تیسری سیرٹھی پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی کو بڑھاپے کی عمر میں پایا لیکن (وہ ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہو پایا تو میں نے کہا: ”آمین“۔

### غصے کی وجہ

رَغَمٌ أَنْفٌ (اس کی ناک خاک آلود ہو) عرب میں عموماً یہ کلمہ اس وقت بولا جاتا ہے جب طبیعت میں غصہ کا عنصر شامل ہو۔ ناک خاک آلود ہونے کا مطلب ہے کہ وہ رسوا ہو اور اسے ندامت کا سامنا کرنا پڑے رسول اللہ ﷺ بدعا دینے والے نہیں تھے انہوں نے تو اس وقت بھی بدعا نہیں دی جب آپ ﷺ کو طائف میں پتھر مارے گئے لیکن یہاں آپ ﷺ نے ایسے شخص کیلئے بدعا کی جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جاتا ہے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا اس لئے کہ یہ ایسا آدمی ہے جو آپ ﷺ کا حق تک نہیں پہچانتا یہ ایسا آدمی ہے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نے جس ذات پاک کا کلمہ پڑھا ہے اس کا مجھ پر کیا حق ہے یقیناً آپ ﷺ کے ہم پر بہت احسانات ہیں جن کا بدلہ چکانا ممکن نہیں لیکن کم از کم ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ جب اس عظیم ہستی کا نام آئے تو ہم ادب و احترام سے ان پر درود پڑھ کے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کریں لیکن وہ بدنصیب قابل افسوس ہے جو مسلمان اور آپ ﷺ کا امتی ہونے کے باوجود آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھتا۔

ایسے آدمی کو آپ ﷺ نے بخیل قرار دیا ہے جو آپ ﷺ کا نام سن کر درود نہیں پڑھتا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (۱)

۱۔ صحیح، سنن الترمذی للالبانی، ابواب الدعوات، باب فی فضل التوبۃ والاستغفار، رقم: ۳۵۴۶

”وہ آدمی بخیل ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“

ایک حدیث مبارک میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَّقْعَدًا لَا يَذْكُرُونَ فِيهِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَيُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ لِلثَّوَابِ (۱)

”جس مجلس میں بیٹھنے والے لوگ اللہ کا ذکر نہ کریں اور نبی ﷺ پر درود نہ بھیجیں وہ مجلس قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے حسرت کا باعث ہوگی خواہ وہ (اپنے دیگر نیک اعمال کی بدولت) جنت میں بھی چلے جائیں۔“

رسول اقدس ﷺ پر درود نہ بھیجنا بندے کیلئے جنت سے محرومی کا باعث بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق درود کو بھول جانے والا بندہ اپنے لئے جنت کا راستہ کھوٹا کر لیتا ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ وَسَلَّمَ: مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ خَطِيئَ طَرِيقِ الْجَنَّةِ (۲)

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا، وہ جنت کا راستہ بھول

گیا۔“

وہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی جس میں درود نہ پڑھا جائے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ وَاللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ وَسَلَّمَ (۳)

”ہر دعا کی قبولیت میں رکاوٹ رہتی ہے جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھا

جائے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کو ہدیہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی تمام احادیث سے محبت تھی وہ آپ ﷺ کی زبان

۱۔ صحیح، مسند احمد تعلیق شعيب الارنؤوط، رقم: ۹۹۶۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحة ۱/۱۵۸، رقم: ۷۶

۲۔ حسن صحیح، سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیہا، باب الصلاة علی النبی ﷺ،

رقم: ۹۰۸

۳۔ حسن، سلسلۃ الاحادیث الصحیحة: ۵/۵۳، رقم: ۲۰۳۵

مبارک سے نکلنے والے ایک ایک کلمے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے لیکن وہ احادیث جن میں آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا ذکر ہے انہیں ایک دوسرے کو تحفہ کے طور پر بیان کیا کرتے تھے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی بیان کرتے ہیں:

لَقِينِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ: أَلَا أَهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: بَلَى فَأَهْدِيهَا لِي، فَقَالَ: سَأَلَنَّا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (۱)

”ایک مرتبہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمائیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اللہم صل علی محمد، وعلی آل محمد، کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم، انک حمید مجید، اللہم بارک علی محمد، وعلی آل محمد، کما بارکت علی ابراہیم، وعلی آل ابراہیم، انک حمید مجید۔“ اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہم السلام پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔“

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب  
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

۱۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، رقم: ۳۳۷۰

”میں اپنے منہ کو مشک و گلاب کے پانی سے ہزار بار بھی صاف کر لوں تو پھر بھی اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم: آپ کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔“  
درود کے فوائد:

محبت و احترام اور عقیدت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا بہت سے دنیوی و اخروی فوائد اور خیر و برکات کو اپنی جھولی میں سمیٹ لیتا ہے ایسے ہی چند فوائد کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے:

### رحمت اور سلامتی کا حصول:

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرَى فِي وَجْهِهِ، فَقُلْنَا: إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرَى فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ: إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ، يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا. (۱)

”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے، ہم نے عرض کیا: ہم آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”یہ اس لیے کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے: کیا آپ کے لیے یہ خوشی کی بات نہیں کہ جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجے گا، تو میں اس پر دس بار درود بھیجوں گا، اور جو کوئی آپ پر ایک بار سلام بھیجے گا، میں اس پر دس بار سلام بھیجوں گا۔“  
فرشتوں کی دعائیں:

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّى عَلَيَّ، فَلْيُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَلِكَ، أَوْلَيْكَثُر. (۲)

”جب کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس

۱- حسن، سنن نسائی للالبانی، کتاب السہو، باب فضل التسليم على النبي ﷺ، رقم: ۱۲۸۳

۲- حسن، سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامة الصلاة، باب الصلاة على ﷺ، رقم: ۹۰۷

کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، اب بندہ چاہے تو مجھ پر کم درود بھیجے یا زیادہ بھیجے۔  
شفاعت کا حصول:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَاهُو، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ. (۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی ویسے ہی کہو جیسے وہ کہتا ہے، اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت و برکت نازل فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ و مرتبہ ہے جو کسی کے لائق نہیں سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا، اس پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی“  
رنج و غم کا ازالہ:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ فَقَالَ: مَا شِئْتَ. قَالَ: قُلْتُ: الرَّبْعَ، قَالَ: مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: النِّصْفَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَالثَّلَاثِينَ، قَالَ: مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ: إِذَا تَكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ (۲)

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں، میں اپنی دعا میں سے کتنا وقت درود کیلئے وقف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا تو چاہے۔ میں نے عرض کیا:

۱- صحیح، سنن نسائی للالبانی، کتاب الاذان، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد الاذان، رقم: ۶۷۸  
 ۲- حسن، سنن الترمذی للالبانی، ابواب صفة القيامة والرقائق، باب ماجاء في صفة او اني الحوض، رقم: ۲۴۵۷



ایک چوتھائی حصہ وقف کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں عرض کیا: نصف وقت وقف کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تو چاہے لیکن اگر اس سے زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی دعا کا سارا وقت درود کیلئے وقف کر دیتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: تب یہ عمل تیرے سب غموں کیلئے کافی ہو جائے گا اور تیرے گناہوں کی بخشش کا باعث بن جائے گا۔“

### درود پڑھنے کے اوقات

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وقت ہی درود پڑھا جاسکتا ہے جیسے دعا کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے ایسے درود کیلئے بھی وقت مقرر نہیں ہر وقت پڑھا جاسکتا ہے ہاں احادیث میں درود پڑھنے کے کچھ خصوصی اوقات بھی بیان ہوئے ہیں ان اوقات میں درود پڑھنے پر بعض مخصوص فوائد کا ذکر کیا گیا ہے اور ان اوقات میں درود کا التزام کرنے والا درود کے ان مخصوص روحانی فوائد سے استفادہ کر سکتا ہے ذیل میں چند اوقات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

### جمعہ کے دن

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيهِ قُبُضَ، وَفِيهِ النَّفْحَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ أَيُّ يَقُولُونَ قَدْ بَلَيْتَ؟ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَزَمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. (۱)

”تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں ان کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن بیہوشی طاری ہوگی، لہذا تم مجھ پر زیادہ سے زیادہ صلاۃ (درود و رحمت) بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ مٹی میں مل چکے ہوں گے یعنی وہ کہنا چاہ رہے تھے، کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا: ”اللہ

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الجمعة، باب اکتار الصلاة على النبي ﷺ يوم الجمعة، رقم: ۱۳۷۴

تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء ﷺ کے جسم کو کھائے۔  
اذان کے بعد

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ وَصَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ. (۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جب مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی ویسے ہی کہو جیسے وہ کہتا ہے، اور مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت و برکت بھیجتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ و مرتبہ ہے جو کسی کے لائق نہیں سوائے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لیے وسیلہ طلب کرے گا، اس پر میری شفاعت واجب ہو جائے گی“

دعا کے وقت

☆ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ لَمْ يَمَجِدِ اللَّهَ تَعَالَى، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ النَّبِيِّ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ: عَجَلْ هَذَا ثُمَّ دَعَاهُ، فَقَالَ لَهُ أَوْ لغيرِهِ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ جَلَّ وَعَزَّ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُصَلِّي عَلَيَّ النَّبِيِّ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَدْعُو بَعْدَ مَا شَاءَ. (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا، اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس شخص نے جلد

۱- صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب الاذان، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد الاذان، رقم: ۶۷۸

۲- صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، باب تفریح ابواب الوتر، باب الدعاء، رقم: ۱۴۸۱

بازی سے کام لیا، پھر اسے بلایا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے، اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔“

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ أَصَلِّي وَالنَّبِيَّ وَاللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ مَعَهُ، فَلَمَّا جَلَسْتُ بَدَأْتُ بِالشَّيْءِ عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ وَاللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ وَاللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَلْ تُعْطَهُ، سَلْ تُعْطَهُ (۱)

”میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ جب میں دعا کے لیے بیٹھا تو میں نے پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنے لیے دعا کرنے لگا تو نبی ﷺ نے فرمایا مانگو تمہیں ضرور دیا جائے گا۔ مانگو تمہیں ضرور دیا جائے گا۔“

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت

سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ (۲)

رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: بسم اللہ و السلام علی رسول اللہ اللہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک ”میں اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہوں، اور رسول اللہ پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے،“ اور جب نکلتے تو یہ دعا پڑھتے: بسم اللہ و السلام علی رسول

۱- حسن صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب السفر، باب ما ذکر فی الثناء علی اللہ و الصلاة علی

النبي ﷺ مثل الدعاء، رقم: ۵۹۳

۲- صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب المساجد و الجماعة، باب الدعاء عند دخول المسجد، رقم: ۷۷۱

اللہ اللہ اغفر لی ذنوبی وافتح لی أبواب فضلك ”میں اللہ کا نام لے کر جاتا ہوں، اور رسول اللہ پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے، اور اپنے فضل کے دروازے مجھ پر کھول دے۔“

### صبح و شام

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِينَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِينَ يُمَسِّي عَشْرًا أَدْرَكَ كَثْرَةَ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

”جس نے دس مرتبہ صبح اور دس مرتبہ شام مجھ پر درود بھیجا اسے قیامت کے دن میری

شفاعت حاصل ہوگی۔“

### صحیح احادیث سے ثابت شدہ درود

مذکورہ صفحات میں درود کے جتنے فوائد بیان ہوئے ان کا حصول تبھی ممکن ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ کلمات کے ساتھ درود پڑھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف الفاظ سے جو درود ثابت ہیں۔ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں:

لَقِينِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ، فَقَالَ: أَلَا أَهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ، فَقُلْتُ: بَلَى فَأَهْدِهَا لِي، فَقَالَ: سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (۲)

”ایک مرتبہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کیوں نہ

تمہیں (حدیث کا) ایک تحفہ پہنچا دوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ میں نے عرض

کیا جی ہاں مجھے یہ تحفہ ضرور عنایت فرمائیے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

۱۔ حسن۔ الجامع الصغير للالبانی، ۱۰۸۸/۲، رقم: ۶۳۵۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، رقم: ۳۳۷۰

پوچھا تھا یا رسول اللہ! ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں خود ہی سکھا دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو اللہم صل علی محمد، وعلی آل محمد، کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم، إنک حمید مجید، اللہم بارک علی محمد، وعلی آل محمد، کما بارکت علی ابراہیم، وعلی آل ابراہیم، إنک حمید مجید۔ ”اے اللہ! اپنی رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر اور آل محمد ﷺ پر جیسا کہ تو نے اپنی رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم علیہم السلام پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر۔ بیشک تو بڑی خوبیوں والا اور بڑی عظمت والا ہے۔“

۲۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَمْتَنِينَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ: قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا عَلِمْتُمْ. (۱)

رسول اللہ ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی بیٹھک میں ہمارے پاس تشریف لائے، تو آپ سے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہماری یہ خواہش ہونے لگی کہ کاش انہوں نے آپ سے نہ پوچھا ہوتا، پھر آپ نے فرمایا: کہو ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم فی العالمین إنک حمید مجید“ اے اللہ! محمد اور آل محمد پر اسی طرح درود بھیج جس طرح تو نے آل ابراہیم پر درود بھیجا ہے، اور برکتیں نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر اسی طرح جیسے تو نے آل ابراہیم پر تمام عالم میں برکتیں نازل فرمائی

۱۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب السہو، باب الامر بالصلاة علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۸۶

ہیں، بلاشبہ تو ہی تعریف اور بزرگی کے لائق ہے) اور سلام بھیجنا تو تم جانتے ہی ہو۔

۳۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا

يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. <sup>(۱)</sup>

یا رسول اللہ! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہا کرو اللہم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ، کما صلیت علی آل ابراہیم، وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ، کما بارکت علی آل ابراہیم، انک حمید مجید۔ ”اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر جیسا کہ تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ بیشک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے۔“

۴۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ، قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. <sup>(۲)</sup>

اللہ کے رسول! آپ پر درود کیسے بھیجا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و آل ابراہیم، انک حمید مجید وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم و آل ابراہیم، انک حمید مجید ”اے اللہ! درود بھیج محمد اور آل محمد پر ایسے ہی جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر بھیجا، بلاشبہ تو حمید و مجید یعنی قابل تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکتیں نازل فرما محمد اور آل محمد پر، ایسے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً، رقم: ۳۳۶۹

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب السہو، باب کیف الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، نوع آخر، رقم: ۱۲۸۶

ہی جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی ہیں، بلاشبہ تو حمید و مجید یعنی لائق تعریف اور بزرگی والا ہے۔“

۵۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمِرْنَا بِالصَّلَاةِ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. (۱)

اللہ کے رسول! ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہو: اللہم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید“ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر سارے جہاں میں برکت نازل فرمائی ہے، بیشک تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔“

۶۔ حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: صَلُّوا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ وَقُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ. (۲)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: ”مجھ پر درود بھیجو، اور دعا میں کوشش کرو، اور کہو: اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد“ اے اللہ! درود بھیج محمد پر اور آل محمد پر۔“

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب الصلاة على النبي ﷺ، رقم: ۹۰۵

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی، کتاب السهو، باب كيف الصلاة على النبي ﷺ، نوع آخر، رقم: ۱۲۹۳

۷۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَرَفْنَا، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ. (۱)

ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو گیا، لیکن درود کیسے بھیجیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم کہو: اللہم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم“ اے اللہ! اپنے بندے اور رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر رحمت نازل فرمائی ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اہل و عیال پہ برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم (علیہ السلام) پر نازل فرمائی ہے“

۸۔ سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ فِي حَدِيثِ الْحَارِثِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ قَالًا جَمِيعًا، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ (۲)

لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہو: اللہم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ، یہ صرف حارث کی روایت میں ہے کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ۔ اور دونوں کی روایت میں ہے کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید

کتب احادیث سے یہ چند درود نقل کیے ہیں۔ درود کے جو فضائل و مراتب گزشتہ اوراق میں بیان ہوئے ان تک رسائی تبھی ممکن ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ درود کے کلمات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیہا، باب الصلاة علی النبی ﷺ، رقم: ۹۰۳

۲۔ صحیح۔ سنن نسائی للالبانی، کتاب السہو، باب کیف الصلاة علی النبی ﷺ، نوع آخر، رقم: ۱۲۹۵



## گم شدہ اونٹ

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللَّقْطَةِ، فَقَالَ: عَزِفَهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وَكَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَذِّهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذَّبِّ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجَنَّتَاهُ - أَوْ احْمَرَّ وَجْهَهُ - ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا<sup>(۱)</sup>

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ۔ پھر اس کے بندھن اور برتن کی بناوٹ کو ذہن میں یاد رکھ۔ اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔ اس کا مالک اگر اس کے بعد آئے تو اسے واپس کر دے۔ اس نے پوچھا یا رسول اللہ! راستہ بھولی ہوئی بکری کا کیا کیا جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو، کیونکہ وہ تمہاری ہوگی یا تمہارے بھائی کی ہوگی یا پھر بھیڑیے کی ہوگی۔ اس نے پوچھا، یا رسول اللہ! راستہ بھولے ہوئے اونٹ کا کیا کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر غصہ ہو گئے اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کے گھر اور اس کا مشکیزہ ہے۔ اسی طرح اسے اس کا اصل مالک مل جائے گا۔

غصے کی وجہ

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی وجہ جاننے کے لیے لقطہ سے متعلق چند احکام کا جاننا ضروری ہے۔ لقطہ کہتے ہیں گری پڑی چیز کو۔ ایسی چیز یا سامان کو اٹھایا جاسکتا ہے۔ لیکن چند شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

۱۔ گم شدہ مال کی دو صورتیں ہیں۔ وہ کوئی جاندار چیز ہو سکتی ہے جیسے جانور وغیرہ یا غیر جاندار

۱۔ صحیح مسلم، کتاب اللقطہ رقم ۱۷۲۲

جیسے درہم و دینار اور کرنسی نوٹ وغیرہ۔ اگر جانور ہے تو جانور بھی دو طرح کا ہوگا۔ وہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے یا حفاظت کا محتاج ہے۔ آپ ﷺ کے صحابی نے جب آپ سے بکری کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ تیرے لیے ہے یا تیرے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے یعنی بکری ایک ایسا جانور ہے جو اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتا اُسے تو نہیں پکڑے گا تو تیرا کوئی اور بھائی پکڑ لے گا وہ نہیں پکڑے گا تو کسی بھیڑیے کے ہاتھ جا لگے گی۔ واضح رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب آبادی کم اور جنگلات وسیع رقبہ پر پھیلے ہوتے تھے۔ کوئی بکری بھٹک کے جنگل میں جا نکلتی تو اس کے بھیڑیے کے ہاتھ لگنے کے امکانات زیادہ ہوتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا تم اسے پکڑ سکتے ہو تا کہ وہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ لیکن جب اس نے اونٹ کے بارے میں اس نظریہ سے سوال کیا کہ کیا اس کو پکڑا جا سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ غصہ میں آگئے اس لیے کہ اونٹ ایک ایسا جانور ہے جو اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ بھوک مٹانے کے لیے درختوں کے پتے کھا سکتا ہے اور ایک وقت تک پیاس کو بھی برداشت کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اسے تلاش کرتے پالے گا۔ اونٹ کے متعلق سوال کرنے میں کسی حد تک نفس کی حرص شامل تھی اور آپ ﷺ ایسی حرص کو قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسی لیے آپ ﷺ غصہ میں آگئے۔

۲۔ اگر ملنے والا سامان ایسا ہے جو جاندار نہیں وہ درہم و دینار یا رقم کی صورت میں ہے یا کوئی اور مادی چیز ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ وہ قیمتی سامان ہے یا معمولی نوعیت کا۔ اگر بڑی رقم ہے یا قیمتی سامان ہے تو پانے والا سال تک اسے حفاظت سے اپنے پاس رکھے گا اور اس کا اعلان کروائے گا تا کہ حقیقی مالک تک وہ سامان پہنچ جائے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَجَدْتُ صُرَّةَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مِائَةٌ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: عَرَفْتُهَا حَوْلًا، فَعَرَفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ، فَقَالَ: عَرَفْتُهَا حَوْلًا، فَعَرَفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ، فَقَالَ: اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِجَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا. (۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب اللقطة باب هل ياخذ اللقطة، رقم: ۲۴۳۷

”نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مجھے ایک تھیلی ملی۔ جس میں سودینا رتھے۔ میں اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا اعلان کرتا رہ، میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا اور پھر حاضر ہوا۔ (کہ مالک ابھی تک نہیں ملا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اور اعلان کر، میں نے ایک سال تک اس کا پھر اعلان کیا، اور حاضر خدمت ہوا۔ اس مرتبہ بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک سال تک اس کا پھر اعلان کر، میں نے پھر ایک سال تک اعلان کیا اور جب چوتھی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رقم کی تعداد، تھیلی کا بندھن، اور اس کی ساخت کو خیال میں رکھ، اگر اس کا مالک مل جائے تو اسے دیدے ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر۔“

۳۔ اگر سامان معمولی نوعیت کا ہے جسے عموماً نظر انداز کیا جاسکتا ہے تو اسے اٹھایا جاسکتا ہے۔

اس کے اعلان کروانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ

الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا<sup>(۱)</sup>

”نبی ﷺ راستے میں پڑی ایک کھجور کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا

اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہے تو میں اسے کھا لیتا۔“

آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کا اعلان کرواتا بلکہ فرمایا کہ میں اسے کھا لیتا۔

معلوم ہوا کہ معمولی نوعیت کا سامان ہو تو اس کا اعلان کروانے کی ضرورت نہیں۔ جیسے دس، بیس

روپے لیکن اگر اس کے مالک تک پہنچنے کے غالب امکانات ہوں تو استعمال کی بجائے مالک تک

سامان کو پہنچا دیا جائے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو کھجور راستہ میں ملی جو گزرگاہ ہے۔ اگر چند آدمی

ایک کمرے میں بیٹھے ہیں وہاں کسی کو دس روپے مل جاتے ہیں تو قوی امکان ہے کہ کمرہ میں موجود افراد

میں کسی کے ہیں۔ وہاں بلند آواز سے پوچھا جاسکتا ہے۔

۴۔ بعض دفعہ گرا پڑا سامان ایسا ہوتا ہے کہ وہاں مالک کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مثلاً نہر میں بہتی ہوئی لکڑی اگر کوئی آدمی بطور ایندھن کے اٹھالے تو جائز ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فی اللقطة، باب إذا وجد تمر في الطريق، رقم: ۲۴۳۱

نے اس ضمن میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسَلِّفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ، فَقَالَ: أَتَيْتَنِي بِالشَّهَدَاءِ أَشْهَدُهُمْ، فَقَالَ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، قَالَ: فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ، قَالَ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ، ثُمَّ التَّمَسَ مَرَّ كَبَائِرَ كَبْهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَلَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مَرَّ كَبًا، فَأَخَذَ خَشَبَةً فَتَقَرَّهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ، ثُمَّ زَجَجَ مَوْضِعَهَا، ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فَلَانًا أَلْفَ دِينَارٍ، فَسَأَلَنِي كَفِيلًا، فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ كَفِيلًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَسَأَلَنِي شَهِيدًا، فَقُلْتُ: كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا، فَرَضِيَ بِكَ، وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرَّ كَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِي لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ، وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا، فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرَّ كَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرَّ كَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيهَا الْمَالُ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطْبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ، ثُمَّ قَدِمَ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ، فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِينَارٍ، فَقَالَ: وَاللَّهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرَّ كَبٍ لِأَتِيكَ بِمَالِكَ، فَمَا وَجَدْتُ مَرَّ كَبًا قَبْلَ الَّذِي أَتَيْتُ فِيهِ، قَالَ: هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: أَخْبِرْكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرَّ كَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ فِيهِ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَدَّى عَنكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ، فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّينَارِ رَاشِدًا (۱)

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بنی اسرائیل کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا۔ اس نے کہا کہ پہلے ایسے گواہ لاؤ جن کی گواہی پر مجھے اعتبار ہو۔ قرض مانگنے والا بولا کہ گواہ تو بس اللہ ہی کافی ہے پھر اس نے کہا کہ اچھا کوئی ضامن لاؤ۔ قرض مانگنے والا بولا کہ ضامن بھی اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کہ تو نے سچی بات کہی۔ چنانچہ اس نے ایک مقررہ مدت کے لیے اس کو قرض دے دیا۔ یہ صاحب قرض لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوئے اور پھر اپنی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الکفالة، رقم: ۲۲۹۱

ضرورت پوری کر کے کسی سواری (کشتی وغیرہ) کی تلاش کی تاکہ اس سے دریا پار کر کے اس مقررہ مدت تک قرض دینے والے کے پاس پہنچ سکے جو اس سے ملے پائی تھی۔ (اور اس کا قرض ادا کر دے) لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ آخر ایک لکڑی ملی اور اس میں سوراخ کیا۔ پھر ایک ہزار دینار اور ایک خط اس میں ڈالا پھر اس کا منہ بند کر دیا۔ اور اسے دریا پر لے آیا اور کہا، اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے تھے۔ اس نے مجھ سے ضامن مانگا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ میرا ضامن اللہ ہے وہ تجھ پر راضی ہوا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو اس کا بھی جواب میں نے یہی دیا کہ اللہ پاک گواہ کافی ہے تو وہ مجھ پر راضی ہو گیا اور (تو جانتا ہے کہ) میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی سواری ملے جس کے ذریعہ میں اس کا قرض اس تک (مدت مقررہ میں) پہنچا سکوں۔ لیکن مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لیے اب میں اس کو تیرے ہی حوالے کرتا ہوں (کہ تو اس تک پہنچا دے) چنانچہ اس نے وہ لکڑی جس میں رقم تھی دریا میں پھینک دی۔ اب وہ دریا میں تھی اور وہ صاحب (قرض دار) واپس ہو چکے تھے۔ اگرچہ فکر اب بھی یہی تھی کہ کس طرح کوئی جہاز ملے۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر میں جاسکے۔ دوسری طرف وہ صاحب جنہوں نے قرض دیا تھا اسی تلاش میں (بندرگاہ) آئے کہ ممکن ہے کوئی جہاز ان کا مال لے کر آیا ہو۔ لیکن وہاں اسے ایک لکڑی ملی۔ وہی جس میں مال تھا۔ اس نے لکڑی اپنے گھر میں ایندھن کے لیے لے لی۔ لیکن جب اسے چیرا تو اس میں سے دینار نکلے اور ایک خط بھی نکلا۔ (کچھ دنوں کے بعد جب وہ صاحب اپنے شہر آئے) تو قرض خواہ کے گھر آئے۔ اور (یہ خیال کر کے کہ شاید وہ لکڑی نہ مل سکی ہو دو بارہ) ایک ہزار دینار اس کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اور کہا کہ قسم اللہ کی! میں تو برابر اسی کوشش میں رہا کہ کوئی جہاز ملے تو تمہارے پاس تمہارا مال لے کر پہنچوں لیکن اس دن سے پہلے جب کہ میں یہاں پہنچنے کے لیے سوار ہوا۔ مجھے اپنی کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر اس نے پوچھا اچھا یہ تو بتاؤ کہ کوئی چیز کبھی تم نے میرے نام بھیجی تھی؟ مقروض نے جواب دیا بتا تو رہا ہوں کہ کوئی جہاز مجھے اس جہاز سے پہلے نہیں ملا جس سے میں آج پہنچا ہوں۔ اس پر قرض خواہ نے کہا کہ پھر اللہ نے بھی آپ کا وہ قرض ادا کر دیا۔ جسے آپ نے لکڑی میں بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ صاحب اپنے ہزار دینار لے کر خوش خوش واپس لوٹ گئے۔

## بے مقصد سوالات پر غصہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَشْيَاءٍ كَرِهَهَا، فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ، ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِي؟ قَالَ: أَبُوكَ حُذَافَةُ فَقَامَ آخِرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَأَى عُمَرَ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (۱)

رسول اللہ ﷺ سے کچھ ایسی باتیں دریافت کی گئیں کہ آپ ﷺ کو برا معلوم ہوا اور جب (اس قسم کے سوالات) آپ ﷺ سے بہت زیادہ پوچھے گئے تو آپ کو غصہ آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا (اچھا اب) مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا باپ سالم شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ مبارک کا حال دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم (ان باتوں کے دریافت کرنے سے جو آپ کو ناگوار ہوں) اللہ سے توبہ کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ذرا تفصیل سے ان الفاظ میں مروی ہے:

سَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى أَحْفَوهُ بِالْمَسْأَلَةِ، فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيَّنْتُ لَكُمْ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ يَمِينًا وَشِمَالًا، فَإِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَأَفَّ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي، فَأَنْشَأَ رَجُلٌ، كَانَ إِذَا الْآحَى يُدْعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَنْ أَبِي؟ فَقَالَ: أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ: رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُوءِ الْفِتَنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأَيْتُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ، إِنَّهُ صُورَتْ لِي الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، حَتَّى رَأَيْتُهُمَا دُونَ الْحَائِطِ فَكَانَ

۱ - صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعدة والتعليم، رقم: ۹۲

قَتَادَةُ يَذْكُرُ هَذَا الْحَدِيثَ عِنْدَ هَذِهِ الْآيَةِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءٍ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوُؤُكُمْ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے سوالات کئے آخر جب لوگ بار بار سوال کرنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ آج تم مجھ سے جو سوال بھی کرو گے میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں دائیں بائیں دیکھنے لگا تو ہر شخص کا سر اس کے کپڑے میں چھپا ہوا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ آخر ایک شخص نے خاموشی توڑی۔ اس کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تو اُسے اس کے باپ کے سوا دوسرے باپ کی طرف پکارا جاتا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے والد کون ہیں؟ فرمایا تمہارے والد حذافہ ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور عرض کیا ہم اللہ سے کہ وہ رب ہے، اسلام سے کہ وہ دین ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ رسول ہیں راضی ہیں اور آزمائش کی برائی سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خیر و شر جیسا آج دیکھا، کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے سامنے جنت و دوزخ کی صورت پیش کی گئی اور میں نے انہیں دیوار کے قریب دیکھا۔ قتادہ نے بیان کیا کہ یہ بات اس آیت کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوؤکم ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں۔“

### غصے کی وجہ

یقیناً جہالت کا علاج سوال ہے۔ سوال کرنے سے علم بڑھتا ہے، جہالت کی تاریکی ختم ہوتی ہے۔ لیکن ایسا سوال جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو یا جس سے سوال کیا جا رہا ہے اس کے شعبہ سے ہی متعلق نہ ہو بلکہ ایک اعتبار سے اس میں استہزاء کا پہلو ہو اس کا جواب دینا کوئی ضروری نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنے والے کو تنبیہ کی جاسکتی ہے تاکہ وہ علمی مجالس کے آداب سے آگاہ ہو سکے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتِهْزَاءً، فَيَقُولُ الرَّجُلُ: مَنْ أَبِي؟

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن باب التعوذ من الفتن، رقم: ۷۰۸۹

وَيَقُولُ الرَّجُلُ تَضَلُّ نَاقَتُهُ: أَيَّنَ نَاقَتِي؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِمْ هَذِهِ الْآيَةَ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءٍ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوُؤُكُمْ حَتَّىٰ فَرَغَ مِنَ الْآيَةِ كُلِّهَا (۱)

بعض لوگ رسول اللہ ﷺ سے مذاقاً سوالات کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص یوں پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی کی اگر اونٹنی گم ہو جاتی تو وہ یہ پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہوگی؟ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یا ایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤکم ”اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔“ یہاں تک کہ پوری آیت پڑھ کر سنائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول ایسے سوالات عموماً وہ لوگ کرتے تھے جن کے پیش نظر استہزاء ہوتا تھا۔ جب سوال میں استہزاء رنگ ہوگا تو جواب دینے والے کو لازمی طور پر غصہ بھی آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ شرعی مسائل میں لوگوں کی راہنمائی کے لیے آئے تھے اور لوگوں کو عبادت کا طریقہ بتانا ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنا آپ ﷺ کا اولین مقصد تھا اور جب ان چیزوں کو نظر انداز کر کے کوئی آدمی ایسے سوالات کرے گا کہ میرا باپ کون ہے یا میری گم شدہ اونٹنی اس وقت کہاں گھوم رہی ہے، اس سے وہ علمی مجالس جن کا مقصد اصلاح نفوس ہے ان کا علمی وقار متاثر ہوگا۔

آپ ﷺ نے بے مقصد سوالات پر غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ پس ہمارے لیے علمی مجالس میں سوال کرنے کے آداب سے آگاہی ضروری ہے۔ آپ ﷺ کے غصہ کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمہیں سوالات کے آداب سے آگاہی ہونی چاہیے۔ بے مقصد سوالات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ذیل میں ممنوعہ سوالات کی چند صورتیں درج کی جا رہی ہیں:

۱۔ ایسے سوالات سے اجتناب کیا جائے جن میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ جیسے مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا ہے کہ میرا باپ کون ہے؟ اور ایسے بے مقصد سوالات جن کا اعمال و عقائد کے لحاظ سے کوئی فائدہ نہ ہو۔

۲۔ ایک چیز کا حکم واضح ہو جانے کا باوجود سوالات کا سلسلہ بلاوجہ جاری رکھنا درست نہیں۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله لا تسألوا عن أشياء ان تبدلکم، رقم: ۴۶۲۲



حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی آدمی نے حجر اسود کے استلام کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ، أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ، قَالَ: اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ، رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ (۱)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور بوسہ لیتے ہوئے دیکھا۔ اس آدمی نے کہا آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے اگر ہجوم ہو اور میں مغلوب ہو جاؤں؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اپنی ان قیاسی باتوں کو یمن میں پھینکو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔“

حجر اسود کے استلام کے بارے میں سائل نے سوال کیا تھا جس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان فرما دیا۔ ایک شرعی امر کی جتنی وضاحت مطلوب تھی وہ بتا دی گئی۔ اب اس پر فرضی سوالات بے فائدہ تطویل کا درجہ رکھتے تھے۔ پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے ڈانٹ دیا۔

۳۔ بال کی کھال اُتارنے کے لیے سوالات کیے چلے جانا بھی درست عمل نہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کو بحکم الہی گائے ذبح کرنے کا کہا تھا تو کوئی بھی عام سی گائے ذبح کرنے پر مطلب پورا ہو جاتا۔ لیکن وہ پڑ گئے بال کی کھال اُتارنے میں پس باری تعالیٰ نے بھی ان پر سختیاں بڑھا دیں اور گائے خاص سے خاص تر ہوتی چلی گئی اور بنی اسرائیل کو بے فائدہ سوالات کی سزا بھگتا پڑی۔ قرآن پاک کی آیات ملاحظہ فرمائیے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر سوال پر گائے کی خصوصیات میں اضافہ فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُؤًا قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانُ بَيْنَ ذَلِكَ فافعلوا ما تؤمرون قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْ نَهَا قَالَ إِنَّهُ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب تقبیل الحجر، رقم: ۱۶۱۱

يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ قَالُوا اذْعُ لَنَارَبِكَ يُبَيِّنُ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقْرَ  
تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ (۱)

اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے  
ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو انہوں نے کہا ہم سے مذاق کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا  
میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ دعا کیجئے کہ اللہ  
تعالیٰ ہمارے لئے اس کا حلیہ بیان کر دے، آپ نے فرمایا سنو وہ گائے نہ تو بالکل بڑھیا ہو، نہ  
بچہ، بلکہ درمیانی عمر کی نوجوان ہو، اب جو تمہیں حکم دیا گیا ہے بجالاؤ۔ وہ پھر کہنے لگے کہ دعا کیجئے  
کہ اللہ تعالیٰ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا وہ کہتا ہے وہ گائے زرد رنگ کی ہو، چمکیلا  
اور دیکھنے والوں کو بھلا لگنے والا اس کا رنگ ہو۔ وہ کہنے لگے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں اس کا  
مزید حلیہ بتلائے، اس قسم کی گائے تو بہت ہیں پتہ نہیں چلتا، اگر اللہ نے چاہا تو ہم ہدایت والے  
ہو جائیں گے۔

۴۔ بلا ضرورت اعتدال سے بڑھ کر سوالات کرنا بھی درست نہیں۔ ایسے سوالات جن میں کوئی  
خاص علمی فائدہ نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرتِ سوال سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا مغیرہ بن  
شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ حَزَمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَادَ الْبَنَاتِ، وَمَنْعَ وَهَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ  
وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ. (۲)

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا، (واجب حقوق کی) ادائیگی نہ  
کرنا اور (دوسروں کا مال ناجائز طریقہ پر) دبا لینا حرام قرار دیا ہے۔ اور فضول اقوال پیش کرنے  
اور کثرت سے سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۵۔ ایسے سوالات سے بھی احتراز کیا جائے جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض کا پہلو پایا جائے۔  
صحیح بخاری میں مذکور ہے:

۱۔ البقرہ: ۶۷ تا ۷۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض، باب ما ینہی عن اضعاء المال، رقم: ۲۴۰۸

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتِ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا، فَقَالَ: مَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمُ؟  
 فَقَالَ: هَؤُلَاءِ قُرَيْشٌ، قَالَ: فَمَنِ الشَّيْخُ فِيهِمْ؟ قَالُوا: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: يَا ابْنَ عُمَرَ إِنِّي  
 سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ  
 عَنْ بَدْرٍ وَلَمْ يَشْهَدْ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا، قَالَ: نَعَمْ،  
 قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: تَعَالَى أَبِينُ لَكَ أَمَا فَرَّازُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَفَا عَنْهُ  
 وَغَفَرَ لَهُ، وَأَمَا تَغْيِبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَتْ مَرِيضَةً،  
 فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ، وَأَمَا تَغْيِبُهُ عَنْ بَيْعَةِ  
 الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
 عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: بِيَدِهِ  
 الْيَمْنَى هَذِهِ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ، فَقَالَ: هَذِهِ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: اذْهَبْ بِهَا  
 الْآنَ مَعَكَ. (۱)

”مصر والوں میں سے ایک آدمی آیا اور حج بیت اللہ کیا، پھر کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے کہا کہ یہ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان میں وہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے بتائیں گے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے احد کی لڑائی سے راہ فرار اختیار کی تھی؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ جواب دیا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک نہیں تھے۔ جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ یہ سن کر اس کی زبان سے نکلا اللہ اکبر تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قریب آ جاؤ، اب میں تمہیں ان واقعات کی تفصیل سمجھاؤں گا۔ احد کی لڑائی سے فرار کے متعلق میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور اس وقت وہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۹۸

بیمار تھیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں (مریضہ کے پاس ٹھہرنے کا) اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا اس شخص کو جو بدر کی لڑائی میں شریک ہوگا اور اسی کے مطابق مال غنیمت سے حصہ بھی ملے گا اور بیعت رضوان میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس موقع پر وادی مکہ میں اگر کوئی شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ عزت والا اور بااثر ہوتا تو نبی کریم ﷺ اسی کو ان کی جگہ وہاں بھیجتے، یہی وجہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے انہیں (قریش سے باتیں کرنے کے لیے) مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت رضوان ہو رہی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے، اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کرنے والے شخص سے فرمایا کہ جا، ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھنا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جس انداز سے جوابات دیے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس آدمی کے سوالات کو پسند نہیں کیا۔ مزید برآں ایسے سوالات میں بعض دفعہ احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی بات منہ سے نکل سکتی ہے جس میں ان کی توہین کا پہلو پایا جاتا ہو اور یہ چیز بندے کے ایمان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔

۶۔ عبادات میں علت پر سوال کرنا بھی درست نہیں۔ مسلمان کا کام ایمان لانا اور احکام الہی کو مان لینا ہے عبادات کی علت پر طرح طرح کی موشگافیاں کرنا اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ، لَكَانَ أَسْفَلُ الخُفِّ أَوْلَى بِالمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدَرَأَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَسُوْلٌ يَّمْسَحُ عَلٰى ظَاهِرِ خُفَيْهِ. (۱)

”اگر دین (کا معاملہ) رائے اور قیاس پر ہوتا، تو موزے کے نچلے حصے پر مسح کرنا اوپری حصے پر مسح کرنے سے بہتر ہوتا، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے دونوں موزوں کے اوپری حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“

۱۔ صحیح سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الطہارۃ، باب کیف المسح، رقم: ۱۶۲

۷۔ ایسے سوالات سے گریز کیا جائے جن میں ایک اعتبار سے کتاب و سنت کی نصوص کا رد ہو۔  
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى فِي امْرَأَتَيْنِ مِنْ هَذَيْلٍ، اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا  
الْأُخْرَى بِحَجَرٍ، فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حَامِلٌ، فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى  
النَّبِيِّ ﷺ، فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ مَا فِي بَطْنِهَا غَرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ، فَقَالَ وَلِيُّ الْمَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ:  
كَيْفَ أَغْرَمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ لَا شَرِبَ، وَلَا أَكَلَ، وَلَا نَطَقَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ،  
فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ. (۱)

”قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے جھگڑا کیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک عورت (ام عطیف بنت مروح) نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا (جس کا نام ملیکہ بنت عویمیر تھا) وہ پتھر عورت کے پیٹ میں جا کر لگا۔ یہ عورت حاملہ تھی اس لیے اس کے پیٹ کا بچہ (پتھر کی چوٹ سے) مر گیا۔ دونوں فریق یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ عورت کے پیٹ کے بچے کی دیت ایک غلام یا باندی آزاد کرنا ہے جس عورت پر تاوان واجب ہوا تھا اس کے ولی (حمل بن مالک بن نابغہ) نے کہا یا رسول اللہ! میں اس چیز کی دیت کیسے دوں جس نے نہ کھایا نہ پیانہ بولا اور نہ ولادت کے وقت اس کی آواز ہی سنائی دی؟ ایسی صورت میں تو کچھ بھی دیت نہیں ہو سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ یہ شخص تو کاہنوں کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کا بچہ قتل کر دینے پر دیت میں ایک لونڈی یا غلام دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم ایک نص ہے۔ عقلی دلائل اور قیاسات کے ذریعہ ان نصوص کا رد نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ اس آدمی نے عقلی دلائل سے ایسا کرنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی باتوں کو ایک کاہن کے قول سے زیادہ حیثیت نہیں دی۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الکھانہ، رقم: ۵۷۵۸

## مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے والوں پر غصہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدْرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَ وَجْهُهُ، حَتَّى كَانَتْ مَافِقِي فِي وَجْنَتِيهِ الرُّمَانُ، فَقَالَ: أَبْهَذَا أَمَرْتُمْ أَمْ بِهَذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ؟ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تَنَازَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ، عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَلَّا تَتَنَازَعُوا فِيهِ <sup>(۱)</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکلے، اس وقت ہم سب تقدیر کے مسئلہ میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے، آپ غصے میں آگئے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور ایسا نظر آنے لگا گویا آپ کے رخساروں پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”کیا تمہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے، یا میں اسی واسطے تمہاری طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں؟ بیشک تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو گئیں جب انہوں نے اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ کیا، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ نہ کرو“

### غصے کی وجہ

مسئلہ تقدیر ایک حساس نوعیت کا مسئلہ ہے۔ اس پر بحث کرنے سے عموماً شکوک و شبہات کے راستے کھلتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم و عمل کے سمندر تھے۔ ان کی زندگیاں بعد والے لوگوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اگر وہ تقدیر کے مسئلہ پر بحث کرتے تو بعد والے لوگ ان کے اقوال کو بنیاد بنا کر اس مسئلہ پر مزید بحث کرتے، جس سے شکوک و شبہات کے راستے کھلتے چلے جاتے اور کم علم لوگوں کا گفتگو کرنا انہیں گمراہی میں مبتلا کر دیتا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر غصہ کا اظہار فرمایا اور انہیں آئندہ اس موضوع پر بحث کرنے سے سختی سے منع فرما دیا تاکہ آنے والے لوگوں کو بھی تنبیہ ہو جائے۔ یہ مسئلہ اس قدر حساس ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر ایک اشکال پیش کر دیا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں

۱۔ حسن۔ سنن ترمذی للالبانی، ابواب القدر، باب ما جاء في التشديد في الخوض في القدر، رقم: ۲۱۳۳

سے ہر ایک کا جنتی اور جہنمی ہونا لکھ دیا گیا ہے تو کیوں نہ ہم اسی لکھے ہوئے پر بھروسہ کر کے عمل کو چھوڑ دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ، فَكَسَّ، فَجَعَلَ يَنْكُثُ بِمِخْصَرَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ وَمَا مِنْ نَفْسٍ مَنفُوسَةٍ، إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيئَةً أَوْ سَعِيدَةً، قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدْعُ الْعَمَلَ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ، قَالَ: أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ، ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى (۱)

”ہم بقیع الغرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ آپ نے سر جھکا لیا پھر چھڑی سے زمین کو کریدنے لگے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایسا نہیں، کوئی پیدا ہونے والی جان ایسی نہیں جس کا جنت اور جہنم کا ٹھکانا لکھا نہ جا چکا ہو۔ یہ لکھا جا چکا ہے کہ کون نیک ہے اور کون برا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر کیا حرج ہے اگر ہم اپنی اسی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور نیک عمل کرنا چھوڑ دیں جو ہم میں نیک ہوگا، وہ نیک اعمال والوں کے ساتھ جا ملے گا اور جو برا ہوگا اس سے بروں کے سے اعمال ہو جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نیک ہوتے ہیں انہیں نیکوں ہی کے عمل کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور جو برے ہوتے ہیں انہیں بروں ہی جیسے عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی فأما من أعطى واتقى وصدق بالحسنى ”سو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچا سمجھا سو ہم اس کے لیے نیک کاموں کو آسان کر دیں گے۔“

غور کیجیے تقدیر کے مسئلہ میں تفکر کے بعد صحابی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہمیں عمل چھوڑ دینا چاہیے وہاں تو شکوک کو رفع کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ موجود تھے جو معلم کائنات

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ وکذب بالحسنى، رقم: ۲۹۴۸

ہیں اور جب عام آدمی تقدیر میں غور و فکر کرے گا وہ یقینی طور پر عمل چھوڑ بیٹھے گا اور مزید الجھتا چلا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں لمبی بحثیں کرنے والے بعض لوگ گمراہ ہو گئے جیسے فرقہ قدریہ کے لوگوں نے تقدیر کا سرے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بندہ اپنے ارادے اور قدرت میں مستقل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ و قدرت کا کوئی عمل دخل نہیں اور فرقہ جبریہ کے لوگوں نے بندے کو مجبور محض قرار دیتے ہوئے اس کے تمام افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی اور کہا کہ بندے کو اپنے کسی فعل پر اختیار نہیں۔ وہ اضطراری طور پر عمل کرنے میں مجبور ہے۔

حالانکہ محدثین کرام نے اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی جتنی احادیث نقل کی ہیں وہ اس قدر جامع ہیں کہ ان کا مطالعہ کر لینے کے بعد تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ بندہ نفس و خواہشات کے پیچھے چلنے والا نہ ہو۔

### تقدیر پر چند اہم امور

مسئلہ تقدیر کو سمجھنے کے لیے ان احادیث کو سمجھنا ضروری ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ارشاد فرمائیں۔ ان احادیث کی رو سے درج ذیل چند اہم امور سامنے آتے ہیں:

۱۔ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس کا تعلق ایمان کے بنیادی ارکان سے ہے۔ حضرت یحییٰ بن یعمر بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَوَّلَ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدْرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبُدُ الْجَهَنِيِّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا، وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمِيرِيُّ حَاجِبِي أَوْ مُعْتَمِرِي، فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هُوَ لَاءٍ فِي الْقَدْرِ فَوَفَّقَ اللَّهُ لَنَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ دَاخِلًا فِي الْمَسْجِدِ فَكَتَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي، فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكُلُّ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قَبْلَنَا نَاسٌ يَقْرءُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَفَقَّرُونَ الْعِلْمَ يَزْعُمُونَ أَنَّ لِقَدْرٍ وَالْأَمْرَ أَنْفُ، فَقَالَ: إِذَا لَقَيْتَ أَوْلِيكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَهُمْ بُرَاءٌ مِنِّي وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أَحَدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا نَعْرِفُهُ حَتَّى جَلَسَ



إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فِخْذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ، فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ: يَا عَمْرُ هَلْ تَدْرِي مِنَ السَّائِلِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جَبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ. (1)

بصرہ میں سب سے پہلے معبد جہنی نے تقدیر کا انکار کیا، ہم اور حمید بن عبد الرحمن حمیری حج یا عمرہ کے لیے چلے، تو ہم نے دل میں کہا: اگر ہماری ملاقات رسول اللہ ﷺ کے کسی صحابی سے ہوئی تو ہم ان سے تقدیر کے متعلق ان باتوں کے بارے میں دریافت کریں گے، جو لوگ کہتے ہیں، اللہ نے ہماری ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کرا دی، وہ ہمیں مسجد میں داخل ہوتے ہوئے مل گئے، چنانچہ میں نے اور میرے ساتھی نے انہیں گھیر لیا، میرا خیال تھا کہ میرے ساتھی گفتگو کا موقع مجھے ہی دیں گے اس لیے میں نے کہا: ابو عبد الرحمن! ہماری طرف کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے اور اس میں علمی باریکیاں نکالتے ہیں، کہتے ہیں: تقدیر کوئی چیز نہیں، سارے کام یوں ہی ہوتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: جب تم ان سے ملنا تو انہیں بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں، اور وہ مجھ سے بری ہیں (میرا ان سے کوئی تعلق نہیں)، اس ہستی کی قسم، جس کی قسم عبد اللہ بن عمر کھایا کرتا ہے، اگر ان میں ایک شخص کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو بھی اللہ اس کے کسی عمل کو قبول نہ فرمائے گا، جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، پھر انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

کہ ایک بار ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے سامنے نمودار ہوا جس کا لباس نہایت سفید اور بال انتہائی کالے تھے، اس پر نہ تو سفر کے آثار دکھائی دے رہے تھے، اور نہ ہی ہم اسے پہچانتے تھے، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جا کر بیٹھ گیا، اس نے اپنے گھٹنے نبی اکرم ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیئے، اور اپنی ہتھیلیوں کو آپ کی رانوں پر رکھ لیا اور عرض کیا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر قدرت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو“ وہ بولا: آپ نے سچ کہا، حضرت عمر بن خطاب کہتے ہیں: ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے بھلے یا برے ہونے پر ایمان لاؤ“ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ پھر پوچھا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو (یہ تصور رکھو کہ) وہ تو تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے“ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے پوچھا جا رہا ہے، وہ اس بارے میں پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا“۔ اس نے کہا: مجھے اس کی علامتیں ہی بتا دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی، اور یہ کہ تم ننگے پیر اور ننگے بدن، محتاج، بکریوں کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں فخر و مباہات کریں گے“ پھر وہ چلا گیا، اور میں تین (ساعت) تک ٹھہرا رہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ پوچھنے والا کون تھا؟“ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔“

۲۔ اس بات پر ایمان ہونا چاہیے کہ تقدیر ہماری پیدائش سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔ درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں:

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ،  
قَالَ: وَعَزَّ شُهُ عَلَى الْمَاءِ (۱)

”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“

☆ حضرت عبدالواحد بن سلیم کہتے ہیں:

قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، إِنَّ أَهْلَ الْبَصْرَةِ يَقُولُونَ فِي الْقَدْرِ، قَالَ: يَا بُنَيَّ، أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْرَأِ الزُّخْرَفَ، قَالَ: فَقَرَأْتُ: حَمَّ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ فَقَالَ: أَتَدْرِي مَا أُمُّ الْكِتَابِ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ كِتَابٌ كَتَبَهُ اللَّهُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَقَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْأَرْضَ، فِيهِ إِنْ فِرْعَوْنَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَفِيهِ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، قَالَ عَطَاءٌ: فَلَقِيْتُ الْوَلِيدَ بْنَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلْتُهُ: مَا كَانَتْ وَصِيَّتُ أَبِيكَ عِنْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: دَعَانِي أَبِي فَقَالَ لِي: يَا بُنَيَّ، اتَّقِ اللَّهَ، وَاعْلَمْ أَنَّكَ لَنْ تَتَّقِيَ اللَّهَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ كُلِّهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، فَإِنَّمَتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا دَخَلْتَ النَّارَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ: اكْتُبْ، فَقَالَ: مَا اَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبِ الْقَدْرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَانِي إِلَى الْأَبَدِ (۲)

”میں مکہ گیا تو عطاء بن ابی رباح سے ملاقات کی اور ان سے کہا: ابو محمد! بصرہ والے تقدیر کے سلسلے میں (برسبیل انکار) کچھ گفتگو کرتے ہیں، انہوں نے کہا: بیٹے! کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے کہا: سورۃ الزخرف پڑھو، میں نے پڑھا: حم و الكتاب المبين انا جعلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون وانه في ام الكتاب لدينا لعلي حليم ”حم؛ قسم ہے اس

۱۔ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ علیہما السلام، رقم: ۲۶۵۳

۲۔ صحیح ترمذی للالبانی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الرضاء بالقضاء، رقم: ۲۱۵۵

واضح کتاب کی، ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے کہ تم سمجھ لو، یقیناً یہ لوح محفوظ میں ہے، اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ اور حکمت والی ہے“ انہوں نے کہا: جانتے ہو ام الکتاب کیا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، انہوں نے کہا: وہ ایک کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے لکھا ہے، اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ فرعون جہنمی ہے اور اس میں ثبت ید ابي لهب و تب ابو لهب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے، اور وہ (خود) ہلاک ہو گیا“ بھی لکھا ہوا ہے۔ عطاء کہتے ہیں: پھر میں ولید بن عبادہ بن صامت سے ملا (ولید کے والد عبادہ بن صامت صحابی رسول تھے) اور ان سے سوال کیا: مرتے وقت آپ کے والد کی کیا وصیت تھی؟ کہا: میرے والد نے مجھے بلایا اور کہا: بیٹے! اللہ سے ڈرو اور یہ جان لو کہ تم اللہ سے ہرگز نہیں ڈر سکتے جب تک تم اللہ پر اور تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان نہ لاؤ۔ اگر اس کے سوا دوسرے عقیدہ پر تمہاری موت آئے گی تو جہنم میں جاؤ گے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا“ اور فرمایا: ”لکھو، قلم نے عرض کیا: کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تقدیر لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہمیشہ تک ہونے والا ہے۔“

☆ حضرت مطربن عکامس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَضَى اللَّهُ لِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً<sup>(۱)</sup>

”اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کی کسی جگہ موت لکھی ہوتی ہے تو اس کے لیے وہاں کوئی

ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔“

اس کی ایک مثال صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی ہے:

أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ، فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ، فَقَالَ: أُرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيدُ الْمَوْتَ، فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ: ارْجِعْ، فَقُلْ لَهُ: يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَثْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ، قَالَ: أَيُّ رَبِّ، ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ثُمَّ الْمَوْتُ، قَالَ: فَالآنَ، فَسَأَلَ اللَّهُ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَّةً بِحَجْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَوْ كُنْتُ ثُمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ، إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ، عِنْدَ

۱- صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب القدر باب ما جاء ان النفس تموت حيث ما كتب لها، رقم: ۲۱۴۲

## الْكُثِيبِ الْأَحْمَرِ (۱)

ملک الموت ( آدمی کی شکل میں ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے۔ وہ جب آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ( نہ پہچان کر ) انہیں ایک زور کا طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ پھوڑ ڈالی۔ وہ واپس اپنے رب کے حضور پہنچے اور عرض کیا: یا اللہ! تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ پہلے کی طرح درست فرمادی اور فرمایا کہ دوبارہ جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ اپنا ہاتھ ایک نیل کی پیٹھ پر رکھیں اور پیٹھ کے جتنے بال آپ کے ہاتھ تلے آجائیں ان میں ہر بال کے بدلے ایک سال کی زندگی دی جائے گی۔ (موسیٰ علیہ السلام تک جب اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچا تو) آپ نے کہا کہ اے اللہ! پھر کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر بھی موت آنی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بولے تو ابھی کیوں نہ آجائے۔ پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ انہیں ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے جتنا ارض مقدس کے قریب کر دیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات باری تعالیٰ کی جانب سے ارض مقدس کے قریب ہی لکھی تھی اور بوقت وفات ان کے دل میں یہی خواہش پیدا ہوئی کہ انہیں بیت المقدس کے پاس ہی دفن ہونا چاہیے۔

اکیلی موت ہی نہیں بندے کا رزق اور اس کا نیک بخت و بد بخت ہونا بھی لکھا جا چکا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ، قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عِلْقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيَوْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيئِي أَوْ سَعِيدِي، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من احب الدفن فی ارض المقدسة، رقم: ۱۳۳۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، رقم: ۳۲۰۸

ہم سے صادق مصدوق رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دنوں تک (نطفہ کی صورت) میں کی جاتی ہے اتنے ہی دنوں تک پھر ایک جمے ہوئے خون کی صورت اختیار کئے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی مدتِ زندگی اور یہ کہ وہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے (یاد رکھ) ایک شخص (زندگی بھرنیک) عمل کرتا رہتا ہے اور جب جنت اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آ جاتی ہے اور دوزخ والوں کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص (زندگی بھربُرے) کام کرتا رہتا ہے اور جب دوزخ اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر غالب آ جاتی ہے اور جنت والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔

ہر انسان کی کتنی عمر ہے؟ وہ بچپن میں فوت ہوگا یا جوانی میں یا بڑھاپے میں سب لکھا جا چکا ہے۔ کوئی انسان کسی کی عمر نہ کم کر سکتا ہے اور نہ بڑھا سکتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ، فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَيْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ وَبَيْضًا مِنْ نُورٍ، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ: أَيُّ رَبِّ، مَنْ هُوَ لَاءِ؟ قَالَ: هُوَ لَاءِ ذُرِّيَّتِكَ، فَرَأَى رَجُلًا مِنْهُمْ فَأَعْجَبَهُ وَبَيْضٌ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ، فَقَالَ: أَيُّ رَبِّ مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ: هَذَا رَجُلٌ مِنْ آخِرِ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ فَقَالَ: رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمُرَهُ؟ قَالَ: سِتِّينَ سَنَةً، قَالَ: أَيُّ رَبِّ، زِدْهُ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَلَمَّا قُضِيَ عُمُرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ، فَقَالَ: أَوْلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً؟ قَالَ: أَوْلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ قَالَ: فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَنَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ، وَخَطِيءَ آدَمُ فَخَطِنَتْ ذُرِّيَّتُهُ (۱)

”جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی اولاد کی وہ ساری

روحیں باہر آگئیں جنہیں وہ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ پھر ان میں سے ہر انسان کی آنکھوں کے درمیان میں نور کی ایک ایک چمک رکھ دی، پھر انہیں آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا، تو آدم علیہ السلام نے کہا: میرے رب! کون ہیں یہ لوگ؟ اللہ نے کہا: یہ تمہاری ذریت (اولاد) ہیں، پھر انہوں نے ان میں ایک ایسا شخص دیکھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بہت اچھی لگی، انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ کون ہے؟ اللہ نے فرمایا: تمہاری اولاد کی آخری امتوں میں سے ایک فرد ہے۔ اسے داؤد کہتے ہیں: انہوں نے کہا: میرے رب! اس کی عمر کتنی رکھی ہے؟ اللہ نے کہا: ساٹھ سال، انہوں نے کہا: میرے رب! میری عمر میں سے چالیس سال لے کر اس کی عمر میں اضافہ فرما دے، پھر جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی، ملک الموت ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: کیا میری عمر کے چالیس سال ابھی باقی نہیں ہیں؟ تو انہوں نے کہا: کیا تو نے اپنے بیٹے داؤد کو دے نہیں دیئے تھے؟ آپ نے فرمایا: تو آدم نے انکار کیا، چنانچہ ان کی اولاد بھی انکار بن گئی آدم بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی آدم نے غلطی کی تو ان کی اولاد بھی خطا کار بن گئی۔

معلوم ہوا کہ عمر لکھی جا چکی ہے۔ خواہ وہ عمر پیغمبر کی ہو یا ولی کی یا کافر و منافق اور فاسق و فاجر کی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو باری تعالیٰ نے بتایا کہ داؤد علیہ السلام کی عمر ساٹھ برس ہے۔ جبکہ ابھی انہیں پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ اسی طرح نیک بخت و بد بخت ہونا یا جنتی اور جہنمی ہونا بھی لکھ دیا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ كِتَابَانِ، فَقَالَ: أَتَذَرُونَ مَا هَذَا الْكِتَابَانِ؟ فَقُلْنَا: لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا، فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيُمْنَى: هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَضُ مِنْهُمْ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ: هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَضُ مِنْهُمْ أَبَدًا، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: فَفِيمَ الْعَمَلِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِعَ مِنْهُ؟ فَقَالَ: سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلٍ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ أَيُّ عَمَلٍ، وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهُ

يَعْمَلِ أَهْلَ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا، ثُمَّ قَالَ: فَرَعَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقًا فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقًا فِي السَّعِيرِ (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بار) ہماری طرف نکلے اس وقت آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے پوچھا: ”تم لوگ جانتے ہو یہ دونوں کتابیں کیا ہیں؟“ ہم لوگوں نے کہا: نہیں، سوائے اس کے کہ آپ ہمیں بتادیں۔ داہنے ہاتھ والی کتاب کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس کے اندر جنتیوں، ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر آخر میں ان کا میزان ذکر کر دیا گیا ہے۔ لہذا ان میں نہ تو کسی کا اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کوئی کم ہوگا“، پھر آپ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: ”یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس کے اندر جہنمیوں، ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں ان کا میزان ذکر کر دیا گیا ہے، اب ان میں نہ تو کسی کا اضافہ ہوگا اور نہ ان میں سے کوئی کم ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! پھر عمل کس لیے کریں جب کہ اس معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”سیدھی راہ پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو، اس لیے کہ جنتی کا خاتمہ جنتی کے عمل پہ ہوگا، اگرچہ اس سے پہلے وہ جو بھی عمل کرے اور جہنمی کا خاتمہ جہنمی کے عمل پہ ہوگا اگرچہ اس سے پہلے وہ جو بھی عمل کرے“، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا، پھر ان دونوں کتابوں کو پھینک دیا اور فرمایا: ”تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے، ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق جہنم میں جائے گا۔“

کون سے لوگ جنتی ہیں متعین ہو چکا اور کون سے جہنمی ہیں یہ بھی متعین ہو چکا۔ اس بات کی تائید حضرت ابو نضرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَ لَهُ وَهُوَ يَبْكِي، فَقَالُوا لَهُ: مَا يَبْكِيكَ؟ أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْ مِنْ شَارِبِكَ، ثُمَّ أَقْرَهُ حَتَّى تَلْقَانِي؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ بِيَمِينِهِ قَبْضَةً، وَأَخْرَى بِالْيَدِ الْأُخْرَى، وَقَالَ: هَذِهِ

۱ - حسن۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب القدر باب ما جاء أن الله كتب كتابا لاهل الجنة واهل النار، رقم: ۲۱۴۱



لَهَذِهِ، وَهَذِهِ لَهَذِهِ، وَلَا أَبَالِي فَلَا أَدْرِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا<sup>(۱)</sup>

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا نام ابو عبد اللہ تھا۔ ان کے احباب ان کے ہاں ان کی بیمار پرسی کے لیے آئے تو وہ رونے لگے۔ ان کے رفقاء نے ان سے کہا، آپ کس لیے رورہے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نہیں فرمایا کہ ”تم مونچھوں کے بال کٹواتے رہنا یہاں تک کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔“ انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا، البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ عزوجل نے اپنے دائیں ہاتھ میں کچھ انسانوں کو پکڑا اور باقی ماندہ کو دوسرے ہاتھ میں لیا اور فرمایا یہ جنت کے لیے ہیں اور یہ دوزخ کے لیے ہیں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے، اب میں نہیں جانتا کہ میں کس مٹھی میں ہوں؟“

جو جنتی ہے وہ بالآخر جنتیوں والے اعمال پر فوت ہوگا اور جو جہنمی ہے وہ بالآخر جہنمیوں والے اعمال پر فوت ہوگا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ لَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ<sup>(۲)</sup>

”بلاشبہ کوئی بندہ جہنمیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ وہ جنتیوں سے ہوتا ہے اور بعض دفعہ بندہ جنتیوں والے اعمال کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے۔ بلاشبہ عملوں کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔“

صحیح بخاری میں تفصیل سے یہی روایت ان الفاظ میں مذکور ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَعْظَمِ الْمُسْلِمِينَ غَنَاءً عَنِ الْمُسْلِمِينَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَانظَرَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا، فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ حَتَّى جُرِحَ،

۱۔ صحیح۔ مسند احمد تعلق شعيب الارنؤوط وقال اسنادہ صحیح ۲۹/۱۳۳، رقم: ۱۷۵۹۳

۲۔ صحیح۔ مسند احمد تعلق شعيب الارنؤوط وقال اسنادہ صحیح علی شرط الشيخین، حدیث ابی

مالک سہل بن سعد، رقم: ۲۲۸۳۶

فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَجَعَلَ ذُبَابَةً سَيْفِهِ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، حَتَّى خَرَجَ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مُسْرِعًا، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: قُلْتُ لِفُلَانٍ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَيْهِ، وَكَانَ مِنْ أَعْظَمِ نَاغَنَاءِ عَنِ الْمُسْلِمِينَ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ عَلَى ذَلِكَ، فَلَمَّا جُرِحَ اسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ. (۱)

”ایک شخص جو مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا اور اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ بھی موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا اور فرمایا کہ جو کسی جہنمی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے چنانچہ وہ شخص جب اسی طرح لڑنے میں مصروف تھا اور مشرکین کو اپنی بہادری کی وجہ سے سخت تر تکالیف میں مبتلا کر رہا تھا تو ایک مسلمان اس کے پیچھے پیچھے چلا، آخر وہ شخص زخمی ہو گیا اور جلدی سے مرجانا چاہا، اس لیے اس نے اپنی تلوار کی دھارا اپنے سینے سے لگالی اور تلوار اس کے شانوں کو پار کرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے بعد پیچھا کرنے والا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بات کیا ہے؟ ان صاحب نے کہا کہ آپ نے فلاں شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے حالانکہ وہ شخص مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا۔ میں سمجھا کہ وہ اس حالت میں نہیں مرے گا۔ لیکن جب وہ زخمی ہو گیا تو جلدی سے مرجانے کی خواہش میں اس نے خودکشی کر لی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ دوزخیوں کے سے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے (اسی طرح دوسرا بندہ) جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے، بلاشبہ عملوں کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔“

توجہ فرمائیے! یہ آدمی رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کر رہا ہے جو جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔ لیکن خاتمہ اس عمل پر ہوا جو جہنم میں لے جانے والا ہے اور کبھی بندہ جہنمیوں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم، رقم: ۶۶۰۷

والے اعمال کرتا ہے لیکن خاتمہ جنتی عمل پر ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ فِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَمِعْتُهُ أُذْنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي: إِنَّ عَبْدًا قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ التَّوْبَةُ، فَسَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَدَلَّ عَلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي قَتَلْتُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ قَالَ: بَعْدَ تِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ نَفْسًا، قَالَ: فَانْتَضَى سَيْفَهُ فَقَتَلَهُ فَأَكْمَلَ بِهِ الْمِائَةَ، ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ التَّوْبَةُ، فَسَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَدَلَّ عَلَى رَجُلٍ فَأَتَاهُ، فَقَالَ: إِنِّي قَتَلْتُ مِائَةَ نَفْسٍ، فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ: وَيْحَكَ! وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ، اخْرُجْ مِنَ الْقَرْيَةِ الْخَبِيثَةِ الَّتِي أَنْتَ فِيهَا إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ قَرْيَةٍ كَذَا وَكَذَا، فَأَعْبُدْ رَبَّكَ فِيهَا، فَخَرَجَ يُرِيدُ الْقَرْيَةَ الصَّالِحَةَ، فَعَرَضَ لَهُ أَجَلُهُ فِي الطَّرِيقِ، فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، قَالَ إِبْلِيسُ: أَنَا أُولَى بِهِ إِنَّهُ لَمْ يَعْصِنِي سَاعَةً قَطُّ، قَالَ: فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ: إِنَّهُ خَرَجَ تَائِبًا، قَالَ هَمَامٌ: فَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ الطَّوِيلُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: فَبَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَلَكَ فَاخْتَصَمُوا إِلَيْهِ ثُمَّ رَجَعُوا فَقَالَ: انظُرُوا أَيَّ الْقَرْيَتَيْنِ كَانَتْ أَقْرَبَ فَأَلْحِقُوهُ بِأَهْلِهَا، قَالَ قَتَادَةُ: فَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ، قَالَ: لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ احْتَفَزَ بِنَفْسِهِ فَقَرَّبَ مِنَ الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ، وَبَاعَدَ مِنْهُ الْقَرْيَةَ الْخَبِيثَةَ فَأَلْحَقُوهُ بِأَهْلِ الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ. (۱)

”کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہے، وہ بات میرے کان نے سنی، اور میرے دل نے اسے یاد رکھا کہ ایک آدمی تھا جس نے ننانوے خون (ناحق) کئے تھے، پھر اسے توبہ کا خیال آیا، اس نے روئے زمین پر سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا، تو اسے ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا، وہ اس کے پاس آیا، اور کہا: میں ننانوے آدمیوں کو (ناحق) قتل کر چکا ہوں، کیا اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: ننانوے آدمیوں کے (قتل کے) بعد بھی (توبہ کی امید رکھتا ہے)؟ اس شخص نے تلوار کھینچی اور اسے بھی قتل کر دیا، اور سو پورے کر دیئے، پھر اسے توبہ کا خیال آیا، اور

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب الديات، باب هل لقاتل مؤمن توبة، رقم: ۲۶۲۲

روئے زمین پر سب سے بڑے عالم کے بارے میں سوال کیا، اسے جب ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا تو وہ وہاں گیا، اور اس سے کہا: میں سوخون (ناحق) کر چکا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: تم پر افسوس ہے! بھلا تمہیں توبہ سے کون روک سکتا ہے؟ تم اس ناپاک اور خراب بستی سے (جہاں تم نے اتنے بھاری گناہ کئے) نکل جاؤ، اور فلاں نیک اور اچھی بستی میں جاؤ، وہاں اپنے رب کی عبادت کرنا، وہ جب نیک بستی میں جانے کے ارادے سے نکلا، تو اسے راستے ہی میں موت آگئی، پھر رحمت و عذاب کے فرشتے اس کے بارے میں جھگڑنے لگے، ابلیس نے کہا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، اس نے ایک پل بھی میری نافرمانی نہیں کی، اور رحمت کے فرشتوں نے کہا: وہ توبہ کر کے نکلا تھا (لہذا وہ رحمت کا مستحق ہوا)۔ راوی حدیث ہمام کہتے ہیں کہ مجھ سے حمید طویل نے حدیث بیان کی، وہ بکر بن عبداللہ سے اور وہ ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: (جب فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا تو) اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ (ان کے فیصلے کے لیے) بھیجا، دونوں قسم کے فرشتے اس کے پاس فیصلہ کے لیے آئے، تو اس نے کہا: دیکھو دونوں بستیوں میں سے وہ کس سے زیادہ قریب ہے؟ (فاصلہ ناپ لو) جس سے زیادہ قریب ہو وہیں کے لوگوں میں اسے شامل کر دو۔ راوی حدیث قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بصری نے حدیث بیان کی، اس میں انہوں نے کہا: جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو وہ گھسٹ کر نیک بستی سے قریب اور ناپاک بستی سے دور ہو گیا، آخر فرشتوں نے اسے نیک بستی والوں میں شامل کر دیا۔“

یہ آدمی بھی جہنمی اعمال کر رہا تھا اس لیے کہ قتل کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والا عمل ہے اور اس نے اتنے قتل کیے کہ اپنی عمر کے آخری حصہ کو پہنچ گیا۔ بس یونہی سمجھ لیں کہ اس کے اور جہنم کے مابین تھوڑا ہی فاصلہ تھا لیکن اس نے ایسا عمل کر لیا کہ جنت میں داخل ہو گیا۔ مذکورہ تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ تقدیر ہماری پیدائش سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔

۳۔ تقدیر کے مسائل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ تقدیر کو بنیاد بنا کے اعمال کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ جیسے مذکورہ احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

سوال: کیا تقدیر کا لکھا بالکل نہیں مٹ سکتا۔ اگر تبدیلی ممکن نہیں ہے تو پھر دعا کرنے کا

فائدہ؟ ہم رزق میں اضافہ کی دُعا مانگتے ہیں۔ اگر رزق متعین ہو چکا کہ اس سے زیادہ نہیں ملے گا تو پھر ایسی دعا مانگنے کا کیا فائدہ ہے؟ اگر ہدایت و گمراہی لکھ دی گئی ہے تو پھر ہم نیکی اور ہدایت کی دعا کیوں مانگتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّثُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (۱)

”اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس اختیار ہے جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے برقرار رکھے وہ صاحب اختیار ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تقدیر لکھنے کے بعد اس کو مٹانے سے عاجز آ گیا ہے۔ وہ صاحب اختیار ہے وہ چاہے تو لکھا ہو مٹا دے اور اگر چاہے تو اسے برقرار رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مذکورہ فرمان میں دعا کے بارے میں اٹھنے والے شکوک و شبہات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ صاحب مرقاة علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کو مد نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مبرم ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہے اور دوسری معلق ہے جس میں تبدیلی ممکن ہے۔“ (۲)

اس کی واضح مثال وہ دُعا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو قنوت وتر کے طور پر سکھائی ہے۔ اس دعا کے الفاظ پر غور کیجیے:

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذُلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ (۳)

”اے اللہ! تو نے جن لوگوں کو ہدایت دی ان میں مجھے بھی ہدایت دے اور جن لوگوں کو تو

۱۔ الرعد: ۳۹

۲۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ۸/۳۲۲۴

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد دلال البانی، تفریح ابواب الوتر، باب القنوت فی الوتر، رقم: ۱۴۲۵

نے عافیت دی ان میں مجھے بھی عافیت دے اور جن کا تو خود والی بنا ہے ان میں میرا بھی والی بن جا اور تو نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے لیے برکت عطا فرما اور بچا مجھے اس کے شر سے جو تو نے فیصلہ کر لیا ہے کیونکہ تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا، جس کا تو دوست بن جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جس سے تجھے دشمنی ہو جائے وہ کبھی عزت نہیں پاتا، اے ہمارے پروردگار تو عزت والا اور بلند ہے۔“

اس دعا میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں وقنی شر ما قضیت ”اے اللہ! مجھے اس شر (تکلیف) سے بچا جس کا تو نے فیصلہ کر لیا ہے۔“ جس چیز کا فیصلہ ہو چکا ہے اس سے بچاؤ کی دعا کی جارہی ہے۔ پس اگر فیصلے سے بچاؤ ممکن نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کبھی بھی نہ سکھاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

سنا:

مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ، أَوْ يُنْسَافِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (۱)

”جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے یا اس کی عمر لمبی ہو اسے صلہ

رحمی کرنی چاہیے۔“

اس حدیث مبارک سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رزق اور عمر میں اضافہ ممکن ہے۔ حالانکہ رزق تو اس وقت ہی لکھ دیا جاتا ہے جب بچہ ابھی رحم مادر میں ہوتا ہے۔ اگر رزق میں اضافہ ممکن نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کبھی نہ فرماتے کہ جسے رزق میں کشادگی چاہیے وہ صلہ رحمی کرے۔ ہمیں یہ نقطہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ وہ بادشاہ ہے جو جیسا چاہے ویسا کر سکتا ہے۔ وہ تقدیر لکھنے کے بعد اس کو بدلنے سے عاجز نہیں ہوا۔ ہاں اس نے یہ اصول متعین فرما دیا ہے کہ جیسا لکھ دیا گیا ویسا ہوگا۔ مگر اس کے ساتھ اس نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ وہ جو چاہے مٹا دینے پر قادر ہے اور جو چاہے ثابت رکھنے پر قادر ہے اور اگر وہ ایسا با اختیار نہ ہوتا تو بندوں کو دعا کا اختیار نہ دیا جاتا۔

تقدیر اور اسباب

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ مبرم۔ جس میں تبدیلی

۱۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم وتحريم قطعيتها، رقم: ۲۵۵۷

نہیں اور معلق۔ جس میں تبدیلی ممکن ہے۔ معلق کا مطلب ہے لٹکی ہوئی یعنی یہ اسباب کے ساتھ معلق ہے۔ مطلب یہ کہ اگر بندہ سبب اختیار کرے گا تو اسے یہ چیز دے دی جائے گی۔ نہیں اختیار کرے گا تو نہیں ملے گی۔ اسے کامیابی کے لیے یہ اسباب اختیار کرنے ہوں گے۔ اگر نہیں کرے گا تو کامیابی نہیں ملے گی۔ اسی طرح بندہ اگر دعا کرے گا تو اسے یہ چیز مل جائے گی نہیں کرے گا تو نہیں ملے گی۔ ان تمام چیزوں کا تعلق تقدیر معلق کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ (۱)

”جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

ان آیات میں دخول جنت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو بطور سبب کے ذکر کیا گیا ہے اور جو ان اسباب کو اختیار نہیں کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا أَمَانًا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ (۲)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلیں۔“

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو خیال جسے آپ اپنی حالت بدلنے کا

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت مجموعی قوم کی حالت کو بھی تبدیل فرمادیتے ہیں۔ جب اس قوم کے لوگ اچھے یا برے اسباب اختیار کرتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۱)

”جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔“  
یعنی جو اللہ تعالیٰ کے لیے اسباب اختیار کریں گے انہیں راستہ مل جائے گا اور جو اسباب  
اختیار نہیں کریں گے انہیں راستہ نہیں ملے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا تقدیر پر پختہ ایمان تھا انہوں نے بھی اسباب اختیار کیے ہیں۔ سیدنا  
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ إِلَى الشَّامِ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِسَرْعَ لَقِيَهُ  
أَمْرَاءُ الْأَجْنَادِ، أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّامِ.  
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأُولِينَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ  
أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ  
عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرَى  
أَنْ تُقَدِّمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوا لِي الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ  
فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ، وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوا عَنِّي، ثُمَّ  
قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشِيخَةٍ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ  
مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقَدِّمَهُمْ عَلَى هَذَا الْوَبَاءِ، فَنَادَى عُمَرُ  
فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأُصْبِحُوا عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو عَبِيدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِنْ قَدْرِ  
اللَّهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عَبِيدَةَ؟ نَعَمْ نَفَرُ مِنْ قَدْرِ اللَّهِ إِلَى قَدْرِ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ  
كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ، وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ  
رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدْرِ اللَّهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدْرِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ  
الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ - وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ - فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي فِي هَذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تُقَدِّمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ  
بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ: فَحَمِدَ اللَّهُ عُمَرَ ثُمَّ انْصَرَفَ. (۲)

۱۔ العنكبوت: ۲۹ - ۲۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما یدکر فی الطاعون، رقم: ۵۷۶۹



”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے جا رہے تھے جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کی ملاقات فوجوں کے امراء ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوئی۔ ان لوگوں نے امیر المؤمنین کو بتایا کہ طاعون کی وبا شام میں پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا لاؤ۔ آپ انہیں بلا لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے، مہاجرین اولین کی آراء مختلف ہو گئیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی باقی ماندہ جماعت آپ کے ساتھ ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ انہیں اس وبا میں ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب آپ لوگ تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ انصار کو بلاؤ۔ میں انصار کو بلا کر لایا آپ نے ان سے بھی مشورہ کیا اور انہوں نے بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کیا کوئی کہنے لگا چلو، کوئی کہنے لگا لوٹ جاؤ۔ امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اب آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں پھر فرمایا کہ یہاں پر جو قریش کے بڑے بوڑھے ہیں جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے انہیں بلا لاؤ، میں انہیں بلا کر لایا۔ ان لوگوں میں کوئی اختلاف رائے پیدا نہیں ہوا سب نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں اور وبائی ملک میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں صبح کو اونٹ پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاؤں گا تم لوگ بھی واپس چلو۔ صبح کو ایسا ہی ہوا۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کاش! یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں لیکن اللہ ہی کی تقدیر کی طرف۔ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم انہیں لے کر کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا خشک۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اگر تم سرسبز کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہوگا۔ اور خشک کنارے پر چراؤ گے تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہوگا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آگئے وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے اس وقت موجود نہیں تھے انہوں نے بتایا کہ میرے پاس اس مسئلہ سے متعلق کچھ معلومات ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں (وبا کے متعلق) سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب ایسی جگہ وبا آجائے جہاں تم خود موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ راوی نے بیان کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پھر واپس ہو گئے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واضح فرما دیا کہ اسباب کا اختیار کرنا بھی تقدیر سے ہے۔ اگر بندے کے سامنے دو راستے ہیں، ایک میں ہلاکت اور دوسرے میں بچاؤ تو ہلاکت یا بچاؤ کا اختیار کرنا بندے پر موقوف ہے وہ جیسا سبب اختیار کرے گا ویسا نتیجہ پالے گا۔ جیسے طاعون زدہ سرزمین کی جانب پیش قدمی کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے اور اپنے قدموں کو روک لینا بچاؤ کو اختیار کرنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچاؤ کے اسباب اختیار کرنے کو بھی تقدیر کا نام دیا ہے۔ یہی تقدیر معلق ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر بڑی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی آدمی سرسبز زمین پر اپنے جانوروں کو چراتا ہے تو یہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر خشک زمین کی طرف لے جائے تو بھی اللہ کی تقدیر سے ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو اسباب پیدا فرما دیے ہیں۔ اب چاہے تم وہ اسباب اختیار کر لو کہ تمہارے جانور صحت مند ہوں یا وہ اسباب اختیار کر لو کہ وہ ڈبلے اور کمزور ہوں۔ اگر کوئی غلط اسباب اختیار کر کے اپنا نقصان کرے گا تو وہ اسے مکمل طور پر تقدیر کے سر نہیں تھوپ سکتا۔ اس نے ناکامی میں مرکزی کردار خود ادا کیا ہے۔ جیسے ایک آدمی کے مقدر میں اولاد لکھی ہے تو اسے شادی کا سبب اختیار کرنا ہوگا۔ بیچ کے مقدر میں اگنا لکھا ہے تو اسے اگنے کے لیے اسباب فراہم کرنا ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے خود بندوں کو اسباب اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم اسباب اختیار کرو گے تو اس کا نتیجہ پالو گے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا عِبَادِي إِنِّي حَزَمْتُ الظُّلْمَ عَلَىٰ نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحْزَمًا، فَلَا تظَالَمُوا، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَانِعٌ، إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعَمُونِي أَطْعَمَكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ، إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُونِي أَكْسَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَأَنَا أَعْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا، فَاسْتَغْفِرُونِي أَعْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا صَرِي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي، فَتَنْفَعُونِي، يَا

عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلَىٰ أَتَقَىٰ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ، مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ كَانُوا عَلَىٰ أَفَجَرَ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوْلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُضُ الْمَخِيطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أَوْفِيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا، فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ، فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ قَالَ سَعِيدٌ: كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ، إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، جَثَا عَلَىٰ رُكْبَتَيْهِ۔<sup>(۱)</sup>

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں راہ بتلاؤں پس تم مجھ سے راہنمائی طلب کرو میں تمہاری راہنمائی کروں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں۔ پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں۔ پس تم مجھ سے کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیزگار شخص ہو تو میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو میری سلطنت میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جنات، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو وہ مانگے دے دوں، تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہ ہوگا مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا پانی جتنا کم ہو جاتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہ ہوگا، اس لئے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے۔ پس یہ صرف مثال ہے)۔ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لئے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تمہیں ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بہتر بدلہ پائے تو چاہئے کہ اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اس کی کمائی بیکار نہ

۱۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم الظلم، رقم: ۲۵۷۷

گئی) اور جو برابر بدلہ پائے تو اپنے تئیں برا سمجھے (کہ اس نے جیسا کیا ویسا پایا)۔ سعید نے کہا کہ ابو ادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔

اس حدیث مبارک میں کتنے واضح الفاظ میں اسباب کو اختیار کرنے کی ترغیب ہے اور یہ الفاظ قابل توجہ ہیں ”تم راہنمائی طلب کرو میں تمہاری راہنمائی کروں گا، تم کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا، تم کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔“ راہنمائی چاہنا، کھانا مانگنا اور کپڑا مانگنا اسباب اختیار کرنا ہی تو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی جڑی بوٹیوں میں بیماریوں کے لیے شفا رکھی ہے۔ بیماری کا آنا بھی تقدیر سے ہے اور اس سے شفا یابی کے لیے اسباب اختیار کرنا بھی تقدیر سے ہے۔ وہ اسباب اختیار کرے گا تو شفا پالے گا۔ حضرت اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نَتَدَاوَى؟ قَالَ: نَعَمْ، يَا عِبَادَ اللَّهِ تَدَاوَوْا، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا أَوْضَعَ لَهُ شِفَاءً، أَوْ قَالَ: دَوَاءً إِلَّا دَاءً وَاحِدًا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُوَ؟ قَالَ: الْهَرَمُ<sup>(۱)</sup>

اعرابیوں (بدوؤں) نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا ہم (بیماریوں کا) علاج کریں؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، اللہ کے بندو! علاج کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کی دوا بھی ضرور پیدا کی ہے، سوائے ایک بیماری کے،“ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کون سی بیماری ہے؟ آپ نے فرمایا: ”بڑھاپا“

بیماری ایک تکلیف اور پریشانی ہے اس کو رفع کرنے کے لیے جو دوا استعمال کرے گا وہ شفا پالے گا اور اگر وہ شفا یابی کے لیے اسباب اختیار نہیں کرے گا تو اسے یہ تکلیف جھیلنا ہوگی۔

سوال: جب بندوں نے ابھی جنت یا جہنم والے اعمال ہی نہیں کیے تھے اور ابھی دنیا میں ان کا وجود بھی نہیں تھا تو انہیں جنتی یا جہنمی کیوں لکھ دیا گیا؟

جواب: آپ ایک تجربہ کار استاذ سے پوچھیں ابھی امتحان میں دو ماہ پڑے ہیں، آپ کی کلاس میں کتنے طالب علم پاس ہوں گے اور کتنے فیل؟ ایک الگ ورق پر لکھ دیں وہ اپنے تجربہ کے مطابق کچھ کے بارے میں رائے دیتا ہے کہ یہ کامیاب ہوں گے اور یہ ناکام۔ پھر ان کے

۱۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، ابواب الطب، باب ماجاء فی الدواء والحث علیہ، رقم۔ ۲۰۳۸

نام مع ولدیت ورق پر تحریر کر دیتا ہے۔ انسان ہونے کے اعتبار سے اس کا علم ناقص ہے۔ ابھی امتحان میں دو ماہ پڑھے ہیں یعنی طلباء کے لیے عمل کا وقت دو ماہ ہے۔ استاذ کسی طالب علم کو فیل کرنے کے لیے نہ تگ و دو کرتا ہے اور نہ اسے مجبور کرتا ہے۔ اپنے تجربہ کے مطابق اس نے جس طالب علم کو کامیاب قرار دیا تھا وہ کامیاب ہو جاتا ہے جسے فیل کہا تھا وہ فیل ہو جاتا ہے۔ ذرا سوچئے! کیا فیل ہونے والے طلباء استاذ کو مورد الزام ٹھہرا سکتے ہیں؟ استاذ نے جن طلباء کو فیل کہا تھا انہیں فیل کرنے کے لیے اس نے کوئی کوشش نہیں کی سب کو یکساں پڑھایا، ایک جیسا وقت دیا، امتحان کی تیاری کے لیے سب کو یکساں ترغیب دی۔ ہاں جو طالب علم ناکام ہوئے ان کے اعمال ہی فیل ہونے والے تھے۔ پس ان کے اعمال دیکھ کر استاذ نے اندازہ لگا لیا کہ آئندہ دو ماہ بھی یہ یہی کام کرتے رہیں گے۔ دنیا میں ہر آدمی کی عمر اس کے لیے عمل کا وقت ہے۔ امتحان آخرت میں ہے اگر ایک استاذ اپنے طلباء کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ کون ناکام ہوگا اور کون کامیاب حالانکہ اس کا علم ناقص ہے۔ ذات باری تعالیٰ نے جب انسانوں کو پیدا کیا تو ہر ایک کے بارے میں جانچ لیا کہ وہ کرے گا اور اس کا علم تو ایسا ہے کہ وہ تاریک رات میں کسی غار کے اندر چلنے والی چیونٹی کے بارے میں بھی جانتا ہے کہ اس نے کتنی بار حرکت کی ہے۔ جو جانتا ہے سمندر میں کتنی مخلوق بستی ہے اور سمندر کی گہرائیوں میں موجود ایک مچھلی کتنا عرصہ جی چکی ہے اور اس کی کتنی عمر باقی ہے وہ علیم وخبیر ہے اس نے جب انسان کو پیدا کیا تو اندازہ لگا لیا یہ کیسے اعمال کرے گا، پھر عدل و انصاف کی نظر سے تول لیا کہ اگر ایسے اعمال ہوں تو ایسا آدمی فیل ہونا چاہیے یا پاس اور اس کے مطابق جنت و جہنم کا فیصلہ لکھ دیا نہ کسی پر جبر کیا اور نہ کسی کو مجبور کیا۔ انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے رسول بھیجے تو سب کے لیے بھیجے لیکن وہ علیم وخبیر ہر بندے کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ کیا کرے گا اور اس نے واضح انداز میں فرما دیا:

فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ

رَبِّهِ وَنَهَىٰ النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ (۱)

”سو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جو اپنے رب

کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہش سے روک لیا تو جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔“  
 کتنے واضح انداز میں جنت اور جہنم کو اعمال کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ اگر زبردستی لوگوں  
 کو جنت یا جہنم میں ٹھونسنا ہوتا تو جنت و جہنم کا فیصلہ اعمال پر نہ رکھا جاتا۔ ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا<sup>(۱)</sup>

”ہم نے اُسے راستہ دکھا دیا اب خواہ وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔“

یعنی ہم نے راستہ تو سب کو دکھا دیا اب شکر گزاری یا ناشکری کے راستے کا انتخاب انسان  
 نے کرنا تھا سو اس نے اپنی مرضی سے جس راستے کا انتخاب کرنا تھا کر لیا۔ نیز فرمایا

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ<sup>(۲)</sup>

”فرمادیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے

انکار کرے۔“

۱۔ الدھر: ۳

۲۔ الکھف: ۲۹

## مجھے غریب کیوں بنایا.....؟

سوال: مسئلہ تقدیر میں ایک یہ اشکال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو امیر اور بعض کو غریب کیوں پیدا کیا۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غریب رکھا کیا یہ ظلم نہیں؟

جواب: آپ ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ جب آپ اس کے لیے اینٹ اور ٹائل وغیرہ خریدتے ہیں تو ان میں سے کچھ اینٹیں بیڈروم میں لگا دیتے ہیں، کچھ ڈرائنگ روم میں، کچھ کچن میں اور کچھ واش روم میں۔ جب آپ نے اینٹوں کو خریدا تو سب اینٹیں ایک جیسی تھیں۔ بعد میں آپ نے ان کو مختلف مقامات کے لیے منتخب کر لیا۔ کیا کچن کی اینٹیں آپ پر اعتراض کر سکتی ہیں کہ ہمارا کیا قصور تھا جو ہمیں چولہے کے قریب نصب کر دیا جہاں ہمارے لیے آگ اور تپش کا عذاب ہے۔ کیا واش روم کی اینٹیں اعتراض کر سکتی ہیں کہ ہمیں گندگی کے مقام پر لگا دیا، کیا ہمیں بیڈروم میں نہیں لگایا جاسکتا تھا؟

یقیناً آپ یہ جواب دیں گے کہ کچن اور واش روم میں کچھ اینٹوں کو تو لگنا ہی تھا۔ اگر میں وہاں نہ لگاؤں تو نہ کچن بنے گا نہ واش روم اور ان دونوں چیزوں کے بغیر گھر نہیں چل سکتا۔ ذرا سوچئے اگر سب اینٹوں کو بیڈروم میں لگا دیا جائے تو کچن اور واش روم کے بغیر گھر نہیں چلتا اور اتنی بڑی کائنات جس میں اربوں لوگ بستے ہیں ان سب کی ایک دوسرے سے ضروریات وابستہ ہیں۔ مجھے گھر تعمیر کرنے کے لیے معمار کی ضرورت ہے۔ کھڑکیاں دروازے لگانے کے لیے بڑھئی کی ضرورت ہے۔ دودھ کے لیے گوالے کی ضرورت ہے۔ اگر سب لوگ ہی اللہ تعالیٰ دولت مند بنا دیتا تو کون کسی کا کام کرتا؟ گاڑی پنچر ہوگئی ہے۔ پنچر لگانے والا کوئی نہیں، جوتا گندا ہے پالش کرنے والا کوئی نہیں، ہنڈیا پکانے کے لیے سبزی کی ضرورت ہے، سبزی والا کوئی نہیں۔ اس لیے کہ ہر بندہ ہی تو امیر ہے۔ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیا تاکہ بندہ، بندے کی ضرورت بنا رہے۔ آپ نے جو اینٹ

واش روم میں لگادی ہے وہ کوشش و محنت سے وہاں سے نکل کے بیڈروم میں نہیں لگ سکتی۔ لیکن اللہ نے جس آدمی کو غریب پیدا کیا ہے اس پر محنت کا دروازہ بند نہیں کیا۔ وہ محنت کے راستے پر چل کر غربت کی دہلیز کو پھلانگ سکتا ہے اور آپ نے جو اینٹ واش روم میں لگادی ہے اس کو کوئی اہمیت یا فضیلت نہیں دی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کو غریب پیدا کیا ہے اسے بہت سی فضیلتوں سے بھی نوازا ہے۔ چند احادیث اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ، فَإِذَا عَامَّةٌ مِّنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ، وَإِذَا أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ، إِلَّا أَصْحَابَ النَّارِ، فَقَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ، فَإِذَا عَامَّةٌ مِّنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ (۱)

میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والوں کی اکثریت غریبوں کی تھی۔ مالدار (جنت کے دروازے پر حساب کے لیے) روک لیے گئے تھے البتہ جہنم والوں کو جہنم میں جانے کا حکم دے دیا گیا تھا اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اس میں داخل ہونے والی زیادہ عورتیں تھیں۔

۲۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٍ: مَا رَأَيْتُكَ فِي هَذَا فَقَالَ: رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِ النَّاسِ، هَذَا وَاللَّهِ حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ يُشَفَعَ، قَالَ: فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ آخَرَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا رَأَيْتُكَ فِي هَذَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا رَجُلٌ مِّنْ فَقَرَاءِ الْمُسْلِمِينَ، هَذَا حَرِيٌّ إِنْ خَطَبَ أَنْ لَا يُنْكَحَ، وَإِنْ شَفَعَ أَنْ لَا يُشَفَعَ، وَإِنْ قَالَ أَنْ لَا يُسْمَعَ لِقَوْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا خَيْرٌ مِنْ مِلْءِ الْأَرْضِ مِثْلَ هَذَا (۲)

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار النساء وبيان الفتنة بالنساء، رقم: ۲۳۶

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، رقم: ۴۶۴۷



ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا تو نبی کریم ﷺ نے ایک دوسرے شخص (ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ) سے جو آپ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، پوچھا کہ اس شخص (گزرے والے) کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ معزز لوگوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم! یہ اس قابل ہے کہ اگر یہ پیغام نکاح بھیجے تو اس سے نکاح کر دیا جائے۔ اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کر لی جائے۔ کہ نبی کریم ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک دوسرے صاحب گزرے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے ان کے متعلق بھی پوچھا کہ ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ صاحب مسلمانوں کے غریب طبقہ سے ہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اگر یہ نکاح کا پیغام بھیجیں تو ان کا نکاح نہ کیا جائے، اگر یہ کسی کی سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو ان کی بات نہ سنی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک یہ پچھلا محتاج شخص اگلے مالدار شخص سے، خواہ ایسے مالداروں سے زمین بھری ہو تو بھی بہتر ہے۔

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالٍ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَالَهُ اللَّهُ أَتَرَ الزِّمَالَ بِجَنبِهِ مُتَكِنًا عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لَيْفٌ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: ادْعُ اللَّهَ فَلْيُوسِعْ عَلَيَّ أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسِعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ. فَقَالَ: أَوْ فِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَابِ؟ أَوْلَنكَ قَوْمٌ عَجَلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. وَفِي رِوَايَةٍ: أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ؟<sup>(۱)</sup>

میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس پر کوئی بستر بھی نہیں تھا۔ اس لیے چٹائی کے ابھرے ہوئے حصوں کا نشان آپ ﷺ کے پہلو میں پڑ گیا تھا۔ آپ ﷺ اس وقت ایک ایسے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، جس کے اندر کھجور کی چھال بھری گئی تھی۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا

۱۔ صحیح۔ مشکاة المصابیح للالبانی، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما كان من عیش النبی ﷺ،

فرمائیے کہ وہ آپ کی امت کو کشادگی عطا فرمادے۔ فارس اور روم کے لوگ تو پوری فراخی کے ساتھ رہتے ہیں۔ دنیا انہیں خوب ملی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں ابھی کچھ شبہ ہے؟ (تو دنیا کی دولت کو اچھی سمجھتا ہے) یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ ان کے اچھے اعمال (جو وہ معاملات کی حد تک کرتے ہیں ان کی جزا) اسی دنیا میں ان کو دے دی گئی ہے۔

۴۔ امام ابو عبد الرحمن الحلی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو بْنَ الْعَاصِ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: أَلَسْنَا مِنْ فَقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ: أَلَكِ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَلَكِ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ، قَالَ: فَإِن لِّي خَادِمًا، قَالَ: فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ، جَاءَ ثَلَاثَةٌ نَفَرًا إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالُوا: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّا، وَاللَّهِ مَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ، لَا نَفَقَةَ، وَلَا دَابَّةً، وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ لَهُمْ: مَا شِئْتُمْ، إِن شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللَّهُ لَكُمْ، وَإِن شِئْتُمْ ذَكَّرْنَا أَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ، وَإِن شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ فَقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ يَسْبِقُونَ الْأَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى الْجَنَّةِ، بِأَرْبَعِينَ خَرِيفًا قَالُوا: فَإِنَّا نَضْبِرُ، لَأَنْسَأَلَ شَيْئًا<sup>(۱)</sup>

صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۲۹۷۹

میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا جب کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ کیا ہم فقیر مہاجر نہیں ہیں؟ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا، تیری بیوی ہے، جس کے ساتھ تو رہتا ہے؟ اُس نے اثبات میں جواب دیا۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا تیرے پاس رہائش کے لیے گھر ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تو مالدار ہے؟ اس نے بتایا، میرا ایک خادم بھی ہے۔ انہوں نے کہا، تو بادشاہوں میں سے ہے۔ عبد الرحمان نے بیان کیا کہ تین شخص حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو کے پاس آئے جبکہ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے

۱۔ صحیح۔ مشکاة المصابیح للالبانی، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما كان من عیش النبی ﷺ،

کہا، اے ابو محمد! اللہ کی قسم! ہمیں کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں ہے، نہ خرچ ہے، نہ چار پائے اور نہ ہی سامان۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا، تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم کچھ چاہتے ہو تو ہمارے پاس آنا ہم تمہیں (اس قدر مال) عطا کریں گے جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کر دے گا اور اگر تم پسند کرو گے تو ہم تمہارا معاملہ (بیت المال کے) رئیس کے سپرد کر دیں گے اور اگر تم اسی حالت پر صبر کرتے ہو (تو ٹھیک ہے) بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ فقیر مہاجرین قیامت کے دن مالدار لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے کہا: بس ہم صبر کرتے ہیں۔ ہم (اس کے بعد) کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔“

۵۔ حضرت ابوبکثہ انماری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

ثَلَاثَةٌ أَقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَا ظَلِمَ عَبْدٌ مَظْلَمَةً فَصَبَرَ عَلَيْهَا إِلَّا زَادَهُ اللَّهُ عِزًّا، وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا فَاحْفَظُوهُ قَالَ: إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ، عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَيَصِلُ فِيهِ رَحْمَتُهُ، وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَزُرْ قَهْ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ، وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَزُرْ قَهْ عِلْمًا، فَهُوَ يَخْطِ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ، وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحْمَتُهُ، وَلَا يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا، فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍ لَمْ يَزُرْ قَهْ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزُّهُمَا سَوَاءٌ.<sup>(۱)</sup>

”میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور میں تم لوگوں سے ایک بات بیان کر رہا ہوں جسے یاد رکھو،“ کسی بندے کے مال میں صدقہ دینے سے کوئی کمی نہیں آتی (یہ پہلی بات ہے)، اور کسی

۱۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، أبواب الزهد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء مثل الدنيا مثل أربع نفر،

بندے پر کسی قسم کا ظلم ہو اور اس پر وہ صبر کرے تو اللہ اس کی عزت کو بڑھا دیتا ہے اور اگر کوئی شخص اپنے لیے سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ اس کے لیے فقر و محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (یا اسی کے ہم معنی آپ نے کوئی اور کلمہ کہا) اور تم لوگوں سے ایک اور بات یہ کرتا ہوں اسے بھی اچھی طرح یاد رکھو: ”یہ دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے: ایک بندہ وہ ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال اور علم کی دولت دی، وہ اپنے رب سے اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں ڈرتا ہے اور اس مال کے ذریعے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں سے اللہ کے حقوق کی ادائیگی کا بھی خیال رکھتا ہے ایسے بندے کا درجہ سب درجوں سے بہتر ہے۔ اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے علم دیا، لیکن مال و دولت سے اسے محروم رکھا پھر بھی اس کی نیت سچی ہے اور وہ کہتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں اس شخص کی طرح عمل کرتا لہذا اسے اس کی سچی نیت کی وجہ سے پہلے شخص کی طرح اجر ملے گا، اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا لیکن اسے علم سے محروم رکھا وہ اپنے مال میں غلط روش اختیار کرتا ہے، اس مال کے کمانے اور خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا ہے، نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ کے حق کا خیال رکھتا ہے تو ایسے شخص کا درجہ سب درجوں سے بدتر ہے، اور ایک وہ بندہ ہے جسے اللہ نے مال و دولت اور علم دونوں سے محروم رکھا، وہ کہتا ہے کاش میرے پاس مال ہوتا تو فلاں کی طرح میں بھی عمل کرتا (یعنی برے کاموں میں مال خرچ کرتا) تو اس کی نیت کا وبال اسے ملے گا اور دونوں کا عذاب اور بارگناہ برابر ہوگا۔“

۶۔ بعض دفعہ جو دنیا میں نہیں ملتا آخرت میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اگر دنیا صبر و شکر سے گزار لی تو دنیا کا بدلہ آخرت میں پالے گا۔ حضرت سعد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، أُتِيَ بِطَعَامٍ، وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: قُتِلَ مُضْعَبُ بْنُ عَمِيرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، كَفِنَ فِي بُرْدَةٍ: إِنْ غَطِيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَإِنْ غُطِيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ، وَأَرَاهُ قَالَ: وَقُتِلَ حَمَزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي، ثُمَّ بَسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَبْسُطًا، أَوْ قَالَ: أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا، وَقَدْ حَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتِنَا عَجَلَتْ لَنَا، ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ (۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد، رقم: ۴۰۴۵

”حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا۔ اور وہ روزے سے تھے تو انہوں نے کہا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (احد کی جنگ میں) شہید کر دیئے گئے، وہ مجھ سے افضل اور بہتر تھے لیکن انہیں جس چادر کا کفن دیا گیا (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی جنگ میں) شہید کئے گئے، وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے۔ پھر جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، ہمارے لیے دنیا میں کشادگی پیدا کر دی گئی یا انہوں نے یہ کہا کہ پھر جیسا کہ تم دیکھتے ہو، ہمیں دنیا دی گئی، ہمیں تو اس کا ڈر ہے کہ کہیں یہی ہماری نیکیوں کا بدلہ نہ ہو جو اسی دنیا میں ہمیں دیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد وہ اتنا روئے کہ کھانا نہ کھا سکے۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے قول سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ نیکیوں کا جلد بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ دنیا میں گزارے ہوئے کسمپرسی کے دن آخرت کا ذخیرہ بن جاتے ہیں۔

غرباء کی اس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ دو جہانوں کے سردار، شفیع امم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ میں زندگی گزاری اور مساکین کو پسند فرمایا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَزْرَةِ الْمَدِينَةِ عِشَاءً، اسْتَقْبَلَنَا أَحَدٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، مَا أَحْبَبُّ أَنْ أُحْدِيَ إِلَيَّ ذَهَبًا، يَأْتِي عَلَيَّ لَيْلَةً أَوْ ثَلَاثًا، عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا أَرُضُهُ لِذَيْنٍ، إِلَّا أَنْ أَقُولَ بِهِ فِي عِبَادِ اللَّهِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَأَرَأَا بَيْدِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ قُلْتُ: لَتَبَيْتِكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الْأَكْثَرُونَ هُمُ الْأَقْلُونَ، إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا (۱)

”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے وقت مدینہ منورہ کی کالی پتھروں والی زمین پر چل رہا تھا کہ احد پہاڑ دکھائی دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر! مجھے پسند نہیں کہ اگر احد پہاڑ کے برابر بھی میرے پاس سونا ہو اور مجھ پر ایک رات بھی اس طرح گزر جائے یا تین

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب من أجاز بلبیک وسعدیک، رقم: ۶۲۶۸

رات کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی نہ بچے۔ سوائے اس کے جو میں قرض کی ادائیگی کے لیے محفوظ رکھ لوں میں اس سارے سونے کو اللہ کی مخلوق میں تقسیم کر دوں گا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اس کی کیفیت بتاتے ہمیں اپنے ہاتھ سے لپ بھر کر دکھائی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر! میں نے عرض کیا لبيك وسعديك يا رسول الله! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ جمع کرنے والے ہی (ثواب) کم حاصل کرنے والے ہوں گے۔ سوائے اس کے جو اللہ کے بندوں پر مال اس اس طرح یعنی کثرت کے ساتھ خرچ کرے۔“

فقراء کی یہ فضیلت ہے کہ وہ قیامت کے دن زیادہ نیکیوں والے ہوں گے اور زیادہ مال والے کم نیکیوں والے ہوں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال و دولت کو اہمیت نہیں دی۔ بلکہ فرمایا اگر احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو میں اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سونا رکھنا پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرَ، فَسَلَّمْتُ، ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا، فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ، فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ، فَقَالَ: ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَرِّ عِنْدَنَا، فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي، فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ (۱)

”میں نے مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی کے حجرہ میں گئے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس کیا تو فرمایا کہ ہمارے پاس سونے کی ایک ڈلی (تقسیم کرنے سے) بچ گئی تھی مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا، میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔“

فقروفاقہ میں سردار دو جہاں کی زندگی

مذکورہ مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی لذات سے چنداں دلچسپی نہیں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب من صلی بالناس، فذکر حاجۃ فتخطاہم، رقم: ۸۵۱

تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سونا رکھنا پسند نہیں فرمایا اور اپنی بیٹی کے گھر میں عمدہ پردہ لٹکانا پسند نہیں فرمایا اور کیا گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ کھانے تناول فرمایا کرتے تھے؟ اس کا اندازہ درج ذیل چند احادیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

★ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنُ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ، ثَلَاثَةَ أَهْلَةٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أَوْقَدْتُ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارًا، فَقُلْتُ يَا خَالَاتُ: مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ، فَيَسْقِينَا (۱)

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا اور انہوں نے عروہ سے کہا، میرے بھانجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں (یہ حال تھا کہ) ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا دیکھتے، پھر تیسرا دیکھتے، اسی طرح دودو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لیے) آگ نہ جلتی تھی۔ میں نے پوچھا۔ خالہ اماں! پھر آپ لوگ زندہ کس طرح رہتی تھیں؟ آپ نے فرمایا کہ صرف دوکالی چیزوں کھجور اور پانی پر۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انصاری پڑوسی تھے۔ جن کے پاس دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دودھ تحفہ کے طور پر پہنچا جایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بھی پلا دیا کرتے تھے۔“

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَلَى سَكْرَجَةٍ قَطُّ، وَلَا خُبْزَ لَهُ مَرَّقًا قَطُّ، وَلَا أَكَلَ عَلَى خِوَانٍ قَطُّ قِيلَ لِقَتَادَةَ: فَعَلَامَ كَانُوا يَا كَلُونُ؟ قَالَ: عَلَى السُّفْرِ (۲)

میں نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تشتری رکھ کر (ایک وقت مختلف قسم کا) کھانا کھایا ہو اور نہ کبھی آپ نے پتلی روٹیاں (چپاتیاں) کھائیں اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میز پر کھایا۔ قتادہ سے پوچھا گیا کہ پھر کس چیز پر آپ کھاتے تھے؟ کہا کہ آپ سفرہ (عام دسترخوان) پر کھانا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الہبة وفضلها والتحرير عليها، رقم: ۲۵۶۷

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب الخبز المرقق والأكل على الخوان والسفرة، رقم: ۵۳۸۶

کھایا کرتے تھے۔

★ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَّضْلِيَةٌ، فَدَعَاؤُهُ، فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ، وَقَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ (۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے ان کو کھانے پر بلایا لیکن انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہیں کھائی۔

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، مِنْ طَعَامِ الْبَرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا، حَتَّى قُبِضَ (۲)

”جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ نے تین دن تک متواتر کبھی گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔“

☆ سیدنا سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا اور اس کے مال و دولت کا ذکر کیا تو فرمایا:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظُلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي، مَا يَجِدُ دَقْلًا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ (۳)

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارا دن بھوک سے بے قرار رہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناقص کھجور بھی نہ ملتی کہ جس سے اپنا پیٹ بھر لیں۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه يأكلون، ۵۴۱۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة ما كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه يأكلون، رقم: ۵۴۱۶

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۲۹۷۸



## فقر وفاقہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون قرار دیا اور کتب احادیث ان کے فضائل و مراتب سے بھری پڑی ہیں اور ان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں ان میں سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی غربت میں گزری ہے۔ ذیل کی احادیث پر غور کیجیے:

★ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَصَابَنِي جَهْدٌ شَدِيدٌ، فَلَقِيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ، فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ، فَخَرَزْتُ لِيَوْجُهِي مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي، فَقَالَ: يَا أَبَاهُ رَيْرَةَ، فَقُلْتُ: لَتَبَيْتُكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعَدَيْكَ، فَأَخَذَ بِيَدِي، فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي بِي، فَأَنْطَلَقَ بِي إِلَى رَحْلِهِ، فَأَمَرَ لِي بِعُنِينَ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: عُدِّي يَا أَبَاهُ، فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ، ثُمَّ قَالَ: عُدِّي، فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالْقِدْحِ، قَالَ: فَلَقِيْتُ عُمَرَ وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي، وَقُلْتُ لَهُ: فَوَلَّى اللَّهُ ذَلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِهِ مِنْكَ يَا عُمَرُ، وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ وَلَا نَأْفِرُ أَلْهَامِنَا، قَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ لَأَنْ أَكُونَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ. (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (بیان کیا کہ فاقہ کی وجہ سے) میں سخت مشقت میں مبتلا تھا، پھر میری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنے کے لیے کہا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور پھر اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں بہت دور تک چلتا رہا۔ آخر مشقت اور بھوک کی وجہ سے میں منہ کے بل گر پڑا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر کے پاس کھڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! میں نے کہا حاضر ہوں، یا رسول اللہ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا۔ آپ سمجھ گئے کہ میں کس تکلیف میں مبتلا ہوں۔ آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کا ایک بڑا پیالہ منگوا یا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوبارہ پیو میں نے دوبارہ پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور

پیو۔ میں نے اور پیا۔ یہاں تک کہ میرا پیٹ بھی پیالہ کی طرح بھر پور ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے اسے اس ذات کے ذریعہ پورا کر دیا، جو آپ سے زیادہ مستحق تھی۔ اللہ کی قسم! میں نے تم سے آیت پوچھی تھی حالانکہ میں اسے تم سے زیادہ بہتر طریقہ پر پڑھ سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں نے تمہیں اپنے گھر میں داخل کر لیا ہوتا اور تمہیں کھانا کھلا دیتا تو مجھے سرخ (عمدہ) اونٹ ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمْرَاتٍ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمْرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشْفَةٌ، فَلَمْ يَكُنْ فِيهِنَّ تَمْرَةٌ أُعْجِبُ إِلَيْهَا مِنْهَا، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي (۱)

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم کیں اور ہر شخص کو سات کھجوریں دیں۔ مجھے بھی سات کھجوریں عنایت فرمائیں۔ ان میں ایک خراب تھی (اور سخت تھی) لیکن مجھے وہی سب سے زیادہ اچھی معلوم ہوئی کیونکہ اس کا چبانا مجھے مشکل ہو گیا تھا۔

☆ حضرت ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ؟ قَالَ: لَا فَقُلْتُ: فَهَلْ كُنْتُمْ تَنْخُلُونَ الشَّعِيرَ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ (۲)

”کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میدہ دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ ان سے پھر پوچھا گیا کیا تم جو کے آٹے کو چھانتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ بلکہ پھونک مار کر بھوسہ اڑا دیتے تھے۔“

☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه يأكلون، رقم: ۵۴۱۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب النفخ في الشعير، رقم: ۵۴۱۰

اللَّهِ وَلَقَدْ رَأَيْتَنِي أَغْرُو فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ  
وَالْحُبْلَةَ حَتَّىٰ إِنْ أَحَدْنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ أَوْ الْبَعِيرُ وَأَصْبَحْتُ بَنُو أَسَدٍ يُعْزِرُونِي فِي  
الدِّينِ لَقَدْ خَبْتُ إِذَا وَضَلَ عَمَلِي (۱)

میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں خون بہایا (یعنی کافر کو قتل کیا) اور میں پہلا شخص  
ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا، میں نے اپنے آپ کو محمد ﷺ کے ساتھیوں کی ایک  
جماعت کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے دیکھا ہے، کھانے کے لیے ہم درختوں کے پتے اور حبلہ  
(خاردار درخت کے پھل) کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتے تھے، یہاں تک کہ ہم لوگ بکریوں اور  
اونٹوں کی طرح قضائے حاجت میں مینگنیاں نکالتے تھے، اور قبیلہ بنی اسد کے لوگ مجھے دین کے  
سلسلے میں طعن و تشنیع کرتے ہیں، اگر میں اسی لائق ہوں تو بڑا ہی محروم ہوں اور میرے تمام اعمال  
ضائع و برباد ہو گئے

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: مَا  
جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ  
عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟ قَالَ: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ:  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذَلِكَ فَانْطَلِقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ  
التَّيْهَانِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّحْلِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَالُوا  
لِامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبُكَ؟ فَقَالَتْ: انْطَلِقِي سَتَعْدِبُ لَنَا الْمَاءَ، فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ  
بِقَرْبَةٍ يَزُعْبُهَا، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَيَفْدِيهِ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى  
حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ، فَجَاءَ بِقِنُوفٍ فَوَضَعَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَفَلَا  
تَنْقِيَتِ لَنَا مِنْ رُطْبِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا، أَوْ قَالَ: تَخَيَّرُوا مِنْ  
رُطْبِهِ وَبُسْرِهِ فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي  
بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطْبٌ طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ (۲)

۱- صحیح۔ سنن الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی معیشتہ اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۲۳۶۹

۲- صحیح۔ سنن الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی معیشتہ اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۲۳۶۹

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول ایسے وقت میں گھر سے نکلے کہ جب آپ نہیں نکلتے تھے اور نہ اس وقت آپ سے کوئی ملاقات کرتا تھا، پھر آپ کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہنچے تو آپ نے پوچھا: ابو بکر تم یہاں کیسے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس لیے نکلتا کہ آپ سے ملاقات کروں اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھوں اور آپ پر سلام پیش کروں، کچھ وقفے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے پوچھا: عمر! تم یہاں کیسے آئے؟ اس پر انہوں نے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: ”مجھے بھی کچھ بھوک لگی ہے، پھر سب مل کر ابو الہیثم بن تیہان انصاری کے گھر پہنچے، ان کے پاس بہت زیادہ کھجور کے درخت اور بکریاں تھیں مگر ان کا کوئی خادم نہیں تھا، ان لوگوں نے ابو الہیثم کو گھر پر نہیں پایا تو ان کی بیوی سے پوچھا: تمہارے شوہر کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لانے گئے ہیں، گفتگو ہو رہی تھی کہ اسی دوران! ابو الہیثم ایک بھری ہوئی مشک لیے آ پہنچے، انہوں نے مشک کو رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، پھر سب کو وہ اپنے باغ میں لے گئے اور ان کے لیے ایک بستر بچھایا پھر کھجور کے درخت کے پاس گئے اور وہاں سے کھجوروں کا گچھالے کر آئے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا: ”ہمارے لیے اس میں سے تازہ کھجوروں کو چن کر کیوں نہیں لائے؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے چاہا کہ آپ خود ان میں سے چن لیں، یا یہ کہا کہ آپ حضرات یکی کھجوروں کو چکی کھجوروں میں سے خود پسند کر لیں، بہر حال سب نے کھجوریں کھائیں اور ان کے اس لائے ہوئے پانی کو پیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا اور وہ نعمتیں یہ ہیں: باغ کا ٹھنڈا سایہ، پکی ہوئی عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی“

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ إِلَى نِسَائِهِ فَقُلْنَ: مَا مَعَنَا إِلَّا الْمَاءُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَضُمُّ أَوْ يَضِيفُ هَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: أَنَا، فَأَنْطَلَقَ بِهِ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَقَالَ: أَكْرَمِي ضَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا

عِنْدَنَا إِلَّا قُوْتُ صَبِيَانِي، فَقَالَ: هَيِّنِي طَعَامَكَ، وَأَصْبِحِي سِرَاجَكَ، وَتَوَمِّي صَبِيَانِكَ إِذَا  
 أَرَادُوا عَشَاءً، فَهَيَّاتُ طَعَامَهَا، وَأَصْبَحْتُ سِرَاجَهَا، وَتَوَمْتُ صَبِيَانَهَا، ثُمَّ قَامَتْ كَأَنَّهَا تُصْلِحُ  
 سِرَاجَهَا فَأُطْفِئَتْ، فَجَعَلَ يُرِيَانِهِ أَنَّهَا يَأْكُلَانِ، فَبَاتَا طَاوِيئِينَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا إِلَى رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ضَحِكَ اللَّهُ اللَّيْلَةَ، أَوْ عَجِبَ، مِنْ فَعَالِكُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ:  
 وَيُؤْتِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱)

ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھوکے حاضر ہوئے، آپ نے انہیں  
 ازواج مطہرات کے ہاں بھیجا۔ (تاکہ ان کو کھانا کھلا دیں) ازواج مطہرات نے کہلا بھیجا کہ  
 ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی کون مہمانی  
 کرے گا؟ ایک انصاری صحابی بولے میں کروں گا۔ چنانچہ وہ ان کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی  
 بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی خاطر تواضع کرو، بیوی نے کہا کہ گھر میں بچوں کے  
 کھانے کے سوا اور کوئی چیز بھی نہیں ہے، انہوں نے کہا جو کچھ بھی ہے اسے نکال لو اور چراغ جلا لو  
 اور بچے اگر کھانا مانگتے ہیں تو انہیں سلا دو۔ بیوی نے کھانا نکال لیا اور چراغ جلا دیا اور اپنے بچوں  
 کو (بھوکا) سلا دیا، پھر وہ دکھا تو یہ رہی تھیں جیسے چراغ درست کر رہی ہوں لیکن انہوں نے اسے  
 بجھا دیا، اس کے بعد دونوں میاں بیوی مہمان پر ظاہر کرنے لگے کہ گویا وہ بھی ان کے ساتھ کھا  
 رہے ہیں، لیکن ان دونوں نے (اپنے بچوں سمیت رات) فاقہ سے گزار دی، صبح کے وقت جب  
 وہ صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں میاں بیوی کے نیک  
 عمل پر رات کو اللہ تعالیٰ ہنس پڑے یا (یہ فرمایا کہ اسے) پسند کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت  
 نازل فرمائی ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فأولئک ہم  
 المفلحون ” اور وہ (انصار) ترجیح دیتے ہیں اپنے نفسوں کے اوپر (دوسرے غریب صحابہ کو)  
 اگرچہ وہ خود بھی فاقہ ہی میں ہوں اور جو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا سو ایسے ہی لوگ  
 فلاح پانے والے ہیں۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب قول اللہ، ویؤثرون علی أنفسهم ولو کان بهم خصاصة،

مذکورہ ساری روایات بیان کرنے کا مقصد دراصل یہ سمجھانا ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے غریب پیدا کیا تو اس میں بھی اس ذات باری تعالیٰ کی مصلحت و حکمت ہے۔ پھر اس پر محنت اور ترقی کا دروازہ بند نہیں کیا وہ چاہے تو محنت کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ غربت میں صبر و ہمت سے زندگی گزارنے والوں کو بہت سے فضائل سے نوازا۔ غربت کوئی عیب نہیں ہے۔ اگر یہ عیب ہوتی تو کائنات کے عظیم انسان نبی کریم ﷺ غربت میں زندگی بسر نہ فرماتے۔

### تقدیر پر ایمان کے فوائد

ایمان بالقدر کے بہت سے فوائد ہیں۔ اسی لیے اس کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ تقدیر کے بارے میں شکوک و شبہات سے بندہ ان تمام فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱۔ تقدیر پر ایمان کا پہلا عظیم فائدہ یہ ہے کہ بندے کا اللہ پر توکل مضبوط ہوتا ہے۔ جب بندے کو پتہ ہو کہ دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی اس سے اس فائدہ کو روک نہیں سکتیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھ دیا ہے اور تمام قوتیں مل کر اسے وہ فائدہ پہنچا نہیں سکتیں جو اللہ نے اس کے مقدر میں نہیں لکھا تو بندے کا توکل و بھروسہ اللہ پر بڑھے گا اور لوگوں سے بے نیازی پیدا ہوگی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ إِنِّي أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ، أَحْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ، أَحْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتْ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ. (۱)

میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے سوار تھا، آپ نے فرمایا: ”اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو

۱۔ صحیح۔ سنن الترمذی للالبانی، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، رقم: ۲۵۱۶

تو صرف اللہ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں“

۲۔ تقدیر پر ایمان سے بندے کے دل میں بہادری اور بے خوفی پیدا ہوتی ہے۔ جب بندہ سمجھتا ہے کہ موت و حیات کا مالک اللہ ہے۔ دنیا کی کوئی قوت اس کی زندگی سے ایک لمحہ بھی نہیں چھین سکتی اور نہ اس کی زندگی میں اضافہ کر سکتی ہے۔ تو وہ نہ موت سے گھبراتا ہے اور نہ جبروتی قوتوں سے خوف کھاتا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ، فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَطْلُونَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَحْتَ سَمْرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ، قَالَ جَابِرٌ: فَمِنَّمَا نَوْمَةٌ، ثُمَّ إِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُونَا فَجِئْنَا، فَإِذَا عِنْدَهُ أَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَأَنَا نَائِمٌ، فَاسْتَيْقِظْتُ وَهُوَ فِي يَدِي صَلْتًا، فَقَالَ لِي: مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ قُلْتُ: اللَّهُ، فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. (۱)

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اطراف نجد میں غزوہ کے لیے گئے تھے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی واپس ہوئے۔ قیلولہ کا وقت ایک وادی میں آیا جہاں ببول کے درخت بہت تھے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں اتر گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کے لیے پوری وادی میں پھیل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی تھوڑی دیر ہمیں سوئے ہوئے ہوئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا۔ ہم جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے پاس ایک بدوی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے میری تلوار (مجھ ہی پر) کھینچ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، رقم: ۴۱۳۵

لی تھی، میں اس وقت سویا ہوا تھا، میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مجھ سے کہا، تمہیں میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے پھر کوئی سزا نہیں دی۔

نبی کریم ﷺ کو پتہ تھا کہ موت و حیات کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ ذرا بھر نہیں گھبرائے۔ پس آپ ﷺ کی اس بے خوفی نے اٹھی ہوئی تلوار کو جھکا دیا۔

۳۔ تقدیر پر ایمان سے بندے کے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ تقدیر پر ایمان لانا ایمان کا حصہ ہے۔ جیسا کہ حدیث جبریل میں ہے کہ جب جبریل امین نے آپ ﷺ سے دریافت فرمایا: ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ایمان کا ذکر کرتے ہوئے تقدیر کا ذکر بھی کیا چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الشِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ شَعْرِ الرَّأْسِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، قَالَ: فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَهُ إِلَى رُكْبَتِهِ، وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ: شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، فَقَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَرُسُلِهِ، وَكُتُبِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ، وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ. (۱)

ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، جس کے کپڑے انتہائی سفید اور سر کے بال نہایت کالے تھے، اس پہ سفر کے آثار ظاہر نہیں تھے، اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا، اور اپنا گھٹنا آپ ﷺ کے گھٹنے سے ملا لیا، اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی دونوں رانوں پر رکھے، پھر بولا: اے محمد! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں، نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور خانہ کعبہ کا حج کرنا“، اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے پوچھا اے محمد ﷺ! ایمان کیا

۱۔ صحیح۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الكتاب فی الایمان، باب فی الایمان، رقم: ۶۳



ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، روزِ آخرت اور تقدیر کے خیر و شر پر ایمان رکھے۔

۴۔ تقدیر پر ایمان سے توکل علی اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب بندے کو یقین ہو کہ جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے اسے ہر حال میں مل کے رہے گا۔ تو اس کا اللہ پر توکل پختہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے مخاطب ہوتے ہوئے تقدیر اور توکل علی اللہ پر بڑی خوبصورت گفتگو فرمائی:

يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ،  
وَمَا أَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ  
فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا اَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، يَا  
بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي. (۱)

اے میرے بیٹے! تم ایمان کی حقیقت کا مزہ ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے وہ ایسا نہیں کہ نہ ملتا اور جو کچھ نہیں ملا ہے ایسا نہیں کہ وہ تمہیں مل جاتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، قلم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: لکھ، قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: قیامت تک ہونے والی ساری چیزوں کی تقدیریں لکھ“ اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”جو اس کے علاوہ (کسی اور عقیدے) پر مرے تو وہ مجھ سے نہیں۔“

۵۔ جب بندے کو یقین ہو کہ اس کے مقدر کا رزق اسے ضرور ملے گا تو اس کے دل میں رزق حلال حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب حلال ذرائع سے بھی رزق اتنا ہی ملنا ہے اور حرام ذرائع سے بھی اتنا ہی ملے گا تو پھر وہ حرام ذرائع اختیار کیوں کرے جس میں آخرت کی ناکامی بھی ہے۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب السنۃ، باب فی القدر، رقم: ۴۷۰۰

## کم ہمتی پر غصہ

سیدنا خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَّوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللَّهَ لَنَا فَجَلَسَ مُحَمَّرًا وَرَجْهَهُ، فَقَالَ: قَدْ كَانَ مِنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُجْعَلُ فِرْقَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمَشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ وَاللَّهِ لَيَتَمَنَّ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاِكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ تَعَالَى، وَالذُّبَّ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ. (۱)

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کعبہ کے سائے میں ایک چادر پر تکیہ لگائے ہوئے تھے، ہم نے آپ سے (کافروں کے غلبہ کی) شکایت کی اور کہا: کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ اللہ سے ہمارے لیے دعا نہیں کرتے؟ (یہ سن کر) آپ ﷺ بیٹھ گئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، اور فرمایا: ”تم سے پہلے آدمی کا یہ حال ہوتا کہ وہ ایمان کی وجہ سے پکڑا جاتا تھا، اس کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا، اس کے سر کو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا مگر یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی، لوہے کی کنگھیوں سے اس کے ہڈی کے گوشت اور پٹھوں کو نوچا جاتا تھا لیکن یہ چیز اسے اس کے دین سے نہیں پھیرتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو پورا کر کے رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور سوائے اللہ کے یا اپنی بکریوں کے سلسلہ میں بھیڑے کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرے گا لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو۔“

غصے کی وجہ

دنیا میں آج تک آپ ﷺ سے زیادہ عزم و ہمت والے انسان نے جنم نہیں لیا۔

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الجہاد، باب فی الاسیر یکرہ علی الکفر، رقم: ۲۶۳۹

آپ ﷺ انتہائی مستقل مزاج اور مردانہ وار مصائب کا مقابلہ کرنے والے بہادر انسان تھے۔ مکہ کے لوگوں نے آپ ﷺ کا بائیکاٹ کیا اور آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں اپنے خاندان کے ساتھ انتہائی کسمپرسی میں دن گزارنے پڑے۔ آپ کے قتل کی سازشیں تیار ہوئیں۔ آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ وادی طائف میں آپ پر پتھر برسائے گئے۔ غرضیکہ کفار نے آپ کو تنگ کرنے کے لیے ہر حربہ آزمایا۔ لیکن آپ ﷺ کے پایہ استقلال میں لرزش نہ آئی۔ ایسی ہی آپ ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حق کے راستے پر چلنے والے ایسے مسافر بن جائیں جو پر خار اور کٹھن راستے پر بھی پوری ہمت سے مسکراتے ہوئے چلتے جائیں۔ ان کے راستے میں پہاڑ حائل ہوں تو انہیں پاش پاش کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں۔ ان کے راستے میں شمشیر برہنہ ہوں تو بھی ان کے قدم نہ رکھیں۔ بلکہ وہ تلواروں کی دھاڑوں پر چل کے پیغامِ الہی لوگوں تک پہنچانے کا عزم رکھتے ہوں۔ آپ ﷺ انہیں دنیا کے بہترین داعی بنانا چاہتے تھے کہ دنیا جن کی مثال دے اور قیامت تک لوگوں کے لیے ان کی زندگیاں مشعلِ راہ ہوں اور جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ کامیابی میں جلدی چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کٹھن راستہ اب جلد سمٹ جائے اس خواہش میں معمولی سی تھکن کا اظہار تھا۔ اس لیے آپ ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ نے انہیں سابقہ لوگوں کی مثالیں دیں کہ تم اتنی جلدی ہمت ہار رہے ہو جبکہ تم سے پہلے لوگوں کو آرے سے چیر کے دو ٹکڑے کر دیا گیا ان کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیدا گیا لیکن ان کے پایہ استقلال میں معمولی سی بھی لرزش نہ آئی۔ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں عزم و ہمت کو بیدار رکھنے کے لیے ہر ممکنہ طریقہ استعمال کیا۔ کبھی اشعار سے ان میں ولولہ پیدا کیا اور کبھی بعض صحابہ کو اعزازی القابات سے نوازا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جَاءَ نَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَادِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاعْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ. (۱)

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب دعاء النبی ﷺ اصلح الانصار والمہاجر، رقم: ۳۷۹۷

پر مٹی اٹھا رہے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی اللہم لا عیش الا عیش الآخرہ فاغفر للمہاجرین و الانصار۔ ”اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی حقیقی زندگی نہیں، پس انصار اور مہاجرین کی تو مغفرت فرما۔“

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خندق کھودتے اور مٹی ہٹاتے ہوئے دیکھا تو ان کی ہمت کو برقرار رکھنے کے لیے فرمایا: اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ آپ ﷺ کے کہنے کا مطلب تھا کہ اس مشقت سے گھبرانہ جانا۔ یہ مشقت چند روزہ اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ آپ ﷺ کے ان اشعار نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ولولہ کو مزید بڑھا دیا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ وہ بھی اشعار کی صورت میں کہنے لگے۔ ہم جب تک زندہ رہیں گے آپ کے شانہ بشانہ میدان جہاد میں اپنی جانیں قربان کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الْخَنْدَقِ فَإِذَا الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ، فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَبِيدٌ يَعْمَلُونَ ذَلِكَ لَهُمْ، فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوعِ، قَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاعْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ فَقَالُوا: مُجِيبِينَ لَهُ نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا. (۱)

نبی کریم ﷺ خندق کی طرف تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین سردی کی سختی کے باوجود صبح ہی صبح خندق کھودنے میں مصروف ہیں ان کے پاس غلام بھی نہیں تھے جو ان کی اس کھدائی میں مدد کرتے۔ آپ ﷺ نے ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھا تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی ”اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔“ صحابہ نے اس کے جواب میں کہا ”ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر اس وقت تک جہاد کرنے کا عہد کیا ہے جب تک ہماری جان میں جان ہے۔“ حنین کی جنگ میں جب کافروں کی طرف سے تیروں کی بارش برس رہی تھی تو بہت سارے لوگوں کے پاؤں ڈگمگائے۔ ایسے میں آپ ﷺ بہادری سے میدان میں ڈٹے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب التحریض علی القتال، رقم: ۲۸۳۴

رہے۔ پھر اپنی سواری سے اتر کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمت بندھائی۔ چنانچہ وہ دوبارہ دشمن کے سامنے صف بستہ ہو گئے۔ حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَ سَأَلَهُ رَجُلٌ أَ كُنْتُمْ فَرَزْتُمْ يَا أَبَا عَمَّارَةَ يَوْمَ حُنَيْنٍ، قَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا وَّلَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَ لَكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهِ وَ أَخْفَأُوهُمْ حُسْرًا لَيْسَ بِسِلَاحٍ، فَأَتَوْا قَوْمًا رَمَاهُ جَمَعَ هَوَازِنَ وَ بَنِي نَضْرٍ مَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ، فَرَشَقُوهُمْ رَشَقًا مَا يَكَادُونَ يُحْطِنُونَ، فَأَقْبَلُوا هُنَالِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَ هُوَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَ ابْنُ عَمِّهِ أَبُو سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَتَّقُو ذِيهِ، فَنَزَلَ وَ اسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ صَفَّ أَصْحَابَهُ. (۱)

میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا، ان سے ایک صاحب نے پوچھا تھا کہ ابوعمارہ! کیا آپ لوگوں نے حنین کی لڑائی میں راہ فرار اختیار کی تھی؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت ہرگز نہیں پھیری تھی۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں جو نوجوان تھے بے سرو سامان جن کے پاس نہ زرہ تھی، نہ خود اور کوئی ہتھیار بھی نہیں لے گئے تھے، انہوں نے ضرور میدان چھوڑ دیا تھا کیونکہ مقابلہ میں ہوازن اور بنونصر کے بہترین تیر انداز تھے کہ کم ہی ان کا کوئی تیر خطا جاتا۔ چنانچہ انہوں نے خوب تیر برسائے اور شاید ہی کوئی نشانہ ان کا خطا ہوا ہو (اس دوران میں مسلمان) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا: انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ”میں نبی ہوں اس میں غلط بیانی کا کوئی شائبہ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔“ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی (نئے طریقے پر) صف بندی کی۔

ہمت برقرار رکھنے کے فوائد

ہمت بندے کو طوفانوں سے ٹکرانے کا جذبہ عطا کرتی ہے اور اسے حالات کا مقابلہ کرنا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب من صف اصحابہ عند الہزیمۃ، رقم: ۲۹۳۰

سکھاتی ہے۔ جب ہمت ہو تو بندہ راہ فرار اختیار نہیں کرتا بلکہ وہ مقابلہ میں لذت پاتا ہے۔ بقول شاعر۔

نہیں رہتیں کبھی ساحل کے ارمانوں سے وابستہ  
ہماری کشتیاں رہتی ہیں طوفانوں سے وابستہ  
ہمارا ہی جگر ہے یہ ہمارا ہی کلیجہ ہے  
ہم اپنے زخم رکھتے ہیں نمکدانوں سے وابستہ

ہمت برقرار رکھنے میں بقاء ہے۔ جب تک ہمت ہے تب تک زندگی کے ساز میں سوز ہے اور جب بندہ ہمت ہار دے فنا کی طرف اس کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم ہمت برقرار رکھنے کے چند فوائد ذکر کر رہے ہیں:

### ۱۔ قوت عمل

ہمت قوت عمل پیدا کرتی ہے۔ ہمت کھونے پر بندہ اپاہج ہو جاتا ہے اور اس سے عمل کی قوت چھن جاتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس بعض افراد جب کچھ مانگنے کے لیے آتے تو آپ ﷺ انہیں ہمت اور جانفشانی کا درس دیتے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا

لَا يُحْتَطَبُ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ. (۱)

”وہ شخص جو لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، وہ اس سے بہتر ہے جو کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور وہ اسے کچھ دیدے یا نہ دے۔“

ہاتھ کی کمائی کو آپ ﷺ نے بہترین کمائی قرار دیا تاکہ افراد و اشخاص میں کم ہمتی کی بجائے قوت عمل پیدا ہو۔ حضرت مقدم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ، رقم: ۲۰۷۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل و عملہ بیدہ، رقم: ۲۰۷۲

”کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کھایا کرتے تھے۔“

ہمت میں نقصان کی تلافی ہے

ہمت سے ناکامی کو کامیابی میں بدلا جاسکتا ہے اور بڑے سے بڑے نقصان کی تلافی کی جا سکتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اس سے قبل اپنا بہت سا وقت ضائع کر چکے ہیں۔ اس لیے کہ وہ مدینہ میں مسلمان ہوئے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے کم و بیش چار برس مل پائے۔ لیکن انہوں نے اس قلیل عرصہ میں ہمت سے کام لیا اور تحصیل علم میں مگن ہو گئے اور پھر انہوں نے علم حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل رفاقت پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَاهُ زَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَتَقُولُونَ: مَا بَالَ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ، لَا يُحَدِّثُونَ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزِمُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَيَّ مِلءَ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ أَمْرًا مَسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الضَّفَةِ، أَعْيَ حِينَ يَنْسُونَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ، فَبَسَطْتُ نَمِرَةَ عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَقَالَتَهُ، جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ. (۱)

”تم لوگ کہتے ہو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین و انصار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح کیوں حدیث نہیں بیان کرتے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ میرے بھائی مہاجرین بازار کی خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور میں اپنا پیٹ بھرنے کے بعد پھر برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا،

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ فاذا قضیت الصلاة فانتشروا، رقم: ۲۰۴۷

اس لیے جب یہ بھائی غیر حاضر ہوتے تو میں اس وقت بھی حاضر رہتا اور میں (وہ باتیں آپ سے سن کر) یاد کر لیتا جسے ان حضرات کو (اپنے کاروبار کی مشغولیت کی وجہ سے یا تو سننے کا موقعہ نہیں ملتا تھا یا) وہ بھول جایا کرتے تھے۔ اسی طرح میرے انصار بھائی اپنے اموال (کھیتوں اور باغوں) میں مشغول رہتے، لیکن میں صفہ میں مقیم مسکینوں میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب یہ حضرات بھولتے تو میں اسے یاد رکھتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو کوئی اپنا کپڑا پھیلائے اور اس وقت تک پھیلائے رکھے جب تک میں اپنی یہ گفتگو نہ پوری کر لوں، پھر (جب میری گفتگو پوری ہو جائے تو) اس کپڑے کو سمیٹ لے تو وہ میری باتوں کو (اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ) محفوظ رکھے گا، چنانچہ میں نے اپنا کبیل اپنے سامنے پھیلا دیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقالہ مبارک ختم فرمایا، تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد پھر کبھی میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔“

عزم اور ہمت دو ایسی قوتیں ہیں جن کے ساتھ بندہ بڑے سے بڑے نقصان پر قابو پالیتا ہے۔ اس لیے کہ جب ہدف تک پہنچنا دشوار ہو تو گھوڑوں کو سرپٹ بھگایا جاتا ہے۔ بقول حالی۔

نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا  
تو لازم ہے گھوڑوں کا سرپٹ بھگانا

### منزل تک رسائی

دنیاوی امور ہوں یا اخروی، بندہ ہمت سے عمل جاری رکھے تو منزل تک جا پہنچتا ہے۔ اگر ہمت کھودے تو راستے کے گرد و غبار میں گم ہو جاتا ہے۔ ایسا مسافر صحراء کی ریت پر بنی تصویر کی مانند ہوتا ہے جسے ہوا کے جھونکے گزرے دن کی طرح مٹا دیتے ہیں۔ جبکہ ہمت سے سفر کرنے والا کٹھن راستے کی اعصاب شکن صعوبتوں کو پاؤں کی ٹھوک سے گزر رہا بنا کے گزر جاتا ہے۔

دو نیم ان کی ٹھوک سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حق تک پہنچنے کے لیے فارس سے سفر شروع کیا۔ شہزادے

تھے غلام بن کے۔ انہیں طویل اور کٹھن سفر طے کرنا پڑا۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ بالآخر اپنی



منزل تک پہنچ گئے اور انہوں نے اس سفر میں جس ہمت کا مظاہرہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ، قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَلَمْ يَزِجْهُ حَتَّى سَأَلْتُ ثَلَاثًا، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثَّرِيَاءِ لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ. (۱)

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ الجمعہ کی یہ آیات نازل ہوئیں و آخرین منہم لما یلحقوا بہم اور دوسروں کے لیے بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے ہیں۔ (نبی کریم ﷺ ہادی اور معلم ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دوسرے کون لوگ ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر یہی سوال تین مرتبہ کیا۔ مجلس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے نبی کریم ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہوگا تب بھی ان لوگوں (یعنی فارس والوں) میں سے اس تک پہنچ جائیں گے یا یوں فرمایا کہ ایک آدمی ان لوگوں میں سے اس تک پہنچ جائے گا۔

ہمت کو مجتمع رکھا جائے تو قوت سے بڑھ کے کام کیا جاسکتا ہے۔ جنگ بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے والے دو چھوٹے بچے تھے لیکن ان کی ہمت جواں تھی۔ انہوں نے اپنے سے قوی دشمن کو ذلت کی موت سے دو چار کر دیا۔

### کم ہمتی کے نقصانات

اللہ تعالیٰ کو ایسا مومن زیادہ پسند ہے جو قوت و ہمت والا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلِّ خَيْرٍ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَلَا تَعْجِزْ، فَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ، فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَذَا، وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللَّهُ، وَمَا شَاءَ فَعَلَ، فَإِنْ لَوْتُ فَتَفْتَحْ عَمَلَ الشَّيْطَانِ. (۲)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله و آخرین منہم لما یلحقوا بہم، رقم: ۴۸۹۷

۲۔ حسن۔ سنن ابن ماجہ للالبانی، افتتاح الكتاب فی الايمان، باب فی القدر، رقم: ۷۹

”طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور پیارا ہے اگرچہ دونوں میں سے ہر ایک میں خیر ہے، ہر اس چیز کی حرص کرو جو تمہیں نفع دے، اور اللہ سے مدد طلب کرو، ہمت ہار کر نہ بیٹھ جاؤ، اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو یہ نہ کہو: کاش کہ میں نے ایسا ویسا کیا ہوتا تو ایسا ہوتا، بلکہ یہ کہو: جو اللہ نے مقدر کیا تھا اور جو اس نے چاہا کیا، اس لیے کہ ”اگر مگر“ شیطان کے عمل کے لیے راستہ کھول دیتا ہے“

کم ہمتی سے تین بڑی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) ارادوں کی کمزوری (۲) ناامیدی (۳) سستی

### کمزوری

کم ہمتی بندے کو کمزور کر دیتی ہے اس کے ارادوں میں کمزوری آ جاتی ہے اور یہی کمزوری اس سے مقابلہ کرنے کی قوت چھین لیتی ہے اور بالآخر اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدْوِكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْدِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ. (۱)

”قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں“ تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت زیادہ ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا“ تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔“

۱۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام، رقم: ۴۲۹۷

## ناامیدی

کم ہمتی بندے کی امیدوں کو چھین کے اسے ناامیدی کی طرف دھکیل دیتی ہے اور ناامیدی درحقیقت ارادوں کی موت ہے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ الْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخِرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ لَا يَدْعُ لَهُمْ شَاذَةً، وَلَا فَاذَةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ، فَقَالَ: مَا أَجْرَ أَمِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْرَ أَفْلَانٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَ رَجُلٌ: مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ، قَالَ: فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ، وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ، قَالَ: فَجَرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: وَمَا ذَاكَ، قَالَ الرَّجُلُ: الَّذِي ذَكَرْتَ أَنِّي أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ: أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ، ثُمَّ جَرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ، فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ فِي الْأَرْضِ وَذُبَابُهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ، ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فَيَمَّا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. (۱)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (اپنے اصحاب کے ہمراہ) مشرکین سے مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ چھڑ گئی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس دن لڑائی سے فارغ ہو کر) اپنے پڑاؤ کی طرف واپس ہوئے اور مشرکین اپنے پڑاؤ کی طرف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ساتھ ایک شخص تھا، لڑائی لڑنے میں اس کا یہ حال تھا کہ مشرکین کا کوئی آدمی بھی اگر کسی طرف نظر آجاتا تو اس کا پیچھا کر کے وہ شخص اپنی تلوار سے اسے قتل کر دیتا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کہا کہ آج جتنی سرگرمی کے ساتھ فلاں شخص لڑا ہے، ہم میں سے کوئی بھی شخص اس طرح نہ لڑ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا لیکن وہ شخص دوزخی ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے (اپنے دل میں کہا اچھا میں اس کا پیچھا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب لا یقول فلان شہید، رقم: ۲۸۹۸

کروں گا (دیکھوں) نبی کریم ﷺ نے اسے کیوں دوزخی فرمایا ہے) وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے دن لڑائی میں موجود رہا، جب کبھی وہ کھڑا ہو جاتا تو یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو یہ بھی اس کے ساتھ تیز چلتا۔ آخر وہ شخص زخمی ہو گیا زخم بڑا گہرا تھا۔ اس لیے اس نے چاہا کہ موت جلدی آجائے اور اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو سینے کے سامنے کر لیا اور تلوار پر گر کر اپنی جان دے دی۔ اب وہ صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہوئی؟ انہوں نے بیان کیا کہ وہی شخص جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آپ کا فرمان بڑا شاق گزرا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم سب لوگوں کی طرف سے میں اس کے متعلق تحقیق کرتا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے ہولیا۔ اس کے بعد وہ شخص سخت زخمی ہوا اور چاہا کہ جلدی موت آجائے۔ اس لیے اس نے اپنی تلوار کا پھل زمین پر رکھ کر اس کی دھار کو اپنے سینے کے مقابل کر لیا اور اس پر گر کر جان دے دی۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی زندگی بھر بظاہر اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک آدمی بظاہر اہل دوزخ کے کام کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔“

میدان جہاد میں ہمت کام دیتی ہے اگر فوج کے جوان فتح سے نا اُمید ہو جائیں تو انہیں شکست سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ مذکورہ حدیث کو دیکھیے میدان قتال میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے اس آدمی نے جب ہمت ہار دی تو زندگی سے نا اُمید ہو گیا اور یہی نا اُمیدی اسے خودکشی کی طرف لے گئی۔

سستی

کم ہمتی سستی کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے کہ کم ہمتی ارادوں اور عزائم کو کمزور کر دیتی ہے اور جب ارادے کمزور ہو جاتے ہیں تو عمل کی رفتار سست روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کم ہمتی اور سستی سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ،

وَالْهَرَمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا، وَالْمَمَاتِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بزدلی اور بڑھاپے کی ذلیل حدود میں پہنچ جانے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے۔“

کم ہمتی سے پیدا ہونے والی یہ تین بڑی بیماریاں ہیں جو بندے سے کامیابی کو چھین کر اسے ناکامی کی طرف دھکیل دیتی ہیں۔ ہاں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ عزم و ہمت اور قوت و طاقت ہونے کے باوجود ناکامی سے دوچار ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت اسے ناکامی کے اسباب پر غور کرنا چاہیے۔ وہ ان اسباب کو دور کر لے ان شاء اللہ کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ غزوہ احد اس امر کی ایک مثال ہے۔ ہمت و قوت ہونے کے باوجود مسلمانوں نے یہ جنگ ہار دی۔ اس میں ناکامی کے کچھ اسباب شامل ہو گئے۔

مسلمانوں کو وہاں اس لیے شکست سے دوچار ہونا پڑا کہ انہوں نے اپنے کمانڈر کی نصیحت کو نظر انداز کر دیا اور اس مورچہ کو چھوڑ دیا جو دفاعی نقطہ نظر سے انتہائی اہم تھا۔ پس ہر ناکامی میں اپنی کچھ کوتاہیاں شامل ہوتی ہیں۔ ان کوتاہیوں کو دور کرنا ہی کامیابی کی جانب سفر ہے۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ما یتعوذ من الجبن، رقم: ۲۸۲۳

## جھوٹی گواہی پر غصہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 أَلَا أَنْبِتُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ  
 الْوَالِدَيْنِ وَكَانَ مَتَكِنًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ  
 وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ. (۱)

کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتائیے یا رسول اللہ!  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی  
 اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہو جاؤ جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی  
 بھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش  
 نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کا ذکر کرنا  
 چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹی گواہی کا ذکر بار بار کرتے  
 رہے۔ اس کیفیت میں ایک خفگی اور غصے کا تاثر پایا جاتا ہے اور جھوٹی گواہی کے سنگین گناہ ہونے  
 کا اشارہ بھی ہے۔

### جھوٹ کی تباہ کاریاں

جھوٹ بندے کے کردار، اعمال اور وقار کو گھسن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں  
 ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے بھی گر جاتا ہے۔ جھوٹ ایمان و عمل کو کس قدر نقصان پہنچاتا ہے اس کا  
 اندازہ ذیل میں درج چند امور سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ جھوٹ منافقت کی علامات میں سے ایک بڑی علامت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، رقم: ۵۹۷۶

بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ  
النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا، أَوْثَمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ  
فَجَرَ (۱)

چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ خالص منافق ہے اور جس کسی میں ان چاروں میں سے  
ایک عادت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ یہ ہیں)  
جب اسے امین بنایا جائے تو (امانت میں) خیانت کرے اور بات کرتے وقت جھوٹ بولے اور  
جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے پورا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیوں پر اتر  
آئے۔

۲۔ جھوٹ بولنے سے خیر و برکات ختم ہو جاتی ہیں۔ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا، بُورِكَ لَهُمَا فِي  
بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا، مُحِقَّتْ بَرَكَتُهُمَا بَيْعِهِمَا. (۲)

”خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت تک (بیع ختم کر دینے کا اختیار) ہے جب تک  
دونوں جدا نہ ہوں۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا) پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا  
اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی لیکن اگر کوئی بات چھپا  
رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جائے گی۔“

۳۔ جھوٹ اللہ کی نظر رحمت سے دوری کا باعث ہے اور جو آدمی جھوٹی قسمیں اٹھا کے اپنا  
سامان فروخت کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ہم کلام بھی نہیں ہوں گے اور نہ  
اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق، رقم: ۳۴

۲۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان ولم یکتما ونصحا، رقم: ۲۰۷۹

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ،  
قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا؟، قَالَ: الْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمَنَانُ عَطَاءَهُ،  
وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. (۱)

”تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا“، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ نامراد ہوئے اور بڑے نقصان میں پڑے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو اپنا تہبند ٹخنے سے نیچے لٹکائے، اور جو دے کر احسان جتائے، اور جو اپنے سامان کو جھوٹی قسم کے ذریعہ فروخت کرے۔“

یہی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ: رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطِيَ  
بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطِيَ وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ  
رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ فَيَقُولُ اللَّهُ الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ  
تَعْمَلْ يَدَاكَ. (۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات بھی نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھے گا۔ وہ شخص جو کسی سامان کے متعلق قسم کھائے کہ اسے اس کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ شخص جس نے جھوٹی قسم عصر کے بعد اس لیے کھائی کہ اس کے ذریعہ ایک مسلمان کے مال کو ہضم کر جائے۔ وہ شخص جو اپنی ضرورت سے زائد پانی سے کسی کو روکے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں اپنا فضل اسی طرح تمہیں نہیں دوں گا جس طرح تم نے ایک ایسی چیز کے فالتو حصے کو نہیں دیا تھا جسے خود تمہارے ہاتھوں نے بنایا بھی نہ تھا۔

۱- صحیح- سنن ابن ماجہ للالبانی، کتاب التجارات، باب ما جاء فی کراهیة الایمان فی الشراء والبیع، رقم: ۲۲۰۸

۲- صحیح بخاری، کتاب المساقاة، باب من رأى ان صاحب الحوض والقراة احق بمائه، رقم: ۲۳۶۹



۴۔ جھوٹ میں سے سنگین ترین جھوٹ یہ ہے کہ بندہ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے۔ ایسے بندے کی سزا جہنم ہے۔ چند احادیث اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیں:

☆ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبِ عَلَيَّ أَحَدٍ مِّنْ كَذِبِ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (۱)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے متعلق کوئی جھوٹی بات کہنا عام لوگوں سے متعلق جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے جو شخص بھی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

☆ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا:

إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَن رَّسُولِ اللَّهِ ﷺ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَفَارِقْهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ، يَقُولُ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (۲)

میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں سنیں۔ جیسا کہ فلاں، فلاں بیان کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں کبھی آپ سے الگ تھلگ نہیں رہا لیکن میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

۵۔ جھوٹ بندے کو گناہ میں ملوث کرتا ہے اور گناہ آدمی کو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس اعتبار سے جھوٹ کا راستہ بہت خطرناک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے:

إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا، وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا. (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکره من النیاحۃ علی المیت، رقم: ۱۲۹۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم: ۱۰۷

۳۔ صحیح۔ سنن ابی داؤد للالبانی، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم: ۴۹۸۹

”تم جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے، اور برائی جہنم میں لے جاتی ہے، آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور سچ بولنے کو لازم کر لو اس لیے کہ سچ بھلائی اور نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے، آدمی سچ بولتا ہے اور سچ بولنے میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے۔“

۶۔ صحیح بخاری کی ایک لمبی حدیث میں آپ ﷺ نے جھوٹ بولنے والے کی سنگین سزا کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جو باتیں صحابہ سے اکثر کیا کرتے تھے ان میں یہ بھی تھی کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ پھر جو چاہتا اپنا خواب نبی کریم ﷺ سے بیان کرتا اور نبی کریم ﷺ نے ایک صبح کو فرمایا کہ رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو میں ان کے ساتھ چل دیا۔ پھر ہم ایک لیٹے ہوئے شخص کے پاس آئے جس کے پاس ایک دوسرا شخص پتھر لیے کھڑا تھا اور اس کے سر پر پتھر پھینک کر مارتا تو اس کا سر اس سے پھٹ جاتا، پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا، لیکن وہ شخص پتھر کے پیچھے جاتا اور اسے اٹھلاتا اور اس لیٹے ہوئے شخص تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ پہلے تھا۔ کھڑا شخص پھر اسی طرح پتھر اس پر مارتا اور وہی صورتیں پیش آتیں جو پہلے پیش آئیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں سے پوچھا سبحان اللہ یہ دونوں کون ہیں؟ فرمایا کہ مجھ سے انہوں نے کہا کہ آگے بڑھو، آگے بڑھو۔ فرمایا کہ پھر ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا تھا اور یہ اس کے چہرہ کے ایک طرف آتا اور اس کے ایک جڑے کو گدی تک چیرتا اور اس کی ناک کو گدی تک چیرتا اور اس کی آنکھ کو گدی تک چیرتا۔ پھر وہ دوسری جانب جاتا ادھر بھی اسی طرح چیرتا جس طرح اس نے پہلی جانب کیا تھا۔ وہ ابھی دوسری جانب سے فارغ بھی نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب اپنی پہلی صحیح حالت میں لوٹ آتی۔ پھر دوبارہ وہ اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہے؟

انہوں نے کہا کہ آگے چلو، چنانچہ ہم آگے چلے پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے۔ راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ اس میں شور و غل کی آواز تھی۔ ہم نے اس میں جھانکا تو اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں اور ان کے نیچے سے آگ کی لپٹ آتی تھی جب آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ چلانے لگتے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آگے چلو۔ فرمایا کہ ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر آئے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک شخص تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک دوسرا شخص تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے اور یہ تیرنے والا تیرتا ہوا جب اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے تو یہ اپنا منہ کھول دیتا اور کنارے کا شخص اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا وہ پھر تیرنے لگتا اور پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا اور جب بھی اس کے پاس آتا تو اپنا منہ پھیلا دیتا اور یہ اس کے منہ میں پتھر ڈال دیتا۔ فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آگے چلو۔ ہم آگے بڑھے اور ایک نہایت بد صورت آدمی کے پاس پہنچے جتنے بد صورت تم نے دیکھے ہوں گے ان میں سب سے زیادہ بد صورت۔ اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے جلا رہا تھا اور اس کے چاروں طرف دوڑتا تھا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھ سے کہا آگے چلو۔ ہم آگے بڑھے اور ایک ایسے باغ میں پہنچے جو ہرا بھرا تھا اور اس میں موسم بہار کے سب پھول تھے۔ اس باغ کے درمیان میں ایک بہت لمبا شخص تھا، اتنا لمبا تھا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا دشوار تھا کہ وہ آسمان سے باتیں کرتا تھا اور اس شخص کے چاروں طرف بہت سے بچے تھے کہ میں نے اتنے کبھی نہیں دیکھے تھے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں نے پوچھا یہ کون ہے یہ بچے کون ہیں؟ انہوں نے مجھ سے کہا کہ آگے چلو ہم آگے بڑھے اور ایک عظیم الشان باغ میں پہنچے، میں نے اتنا بڑا اور خوبصورت باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں نے کہا کہ اس پر چڑھیے ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر دکھائی دیا جو اس طرح بنا تھا کہ اس کی ایک اینٹ سونے کی تھی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ ہم شہر کے دروازے پر آئے تو ہم نے اسے کھلوایا۔ وہ ہمارے لیے کھولا گیا اور ہم اس میں داخل ہوئے۔ ہم نے اس میں ایسے لوگوں سے ملاقات کی جن کے

جسم کا نصف حصہ نہایت خوبصورت تھا اور دوسرا نصف نہایت بدصورت۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا کہ دونوں ساتھیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ۔ ایک نہر سامنے بہ رہی تھی اس کا پانی انتہائی سفید تھا وہ لوگ گئے اور اس میں کود گئے اور پھر ہمارے پاس لوٹ کر آئے تو ان کا پہلا عیب جاچکا تھا اور اب وہ نہایت خوبصورت ہو گئے تھے (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا کہ ان دونوں نے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کی منزل ہے۔ (نبی کریم ﷺ نے) فرمایا کہ میری نظر اوپر کی طرف اٹھی تو سفید بادل کی طرح ایک محل اوپر نظر آیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی منزل ہے۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ مجھے اس میں داخل ہونے دو۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ نہیں جاسکتے لیکن ہاں آپ اس میں ضرور جائیں گے۔ فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے عجیب و غریب چیزیں دیکھی ہیں۔ یہ چیزیں کیا تھیں جو میں نے دیکھی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہم آپ کو بتا دیتے ہیں۔ پہلا شخص جس کے پاس آپ گئے تھے اور جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا تھا اور پھر اسے چھوڑ دیتا اور فرض نماز کو چھوڑ کر سو جاتا اور وہ شخص جس کے پاس آپ گئے اور جس کا جبر اگدی تک اور ناک گدی تک اور آنکھ گدی تک چیری جا رہی تھی۔ یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور جھوٹی خبر تراشتا، جو دنیا میں پھیل جاتی اور وہ ننگے مرد اور عورتیں جو تنور میں آپ نے دیکھے وہ زنا کار مرد اور عورتیں تھیں وہ شخص جس کے پاس آپ اس حال میں گئے کہ وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا تھا وہ سود کھانے والا ہے اور وہ شخص جو بدصورت ہے اور آگ بھڑکا رہا ہے اور اس کے چاروں طرف چل پھر رہا ہے وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی ہے اور وہ لمبا شخص جو باغ میں نظر آیا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو بچے ان کے چاروں طرف ہیں تو وہ بچے ہیں جو (بچپن ہی میں) فطرت پر مر گئے ہیں۔ بیان کیا کہ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مشرکین کے بچے بھی (ان میں داخل ہیں) اب رہے وہ لوگ جن کا آدھا جسم خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا تو یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اچھے عمل کے ساتھ برے عمل بھی کئے اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔ (۱)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب التعمیر، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح، رقم: ۷۰۴۷

۷۔ جھوٹ بولنا دجال کی خصلت ہے درج ذیل احادیث اس کی دلیل ہیں:

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَفْتَتِلَ فِتْنَانِ فَيَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعَاؤُهُمَا وَاحِدَةٌ، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلَّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ. (۱)

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو جماعتیں آپس میں جنگ نہ کر لیں۔ دونوں میں بڑی بھاری جنگ ہوگی۔ حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تقریباً تیس جھوٹے دجال پیدا نہ ہو لیں۔ ان میں ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔“

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، إِلَّا إِنَّهُ أَعْوَرٌ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبٌ: كَافِرٌ (۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو نبی بھی مبعوث کیا گیا تو اس نے اپنی قوم کو کانے جھوٹے (دجال) سے ڈرایا، آگاہ رہو کہ وہ کانہ ہے اور تمہارا رب کانہ نہیں ہے۔ اور اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ لکھا ہوا ہے۔“

۸۔ جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو بھی قیامت کے دن شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كَلْفٌ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ، وَمَنْ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ أَوْ يَفْزُونَ مِنْهُ صَبَّ فِي أُذُنِهِ الْأَنْكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً غُذِبَ وَكَلْفٌ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ (۳)

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، رقم: ۳۶۰۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، رقم: ۷۱۳۱

۳۔ صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، رقم: ۷۰۴۲

”جس نے ایسا خواب بیان کیا جو اس نے دیکھا نہ ہو تو اسے قیامت کے دن جو کے دو دانوں میں گرہ لگانے کے لیے کہا جائے گا اور وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا (اس لیے مارکھتا رہے گا) اور جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو کوئی تصویر بنائے گا اسے عذاب دیا جائے گا اور اس پر زور دیا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈالے جو وہ نہیں کر سکے گا۔

۹۔ دوسروں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی ہلاکت خیز امور سے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيَيْلٌ لَهُ وَيَيْلٌ لَهُ (۱)

تباہی ہے اس کے لیے جو بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے تاکہ اس سے لوگوں کو ہنسائے، تباہی ہے اس کے لیے، تباہی ہے اس کے لیے۔  
جھوٹ چھوڑنے والے کے لیے انعام

سچ بولنے والا بندہ اللہ کے ہاں بھی سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نمبر ۵ کی حدیث میں بیان ہوا ہے اور جھوٹ کو ترک کرنے والے کے لیے نبی کریم ﷺ نے جنت کے وسط میں محل کی خوشخبری دی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبِضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبَبَيْتٍ فِي وَسْطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبَبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ. (۲)

”میں اس شخص کے لیے جنت کے اندر ایک گھر کا ضامن ہوں جو لڑائی جھگڑا ترک کر دے، اگرچہ وہ حق پر ہی ہو، اور جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کا اس شخص کے لیے ضامن ہوں جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگرچہ وہ ہنسی مذاق ہی میں ہو، اور جنت کی بلندی میں ایک گھر کا اس شخص کے لیے ضامن ہوں جو خوش خلق ہو۔“

۱۔ حسن، سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم: ۴۹۹۰

۲۔ حسن۔ سنن ابی داؤد لالبانی، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، رقم: ۴۸۰۰

## ماخذ و مصادر

- ۱- القرآن الحكيم
- ۲- "المعجم الكبير"، سليمان احمد بن ايوب ابو القاسم الطبراني، الناشر: مكتبة العلوم والحكم الموصل تحقيق حمدي بن عبد المجيد السلفي
- ۳- "المعجم الاوسط"، ابو القاسم سليمان بن احمد الطبراني، الناشر: دار الحرمين، القاهرة
- ۴- "المعجم الصغير، الطبراني"، سليمان بن احمد بن ايوب ابو القاسم الطبراني، الناشر: المكتب الاسلامي، دار عمار بيروت لبنان، الطبعة الاولى ۱۴۰۵-۱۹۸۵ء
- ۵- "المستدرک علی الصحیحین"، محمد بن عبدالله ابو عبدالله الحاكم نيسابوري، دارالمكتب العلميه، بيروت
- ۶- "المنتقى لابن جارود"، عبدالله بن علي بن الجارود ابو محمد النيسابوري، الناشر: مؤسسة الكتاب الثقافية، بيروت، تحقيق عبدالله عمر الباروي، عدد الاجزاء: ۱، الطبعة الاولى ۱۴۰۸-۱۹۸۸ء
- ۷- "التيسير بشرح الجامع الصغير"، الامام الحافظ زين الدين عبدالرؤوف المناوي، دارالنشر: مكتبة الامام الشافعي، الرياض ۱۴۰۸-۱۹۸۸ء، الطبعة الثانية، عدد الاجزاء: ۲
- ۸- "الطبقات الكبرى"، محمد بن سعد بن منيع أبو عبدالله البصري الزهري، الناشر: دارصادر، بيروت، عدد الاجزاء: ۸-
- ۹- "الجامع الصغير وزيادته"، محمد ناصر الدين الالباني، الناشر: المكتب الاسلامي، عدد الاجزاء: ۱
- ۱۰- "الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم"، محمد بن فتوح الحميدي، عدد الاجزاء: ۴، دارالنشر: دار ابن حزم لبنان، بيروت ۱۴۲۳-۲۰۰۲ء، الطبعة الثانية، تحقيق: علي حسين البواب

- ١١- "إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل"، محمد ناصر الدين الالباني، الناشر: المكتب الاسلامي، بيروت- الطبعة الثانية ١٣٠٥هـ- ١٩٨٥ء
- ١٢- "السلسلة الصحيحة"، محمد ناصر الدين الالباني، الناشر: مكتبة المعارف الرياض، عدد الاجزاء: ٤
- ١٣- "الترغيب والترهيب"، عبد العظيم بن عبد القوي المنذري، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت
- ١٤- "الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير"، جلال الدين عبدالرحمن بن ابي بكر السيوطي، دار الفكر، بيروت، لبنان-
- ١٥- "المسند المستخرج على صحيح المسلم"، ابو نعيم احمد بن عبدالله بن احمد بن اسحاق بن موسى الهرازي الاصبهاني، دار النشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان
- ١٦- "الايمان"، محمد بن اسحاق بن يحيى بن منده، الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت
- ١٧- "السنن الكبرى"، ابوبكر احمد بن حسين بن علي بن عبدالله بن موسى (٣٨٢-٥٢٥٨هـ)، مكتبة دار الباز
- ١٨- "التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد"، ابو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبد البر القرطبي (المتوفى ٥٢٦٣هـ) الناشر: مؤسسة القرطبه-
- ١٩- "اتحاف الجماعة لما جاء في الفتن والملاحم"، حمود بن عبدالله التويجري (المتوفى ٥١٣١٣هـ)، موقع الرسالة الاسلام
- ٢٠- "الزهد"، هناد بن السري الكوفي، الطبعة الاولى ١٣٠٦هـ، عدد الاجزاء ٢، الناشر: دار الخلفاء للكتاب الاسلامي، الكويت
- ٢١- "الاستذكار الجامع المذاهب فقهاء الامصار"، ابو عمر يوسف بن عبدالله بن عبد البر القرطبي (المتوفى ٥٢٦٣هـ) الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت
- ٢٢- "الجامع لاحكام القرآن"، ابو عبدالله محمد بن احمد بن ابي بكر بن فرح الانصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي، الناشر: دار عالم الكتب، الرياض، المملكة العربية السعودية (الطبعة ١٣٢٣هـ- ٢٠٠٣)
- ٢٣- "البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير"، ابن الملقن سراج



- الدين ابو حفص عمر بن علي بن احمد الشافعي المصري (المتوفى ٥٨٠٣هـ)، الناشر:  
دار الهجرة للنشر والتوزيع الرياض، السعودية.
- ٢٣- "اضواء البيان في ايضاح القرآن بالقرآن"، محمد الامين بن المختار بن عبدالقادر  
الشنقيطي (المتوفى ١٣٩٣هـ) الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان
- ٢٥- "الاحاد والمثاني" احمد بن عمرو بن الضحاك ابوبكر الشيباني، الناشر: دار الراية،  
الرياض
- ٢٦- "السيرة النبوية لابن هشام"، عبدالملك بن هشام بن أيوب الحميري والمعاذري،  
الناشر: دار الجبل بيروت، سنة النشر ١٤١١هـ
- ٢٧- "اشراط الساعة"، عبدالله بن سليمان الغفيلي، الناشر: وزارة الشؤون الاسلامية والاوقاف  
والدعوة والارشاد المملكة العربية السعودية
- ٢٨- "تحفة الاحوذى بشرح جامع الترمذى"، محمد بن عبدالرحمن بن عبدالرحيم  
المباركفوري، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، عدد الاجزاء: ١٠
- ٢٩- "تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف"، جمال الدين ابوالحجاج يوسف بن عبدالرحمن  
(المتوفى ٥٤٢٢هـ)، المكتب الاسلامي والدار القيمه.
- ٣٠- "تاريخ بغداد"، احمد بن علي ابوبكر الخطيب البغدادي، الناشر: دار الكتب العلمية،  
بيروت، عدد الاجزاء: ١٣
- ٣١- "جامع ترمذى"، ابو عيسى محمد بن عيسى بن سوره بن موسى بن الضحاك (المتوفى  
٥٢٩٤هـ)، الناشر: دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان
- ٣٢- "جامع الاصول في احاديث الرسول"، مجدد الدين ابوالسعادات المبارك بن محمد  
الجزري ابن الاثير (المتوفى ٥٦٠٢هـ)، تحقيق عبدالقادر الارنؤوط، مكتبة الحكوانى،  
مكتبه دار البيان
- ٣٣- "دلائل النبوة لابي نعيم الاصبهاني"، ابونعيم احمد بن عبدالله بن احمد الاصبهاني  
(المتوفى ٥٣٣٠هـ)، دار الكتب العربي، بيروت، لبنان
- ٣٤- "رياض الصالحين"، ابوزكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى ٥٦٤٦هـ)،  
الناشر: المكتب الاسلامي، بيروت

- ٣٥- "سنن أبي داؤد"، سليمان بن اشعث سجستاني (المتوفي ٥٢٤٥هـ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، دار الكتب العلمية، المكتبة العصرية، بيروت.
- ٣٦- "سنن ابن ماجه"، ابو عبدالله محمد بن يزيد قزويني (المتوفي ٥٢٤٥هـ) الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت (سنة النشر ١٩٨٢ء)
- ٣٧- "سنن نسائي"، احمد بن شعيب بن علي بن سنان بن بحر (المتوفي ٥٣٠٣هـ) الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان
- ٣٨- "سنن دارمي"، عبدالله بن عبدالرحمن بن الفضل بن بهرام بن عبدالصمد (المتوفي ٥٢٥٥هـ) دار الكتاب العربي، بيروت
- ٣٩- "شعب الإيمان"، ابوبكر احمد بن حسين البيهقي، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى، ١٤١٠هـ، تحقيق محمد السعيد بسيوني زغلول، عدد الاجزاء: ٤
- ٤٠- "شرح الزرقاني على موطا امام مالك"، محمد بن عبد الباقي بن يوسف الزرقاني، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، عدد الاجزاء: ٢
- ٤١- "شرح السنة للإمام البغوي"، الحسين بن مسعود البغوي، دار النشر: المكتب الاسلامي، دمشق، بيروت، ١٤٠٣هـ-١٩٨٣ء، تحقيق شعيب الارناؤوط، محمد زهير الشاويش، الطبعة الثانية، عدد الاجزاء: ١٥
- ٤٢- "شرح صحيح البخاري- لابن بطل"، ابو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك بن بطل البكري القرطبي، دار النشر: مكتبة الرشد، السعودية، الرياض (١٤٢٣هـ-٢٠٠٣) الطبعة الثانية، تحقيق ابو تميم ياسر بن ابراهيم، عدد الاجزاء: ١٠
- ٤٣- "شرح صحيح البخاري ابن حجر"، احمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني، الناشر: دار المعرفة، بيروت، ١٣٤٩هـ، عدد الاجزاء: ١٣
- ٤٤- "شرح معاني الآثار"، احمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة ابو جعفر الطحاوي (المتوفي ٥٣٢١هـ) تحقيق محمد زهري النجار، دار الكتب العلمية، بيروت
- ٤٥- "شرح قصيده ابن القيم"، احمد بن ابراهيم بن عيسى، الناشر: المكتب الاسلامي، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٠٦هـ، عدد الاجزاء: ٢
- ٤٦- "صحيح بخاري"، ابو عبدالله محمد اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة (١٩٢-٥٢٥٦هـ)

- الناشر: دار القلم، بيروت، سنة النشر: ١٩٨٤ء
- ٢٤- "صحيح مسلم"، مسلم بن الحجاج قشيري (المتوفى ٥٢٦١هـ) الناشر: دار احياء التراث العربي، سنة النشر ١٩٤٢ء، بيروت
- ٢٨- "صحيح ابن حبان"، محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد (المتوفى: ٥٣٥٣هـ) الناشر: مؤسسة الرسالة، بيروت
- ٢٩- "صحيح وضعيف الجامع الصغير"، تحقيق محمد ناصر الدين الالباني، الناشر: مركز نور الاسلام لبحاث القرآن والسنة، بالاسكندرية
- ٥٠- "صفة الصفوة"، ابن جوزي، عبدالرحمن بن علي بن محمد، الناشر: دار المعرفة، بيروت، الطبعة الثانية (١٣٩٩هـ-١٩٤٩ء)
- ٥١- "فيض التقدير"، شرح الجامع الصغير المناوي، الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولى ١٣١٥هـ-١٩٩٣ء
- ٥٢- "كنز العمال في سنن الاقوال والافعال"، علاؤ الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي/صفوة السقا، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة ١٣٠١هـ
- ٥٣- "مسند الحميدي"، عبدالله بن الزبير ابوبكر الحميدي، الناشر: دارالكتب العلمية، مكتبة المتنبى، بيروت، القاهرة، تحقيق حبيب الرحمن الاعظمي، عدد الاجزاء: ٢
- ٥٤- "مسند ابو عوانه"، الامام ابي عوانه يعقوب بن اسحاق الاسفرائني، الناشر: دار المعرفة، بيروت
- ٥٥- "مصنف عبدالرزاق"، ابوبكر عبدالرزاق بن همام الصنعاني، الناشر: المكتب الاسلامي، بيروت، الطبعة الثانية ١٣٠٣هـ
- ٥٦- "مسند احمد"، احمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن اسد (المتوفى ٥٢٣١هـ) الناشر: دار المعارف، مصر
- ٥٧- "مشكاة المصابيح"، محمد بن عبدالله الخطيب التبريزي، تحقيق محمد ناصر الدين الالباني، الناشر: المكتب الاسلامي، بيروت، الطبعة الثانية
- ٥٨- "معارج القبول بشرح سلم الوصول إلى علم الاصول"، حافظ بن احمد حكيم، الناشر: دار ابن القيم، الدمام، الطبعة الاولى ١٣١٠هـ-١٩٩٠ء

- ٥٩- "منهاج السنة النبوية" شيخ الاسلام احمد بن تيمية، الناشر: مؤسسة قرطبة الطبعة الاولى، عدد الاجزاء: ٨
- ٦٠- "مجمع الزوائد- الهيثمي"، نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي، الناشر: دار الفكر، بيروت
- ٦١- القضاء والقدر، احمد بن الحسين بن علي بن موسى الخراساني، ابوبكر البيهقي، ناشر: مكتبة العبيكان، الرياض/ السعودية، الطبعة الاولى، ١٣٢١هـ، ٢٠٠٠ء
- ٦٢- شفاء العليل في مسائل القضاء والقدر، محمد بن أبي بكر بن ايوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: ٥٤٥١هـ) الناشر: دار المعرفة، بيروت، لبنان
- ٦٣- تحقيق الاحتجاج بالقدر لابن تيمية، تقى الدين ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تيمية (المتوفى ٥٤٢٨هـ)، الناشر: المكتب الاسلامي بيروت، تحقيق المحدث العلامة محمد ناصر الدين الالباني-
- ٦٤- تحقيق فضل الصلاة على النبي ﷺ، اسماعيل بن اسحاق القاضي الازدي الجهضمي (المتوفى ٥٢٨٢هـ)، الناشر المكتب الاسلامي بيروت، الطبعة الثالثة، تحقيق محمد ناصر الدين الالباني-
- ٦٥- الصلاة على النبي ﷺ، ابوبكر بن ابي عاصم وهو احمد بن عمرو بن الضحاك الشيباني (المتوفى: ٥٢٨٤هـ)، المحقق: حمدي عبد المجيد السلفي، الناشر: دار المامون للتراث، دمشق الطبعة الاولى ١٣١٥هـ، عدد الاجزاء: ١-
- ٦٦- الصلاة على النبي ﷺ فضلها وكيفيتها، عبد المحسن بن حمد بن عبد المحسن بن عبد الله بن حمد العباد البدر، الناشر: الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة، عدد الاجزاء: ١
- ٦٧- حجاب المرأة ولباسها في الصلاة، تقى الدين ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد الله بن ابي القاسم بن محمد بن تيمية (المتوفى: ٥٤٢٨هـ)، المحقق: محمد ناصر الدين الباني، الناشر: المكتب الاسلامي-
- ٦٨- عقوق الوائدين أسبابه، مظهره، سبل العلاج، المؤلف: محمد بن ابراهيم بن احمد الحمد، الناشر: الكتاب منشور على موقع وزارة الاوقاف السعودية، عدد الاجزاء: ١

۶۹۔ برا الوالدین، المؤلف: جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی

(المتوفی: ۵۹۷)

۷۰۔ ابوبکر الصدیق افضل الصحابة واحقهم بالخلافة، المؤلف: محمد بن عبدالرحمن بن محمد

بن قاسم العاصمی الحنبلی (المتوفی: ۵۱۲۲۱)

حسن مصطفیٰ کی ایک منفرد جھلک

# مصطفیٰ اللہ صلی علیہ وسلم

مؤلف:

ڈاکٹر تقضیل احمد ضیفم

طبہ قرآن مجلہ

مکینہ ننگلی نمبر 5 منشی محلہ امین پور بازار فیصل آباد  
041-2624007, 0300-6628021